اسلامی اقدار میں حیا کا مقام اور تحفظ کی تدابیر

(تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ)

مقالہ نگار

فائزہ انعام

ایم فل، علومِ اسلامیہ

نگران مقالہ

ڈاکٹر امجد حیات

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ،

نمل اسلام آباد

شعبہ علومِ اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

جنوری ۲۰۲۰ء

اسلامی اقدار میں حیا کا مقام اور تحفظ کی تدابیر

(تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ)

مقالہ نگار

فائزہ انعام

ایم فل، علومِ اسلامیہ

نگران مقالہ

ڈاکٹر امجد حیات

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ،

نمل اسلام آباد

شعبہ علومِ اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

جنوری ۲۰۲۰ء

© فائزہ انعام

بسم الله الرحمن الرحيم

١٤٣٨

منظوری فارم برائے مقالہ و دفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **اسلامی اقدار میں حیا کا مقام اور تحفظ کی تدابیر (تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ)**

Status of Modesty according to Islamic values and its protection mechanism

نام ڈگری: ایم فل علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: فائزہ انعام

رجسٹریشن نمبر: 1193Mphil/IS/S16

ڈاکٹر امجد حیات

(نگران مقالہ) ______________ نگران مقالہ کے دستخط

پروفیسر ڈاکٹر شاہد صدیقی

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) ______________ ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز کے دستخط

بریگیڈیئر محمد ابراہیم

(ڈائریکٹر جنرل) ______________ ڈائریکٹر جنرل کے دستخط

تاریخ: ______________

حلف نامہ فارم

(Candidate declaration form)

میں فائزہ انعام ولد محمد انعام

رولنمبر: MP/S16/209 رجسٹریشن نمبر 1193Mphil/IS/S16

طالبعلم، ایم فل، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتی ہوں کہ مقالہ

بعنوان: اسلامی اقدار میں حیا کا مقام اور تحفظ کی تدابیر (تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ)

Status of Modesty according to Islamic values and its protection mechanism

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، اور **ڈاکٹر امجد حیات** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: فائزہ انعام

دستخط مقالہ نگار: ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

فہرست موضوعات

صفحہ نمبر	موضوعات	نمبر شمار
iii	منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ	۱.
vi	حلف نامہ فارم	۲.
v	فہرست موضوعات	۳.
vii	انتساب	۴.
viii	اظہار تشکر وامتنان	۵.
ix	مقدمہ	۶.
1	**باب اول: حیا کا تعارف اور اسلام میں اس کا مقام و مرتبہ**	۷.
2	فصل اول: تعارف و مفہوم	۸.
8	فصل دوم: سابقہ شریعتوں میں حیا کی تعلیمات	۹.
18	فصل سوم: قرآنی تعلیمات میں حیا کا تذکرہ	۱۰.
26	فصل چہارم: حیا کی اقسام اور تقاضے	۱۱.
37	**باب دوم: عہد نبوی ﷺ میں حیا کے تحفظ کے لیے ترغیبی پہلو و تعلیمات**	۱۲.
38	فصل اول: احادیث نبویہ میں حیا کا ترغیبی پہلو و تعلیمات	۱۳.
45	فصل دوم: سنت نبوی سے بے حیائی کی مذمت و ممانعت	۱۴.
53	فصل سوم: احیائے حیا کے عملی اقدامات و تعلیمات	۱۵.
71	فصل چہارم: صحابہ کرام اور سیرتِ صحابیات سے حیا کی ترغیب	۱۶.
79	**باب سوم: موجودہ معاشرے میں بے حیائی کے بڑھتے ہوئے رجحانات، اسباب، محرکات**	۱۷.
80	فصل اول: ذرائع ابلاغ کا غلط استعمال اور حیا پر اس کے منفی اثرات	۱۸.
91	فصل دوم: بد نظری اور حیا پر اس کے اثرات کا جائزہ	۱۹.
99	فصل سوم: فیشن اور جدت لباسی کے حیا پر اثرات	۲۰.
111	فصل چہارم: مخلوط کلچر کے حیا پر اثرات	۲۱.
117	**باب چہارم: حیا کو بحیثیت اخلاقی قدر اجاگر کرنے کی تدابیر**	۲۲.
118	فصل اول: عبادات، تزکیہ نفس اور تقویٰ	۲۳.
127	فصل دوم: تربیت اور قرآن و سیرت	۲۴.

۲۵.	فصل سوم: حکومتی اور تعلیمی اداروں کی خدمات	134
۲۶.	فصل چہارم: فحاشی و بے حیائی کے اسباب کی روک تھام	143
۲۷.	حاصل کلام	159
۲۸.	سفارشات	162
۲۹.	فہرست قرآنی آیات	165
۳۰.	فہرست احادیث مبارکہ	171
۳۱.	فہرست اعلام و شخصیات	176
۳۲.	مصادر و مراجع	177

انتساب

معلم اعلیٰ اور مبلغ اعظم

محمد رسول اللہ ﷺ

کی ذات گرامی کے نام

اظہار تشکر

بے پناہ حمد و ثنا اللہ جل جلالہ کے لئے جس کی رحمت و برکت اور عظیم تر شفقت نے ہر لمحہ مجھے اپنے حصار میں رکھا ہے اور ہزاروں درود و سلام محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کی آل اطہار علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر جن کی محبت و تکریم مسلمانوں کے دین کی بنیاد ہے، میں صمیم قلب سے اللہ تعالیٰ کا اس بات پر شکر ادا کرتی ہوں کہ اپنے خاص فضل و کرم سے مجھے اس موضوع پر قلم اٹھانے کی توفیق بخشی اور میں یہ تحقیقی مقالہ لکھنے کے قابل ہوئی۔

میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں اپنے والدین اور تمام اساتذہ کرام کا جن کی دعاؤں راہنمائی اور تعاون نے ہر لمحہ میرے لئے نشان منزل کا کام کیا ہے۔ اسی طرح میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں نگران مقالہ جناب ڈاکٹر امجد حیات صاحب کی، استاد محترم نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود مسودہ کی ترتیب و تدوین کے سلسلے میں جس طرح میری رہنمائی فرمائی ان کی معاونت اور انتہائی قیمتی ہدایات میرے لئے بہت بڑا اعزاز اور سرمایہ افتخار ہے۔ نیز میرے شکریئے کے مستحق ہیں نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لنگویجز شعبہ علوم اسلامیہ کے وہ تمام اساتذہ جن سے میں نے ایک سال تک مختلف مضامین پڑھے، خصوصی طور پر ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری، ڈاکٹر نور حیات خان، ڈاکٹر حافظ اللہ یار مرحوم، ڈاکٹر حافظ راؤ فرحان علی، ڈاکٹر شاہد ترمذی کا، ان تمام اساتذہ نے جس فراغ دلی سے استفادہ علم کے مواقع فراہم کئے ان کی مثال نہیں، گویا میرے اساتذہ کرام نے حق تدریس ادا کر دیا، یہ سب میرے والدین اور ان تمام اساتذہ کی تربیت اور دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ان سب کو بہترین اجر عطا فرمائے اور مجھے اور تمام اہل اسلام کو عملی مسلمان بنا کر، قرآن و سنت کی فہم و سمجھ اور دینِ اسلام سے محبت کرنے کی توفیق دے۔

آمین ثم آمین

مقدمہ

موضوعِ تحقیق کا پس منظر:

حیا ایک فطری انسانی و اخلاقی وصف ہے جو ہر انسان میں پیدائشی طور پر موجود ہے۔ ہر باشعور انسان کے اندر اپنے قابل ستر اعضاء کو چھپانے اور ڈھانپ کر رکھنے کی حیا فطری طور پر موجود ہے۔ خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ موجودہ دور میں مغربی میڈیا کے اثرات اور مغربی تقلید نے مسلمانوں کے اندر سے حیا کو ختم کرنے اور مسلم معاشرے کو بے حیائی کی طرف دھکیلنے میں ہر قسم کے اقدامات اپنائے۔ یہاں تک کہ آج ہر باعزت اور دین دار مسلم گھرانے میں بھی میڈیا، انٹرنیٹ اور موبائل کے ذریعے بے حیائی اور ناچ گانے کے اسباب و محرکات پہنچ چکے ہیں جس کی وجہ سے مسلم معاشرے میں اسلامی اقدار اور حیا کی اخلاقی قدر پست سے پست تر ہوتی جارہی ہے یہاں تک کہ موجودہ معاشرے میں جتنی بھی اخلاقی خرابیاں پیدا ہو رہی ہے وہ سب حیا کے فقدان کا سبب ہے۔ لہذا اس کے لئے ضروری ہے کہ موجودہ معاشرے میں حیا کو بطور اخلاقی قدر اجاگر کرنے، اور اس کے فقدان، اسباب و محرکات کو قرآن و سنت کی روشنی میں اجاگر کر کے بے حیائی کی روک تھام، اور حیا کے مقام اور تحفظ کی تدابیر کو فروغ دینے کی کوشش کی جائے۔ زیر نظر تحقیقی مقالہ میں اسی جہت پر کام کیا گیا ہے۔

موضوع کا تعارف:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر فطری خوبیوں سے مالامال کیا ہے اور ان خوبیوں میں سے "شرم وحیا" ایک بنیادی خوبی ہے۔ شرعی نقطہ نظر سے حیا اس صفت کو کہتے ہیں، جس کی وجہ سے انسان قبیح اور ناپسندیدہ اور عیب والے کاموں سے پرہیز کرتا ہے۔ دین اسلام نے شرم وحیا کی اہمیت کو خوب اجاگر کیا ہے تاکہ مؤمن باحیا بن کر معاشرے میں امن وسکون پھیلانے کا ذریعہ بنے۔ آپ ﷺ نے حیا کو سابقہ انبیاء کرام کی سنت اور دین اسلام کی بنیادی اخلاقی خوبی قرار دیا، حیا اور ایمان کا تعلق اسلام میں اتنا گہرا ہے کہ جس میں حیا نہ ہو، اُس کو آزاد قرار دیا کہ پھر وہ کچھ بھی کر سکتا ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِنَ الْاِیْمَانِ"[1]

"حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔"

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان وفضیلۃ الحیاء، حدیث: ۱۵۳، ص: ۱/ ۴۲

دین اسلام کی یہ امتیازی شان ہے کہ مرد وزن کے باہمی میل جول کیلئے حدود قائم کی ہیں۔ یہ حدود انسان کی عفت وعصمت، عزت وو قار کی محافظ ہیں۔ پاک باز لوگوں کے وجود سے ایک پاکیزہ معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ شرم وحیا ہی کی وجہ سے انسان کے قول وفعل میں حسن وجمال اور کشش ہے حتیٰ کہ باحیا انسان پروردگار عالم کے ہاں بھی مقبول ترین بن جاتا ہے، اس کا ثبوت قرآن مجید میں بھی ملتا ہے کہ جب حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی موسیٰ علیہ السلام کو بلانے آئی تو اس کی چال ڈھال میں جو شائستگی اور شرمیلا پن تھا اللہ تعالیٰ نے اسکا تذکرہ قرآن مجید میں فرمادیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِىْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ﴾[1]

لہذا مؤمن مرد وعورت جہاں کہیں بھی ہو، وہ باحیا ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ اسلام نے باحیا معاشرے کے قیام کیلئے مردوں کو الگ حکم دیا ہے اپنی نظروں کی حفاظت کا اور عورتوں کو الگ تاکہ یہ ایک دوسرے کی ہوس بھری نگاہوں سے محفوظ رہ سکیں۔

عصر حاضر میں انسان "روشن خیالی" کے اس تاریک دور سے گزر رہا ہے جہاں انسان اپنے دینی، روحانی اور لطیف جذبات کو بھول کر مادیت پرستی اور لذات وخواہشات بھری زندگی کو ہی اصل سمجھنے لگا ہے اور سمجھتا ہے کہ خواہش نفس پوری ہو خواہ جیسے بھی ہو، لہذا خواہش نفس اور جنسی خواہشات کو پورا کرنے کی دوڑ میں شرم وحیا کی صفت سے تہی دامن ہو چکا ہے۔ عریانی وفحاشی اور بے حیائی کے نت نئے راستے کھل چکے ہیں۔ ٹی وی، انٹرنیٹ، سوشل میڈیا وغیرہ جیسے شیطانی ذرائع ہیں جنہوں نے کفار کی ثقافت کو مسلمانوں کے گھروں تک پہنچا دیا ہے، آج کل کے نوجوان مسلمان ذکر اللہ، نماز، سجدوں کی لذت، حیا وتقویٰ، قیام اللیل کے شوق وعلم کے ذوق سے نا آشنا اور کفار کی تہذیب وتمدن اور میڈیا کی پھیلتی ہوئی بے حیائی اور گلیمر کی دنیا کا شدائی ہے۔ اسلام میں جہاں حیا کو بنیادی خوبی واخلاقی وصف قرار دیا ہے، مغرب نے شرم وحیا کو ایک بیماری قرار دیا ہے۔ حیا دین اسلام کی بنیادی خوبی و وصف ہے۔ دین اسلام میں ہمیشہ سے معاشرے میں حیا کے فروغ واحیاء پر زور دیا ہے، جس کا ثبوت ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے ملتا ہے کہ حیا وہ سنت ہے جو سابقہ شریعتوں سے ہی اسلام میں نقل ہوئی جو یہ ہے کہ:

" إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ "[2]

"جب تم حیا نہ کرو تو جو چاہے کرو۔"

---

[1]۔ القصص: ۲۸/ ۲۵

[2]۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الحیا، حدیث: ۴۱۸۳، ص: ۵/ ۲۵۷

موضوع تحقیق کی اہمیت:

کسی بھی معاشرے میں امن وامان اور عدل وانصاف کا ماحول پیدا کرنے میں معاشرے کا ہر قسم کی اخلاقی برائیوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔ دین اسلام کا یہ امتیازی وصف ہے کہ معاشرے میں مرد وزن کے میل جول اور ہر عمل میں حیا کو بنیادی اخلاقی وصف قرار دیا ہے اگر معاشرے میں حیا کو اسلامی تعلیمات اور تربیت اخلاق سے اجاگر کیا جائے تو ہر قسم کی برائیوں پر کنٹرول حاصل کیا جاسکتا ہے۔

پس نیکی، بھلائی اور اچھے کام کی بنیاد حیا پر ہے اور نیک اعمال اور اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنا صرف اور صرف حیا کے ذریعے ممکن ہے۔

مقالہ ہذا میں مسلم معاشرے میں حیا کو بطور اخلاقی وصف اجاگر کرنے اور بے حیائی کے اسباب و محرکات کی نشاندہی اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان سے بچاؤ میں رہنمائی فراہم کرنے کی ایک کاوش ہے۔

موضوع تحقیق کا بنیادی مسئلہ، تحقیقی سوالات:

عصر حاضر میں بہت سے ایسے غیر اسلامی اثرات ہیں جو ہندو تہذیب کے زیر اثر مسلمانوں کی زندگی کا حصہ بن چکے ہیں، انہی اقدار میں سے ایک بنیادی قدر عفت و عصمت ہے جس کی اساس فطرت انسانی میں موجود شرم وحیا کے بنیادی تصور پر رکھی گئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہی وہ مقام ہے جہاں اہل مغرب نے سب سے بڑی ٹھوکر کھائی ہے۔ ان کے فکر وفلسفہ، علم وفن، تہذیب وتمدن، معیشت ومعاشرت، رسوم ورواج غرض یہ کہ زندگی کے ہر میدان میں اس ٹھوکر کے اثرات بالکل واضح نظر آتے ہیں۔ بدقسمتی سے اب جبکہ ہمارے معاشرے کا ہر فرد براہ راست ان کی تہذیب کی زد میں ہے، عفت وعصمت اور شرم وحیا پر مبنی ہماری اقدار وروایات کمزور پڑتی جارہی ہیں، جدید ذرائع ابلاغ، میڈیا، کیبل اور انٹرنیٹ اور مخلوط معاشرت وغیرہ کے ذریعے سے ہماری تہذیب ومعاشرت اور نوجوانوں کے دل ودماغ میں بے حیائی اور جنسی بے راہ روی پر مبنی مغربی اقدار اور فکر وفلسفہ خاموشی سے سرایت کر رہا ہے، چنانچہ یہ تحقیقی مقالہ اسی پس منظر میں لکھا گیا ہے کہ شرم وحیا ایک فطری انسانی جذبہ اور عفت وعصمت ایک بنیادی مذہبی قدر ہے۔ لہٰذا مغرب کا کوئی ایسا اثر ہمیں قبول نہیں کرنا چاہیے جو ہماری اس بنیادی قدر کے خلاف ہو۔

زیر تحقیق موضوع کے بنیادی سوالات درجہ ذیل ہیں۔

۱۔ حیا کا اسلامی تصور اور مقام ومرتبہ کیا ہے؟

۲۔ موجودہ معاشرے میں بے حیائی کے بنیادی اسباب و محرکات کون کون سے ہیں اور انسانی اعمال پر ان کے کیا منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں؟

۳۔ حیا کو معاشرے میں بطور اخلاقی قدر و وصف اجاگر کرنے کی ضرورت کیوں ہے اور اس کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں؟

۴۔ قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں موجودہ معاشرے میں پھیلتی ہوئی بے حیائی کا روک تھام کیسے کیا جا سکتا ہے؟

اہداف ومقاصدِ تحقیق:

موضوع زیر بحث کے مقاصد درج زیل ہیں:

۱۔ حیا کو معاشرے میں بحیثیت اخلاقی قدر بیان کرنا

۲۔ معاشرے میں بے حیائی کے بنیادی اسباب و محرکات کی نشاندہی کرنا۔

۳۔ حیا کے فقدان کا انسانی اعمال و کردار پر منفی اثرات کا جائزہ

۴۔ حیا کے فروغ کے لیے اسلامی اقدامات وتعلیمات کا جائزہ

۵۔ قرآن وسنت کی روشنی میں معاشرے میں حیا کو بحیثیت اخلاقی قدر اجاگر کرنے کی تدابیر اور ذرائع بیان کرنا

موضوع تحقیق کے مفروضات:

☆ موجودہ دور میں حیا کی کمی اور بے حیائی وفواحش کا عام ہونا تمام معاشرتی اور اخلاقی برائیوں کا نتیجہ ہے۔

☆ مسلم معاشروں اور عصرِ حاضر میں مسلمانوں کے کردار میں حیا کی کمی، فواحش کا بڑھ جانا اسلامی تعلیمات سے دوری کا نتیجہ ہے۔

☆ بے حیائی کے عام ہونے، حیا کے اخلاقی وصف سے عاری بننے والے اس دور کے مسلمانوں کی اخلاقی پستی کا سبب دین سے دوری کے ساتھ ساتھ جدید ٹیکنالوجی کا غلط استعمال اور مغربی قوتوں کی یرغمال کا نتیجہ ہے۔

☆ مخلوط معاشرت کا عام ہونا، حکومتی و تعلیمی اداروں، ماحول، والدین اور دوست واحباب کے تربیت اولاد کی سستی کے اثرات کا بھی اس میں عمل دخل شامل ہے۔

☆ اس تحقیق کے نتائج کی روشنی میں درست ترین فریضہ تحقیق کی نشاندہی کی جائے گی۔

مجوزہ موضوع پر ما قبل تحقیق:

❖ حیاء کا اسلامی تصور، مقالہ نگار فوزیہ راٹھور (ایم اے لیول)، نگران مقالہ پروفیسر ڈاکٹر امان اللہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۸۶ء

اس موضوع سے متعلق تحقیقی سطح پر صرف یہ ایک ملتا جلتا مقالہ ملتا ہے جو پنجاب یونیورسٹی لاہور کی طلبہ فوزیہ نے لکھا، لیکن مقالہ ہذا اس تحقیق کے مقابلے میں بلکل نئی جہت لیے ہوئے ہے-اس میں نہ صرف حیا کا اسلامی تصور شامل ہے بلکہ اسلام میں حیا کی ضرورت و اہمیت اور مسلم معاشرے میں حیا کو اخلاقی قدر اور خصوصاُ موجودہ مسلم معاشرے میں بے حیائی کے اسباب و محرکات کا تنقیدی جائزہ اور حیا کو بحیثیت اخلاقی قدر اجاگر کرنے کی تدابیر پر تحقیقی اور تجزیاتی نقطہ نظر سے کام کیا گیا ہے۔

نظری دائرہ کار:

حیا کا اسلامی تصور اور شریعت میں بطور اخلاقی قدر، حیا کا تاریخی پس منظر کا مطالعہ، انسانی اعمال و کردار میں حیا کا کردار، موجودہ معاشرے میں بے حیائی کا موجب بننے والے بنیادی اسباب و محرکات، ان کے منفی اثرات اور حیا کے احیاء و فروغ کو اجاگر کرنے کی تدابیر اور ذرائع کا مطالعہ۔

پس منظری مطالعہ:

علمائے کرام نے اکثر اسلامی کتب میں ذیلی عنوان کے طور پر حیا کا ذکر کیا ہے جن میں حیا کی اہمیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہیں۔ لیکن ان کے برعکس مغربی مفکرین میں حیا پر کوئی کام نہیں۔

مسلمان مصنفین میں سے کئی نے اس حوالے سے کام کیا ہے جس میں بنیادی کتب درج ذیل ہیں:

۱۔ مولانا پیر ذولفقار احمد نقشبندی، "شرم و حیا"، اس میں حیا کا قرآن اور احادیث میں تذکرہ اور بے حیائی کے مختلف اقسام اور محرکات بیان کئے ہیں۔

۲۔ مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی، "حیا اور پاکدامنی"، اس میں بھی تفصیل سے حیا اور اس کے حصول و ذرائع قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کی ہیں۔

۳۔ مولانا ابوبلال محمد الیاس، "پردے کے بارے میں سوال وجواب"، اس میں بے حیائی کے محرکات، بد نظری اور اس کے نقصانات پر لکھا ہے۔

۴۔ مفتی محمد سلیمان منصور پوری، "اللہ سے شرم کیجئے" ان سب کتب میں حیا کے اسلامی تصور اور اسباب اور فضائل کو بیان کیا گیا ہے۔

۵- مولانا محمد یحییٰ انصاری، " حیا اور پردہ"، اس کتاب میں مصنف نے حیا اور پردے کے اسلامی نقطہ نظر سے ضرورت واہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ لیکن ریسرچ فیلڈ میں بطورِ تحقیق موجودہ معاشرے میں بے حیائی کے محرکات، ان کے اثرات اور سد باب کا کہیں بھی بیان نہیں ہے۔ جو کہ مقالہ ہذا کا اصل مقصد اور موضوع ہے۔

اس مقالے میں شامل کردہ قرآنی آیات کا ترجمہ لکھنے میں درج ذیل متر جم و تفاسیر کی مدد لی گئی ہیں:

۱- تفسیرِ عثمانی، مولانا شبیر احمد عثمانی، پاک کمپنی، لاہور، یکم دسمبر ۱۹۹۹ء

۲- معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ادارہ معارف القرآن، کراچی، ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

۳- قرآن حکیم کامل، مولانا سید شبیر احمد، قرآن آسان تحریک، لاہور، نومبر ۲۰۱۶ء

اسلوب و منہج تحقیق:

مقالہ ہذا کی تحقیق کے لئے درج ذیل اسلوب اور لائحہ عمل اختیار کیا گیا۔

۱۔ مقالہ کی تحقیق کے لئے بیانیہ طریقہ کو اپنایا گیا۔

۲۔ قرآن و سنت میں حیا کی ضرورت و اہمیت کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

۳۔ موضوع سے متعلقہ تمام کتب سے بغیر کسی تفریق کے استفادہ حاصل کیا گیا ہے۔

۴۔ اپنے نگران مقالہ کی ہدایت کو پیش نظر رکھا گیا۔

۵۔ موضوع کو عصر حاضر کے ساتھ موافقت اور عصر حاضر کی حالت اور حیا سے متعلق مسائل اور جدید مواد کو بھی شامل کیا گیا

۶۔ حوالہ جات اور دیگر طریقہ تحقیق میں یونیورسٹی کے فارمیٹ پر عمل کیا گیا۔

۷۔ اسلام آباد کی معروف لائبریریوں سے بھرپور استفادہ کیا گیا۔

۸۔ جدید تحقیق کے ذرائع انٹرنیٹ اور اسلامی سافٹ ویئرز سے بھی استفادہ کیا گیا۔

ابواب بندی

باب اول: حیا کا تعارف اور اسلام میں اس کا مقام و مرتبہ

باب دوم: عہد نبویؐ میں حیا کے تحفظ کے لیے ترغیبی پہلو و تعلیمات

باب سوم: موجودہ معاشرے میں بے حیائی کے بڑھتے ہوئے رجحانات، اسباب، محرکات

باب چہارم: حیا کو بحیثیت اخلاقی قدر اجاگر کرنے کی تدابیر

ذیلی ابواب

باب اول: حیا کا تعارف اور اسلام میں اس کا مقام و مرتبہ

فصل اول: تعارف و مفہوم

فصل دوم: سابقہ شریعتوں میں حیا کی تعلیمات

فصل سوم: قرآنی تعلیمات میں حیا کا تذکرہ

فصل چہارم: حیا کی اقسام اور تقاضے

باب دوم: عہد نبویؐ میں حیا کے تحفظ کے لیے ترغیبی پہلو و تعلیمات

فصل اول: احادیث نبویہ میں حیا کا ترغیبی پہلو و تعلیمات

فصل دوم: سنت نبوی سے بے حیائی کی مذمت و ممانعت

فصل سوم: احیائے حیا کے عملی اقدامات و تعلیمات

فصل چہارم: صحابہ کرام اور سیرتِ صحابیات سے حیا کی ترغیب

باب سوم: موجودہ معاشرے میں بے حیائی کے بڑھتے ہوئے رجحانات، اسباب، محرکات

فصل اول: ذرائع ابلاغ کا غلط استعمال اور حیا پر اس کے منفی اثرات

فصل دوم: بد نظری اور حیا پر اس کے اثرات کا جائزہ

فصل سوم: فیشن اور جدت لباسی کے حیا پر اثرات

فصل چہارم: مخلوط کلچر کے حیا پر اثرات

باب چہارم: حیا کو بحیثیت اخلاقی قدر اجاگر کرنے کی تدابیر
فصل اول: عبادات، تزکیہ نفس اور تقویٰ
فصل دوم: تربیت اور قرآن و سیرت
فصل سوم: حکومتی اور تعلیمی اداروں کی خدمات
فصل چہارم: فحاشی و بے حیائی کے اسباب کی روک تھام

Abstract

Status of Modesty according to Islamic values
And its protection mechanism

Allah has created humans as the ‘best of beings’ and thereby blessed them with lots of inherent virtues. Modesty is one such virtue and perhaps the most fundamental one. From an Islamic jurisprudence perspective modesty is defined as the natural disposition of humans to dislike bad deeds. Islam has highlighted the importance of modesty so that Muslims become a source of peace and tranquillity for the society. Modesty is so fundamental to Islam that it is imperative on every Muslim to practice it whatever the circumstances might be. This article investigates the role of modesty among other Islamic values and also discusses mechanisms to protect it amongst society.

Misuse of internet and other electronic media, fashion industry, free mixing between men and women, all are influencing modesty in a very negative way and thereby contributing to a culture of shamelessness. In today’s world the misuse of electronic media and western media are negatively influencing Muslims and are trying hard to force modesty out Muslims and their society, at any cost. So much so, that even a well-respected and religious Muslim families are using media and internet improperly in their households. People can easily access shameless material and because of this the importance of Islamic values and modesty are losing their importance. If you look at our situation from a research point of you can see that most of our problems from a moral point of view are due to the lack of modesty in our society. Thus it should be our number one concern to give importance and attention to modesty. We can stop the drainage of modesty from Muslims and play a role in protecting this from happening only through the guidance of Quran and Sunnah. This research work is an effort in this direction.

باب اوّل

حیا کا تعارف اور اسلام میں اس کا مقام و مرتبہ

فصل اول

تعارف و مفہوم

حیا کی لغوی تحقیق:

حیا ارباب لغت کی نظر میں ایک اصل اور مصدر ہے،اس کے مادے اور اصل کے بارے میں مختلف نظریے پائے جاتے ہیں چونکہ یہ مصدر ہے اس لئے جب تک اس کا اصل اور مادہ معلوم نہ ہو،اس کا معنی واضح نہیں ہو گا۔حیا کے لغوی معنیٰ اور مفہوم مختلف لغات میں یوں بیان ہوئے ہیں:

ابن منظور[1] نے لکھاہے:

حیا کا معنی لغت میں "شرم وندامت" کے مفہوم میں ہے اور اس کی ضد بے حیائی (فاحشہ) ہے۔"اور حیی سے حیاء اور استحیا واستحی (بمعنیٰ شرم وحیا)

یہ وہ صفت ہے جو انسان کو اللہ کی نافرمانی اور ان منکرات وفواحش سے روکتی ہے جو گناہ ومعاصی کا سبب بنتے ہیں اور ایمان کی حفاظت اور بقا کا باعث بنتی ہے۔[2]

المعجم الوسیط میں ہے:

لفظ "الحیا" بمعنیٰ الخصب (زرخیر، قابلِ کاشت بنانا) جبکہ الحیاء (ہمزہ کے ساتھ) بمعنیٰ سنجیدگی ہے۔[3]

مصباح اللغات میں حیا کے لغوی معنیٰ:۔

الحیاء بمعنی بارش، کسی چیز سے منقبض ہونا اور ملامت کے خوف سے چھوڑنا۔[4]

بیان اللسان میں حیا کی لغوی تحقیق یوں ہے:

حیا بمعنی فراخی حال اور مادہ کی شرم گاہ۔[5]

۱- ابن منظور کا پورا نام ونسب محمد بن مکرم بن علی بن احمد بن منظور الانصاری الافریقی المصری الخزرجی جمال الدین ابو فضل ہے، پیدائش ۱۲۳۰ بمطابق ۶۳۰ھ قاہرہ میں ہوئی، لغت، شعر و ادب کی تعلیم قاہرہ میں پائی۔ دیوان انشاء میں ملازم ہوئے بعد میں طرابلس کے قاضی بنائے گئے، وفات ۷۱۱ھ قاہرہ میں ہوئی، لسان العرب عربی زبان میں سب سے جامع مستند اور ضخیم لغت ہے جو بیس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

۲۔لسان العرب، علامہ ابی الفضل جمال الدین محمد بن مکرم (ابن منظور) دارالبیروت، لبنان، ۱۴۱۴، ص:۱۰۸۰

۳۔المعجم الوسیط، احمد حسن الزیاد، دارالدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۴۲۵ھ، ص:۲۱۳

۴-مصباح اللغات، مولانا عبدالحفیظ بلیاوی، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱۹۹۹ء، ص:۱۸۷

۵۔بیان اللسان، قاضی زین العابدین، دارالاشاعت، کراچی، س ن، ص:۲۴۳

امام راغب اصفہانی[1] اور علامہ جرجانی[2] نے حیا کی تعریف قریب قریب الفاظ کے ساتھ کچھ یوں کی ہے، جو بہت جامع وواضح ہے:

"وَالحَيَاء اِنقِبَاض اَلنفسِ عَنِ القَبَائحِ وَتركه"[3]

ترجمہ: "حیاسے مراد نفس کو قبائح (برائی) سے روکنا اور اس کا ترک کرنا ہے"۔

خلیل بن احمد فراھیدی[4] کے مطابق: حیا کا ریشہ ومادہ (ح ی و) ہے۔ اس کے دو معانی ہیں: ایک معنی اس کا "شرم" ہے، جس کا متضاد بے شرمی، دوسرا معنی: زندگی ہے جو کہ موت کے مقابلے میں ہے۔[5]

ابن فارس[6] نے بھی قریب قریب الفاظ میں بیان کیا ہے کہ: حیا مصدر ہے (ح، ی، ی) کا اور اس کے دو معنی ہیں، حیا کا پہلا معنی زندگی کے ہے، دوسرا معنی، شرم ہے۔[7]

امام نووی[8] نے علت ذکر کی ہے کہ اگر مد کے ساتھ حیا استعمال ہو تو اس کا معنی شرم اور اگر مد کے بغیر ہو تو بارش ہے، حیا اور شرم انسان کے قلب اور روح کو زندہ کرتا ہے، جس طرح بارش بنجر زمین کو زندگی بخشتی ہے اس لئے دونوں معانی کا ریشہ اور مادہ حیات، یعنی زندگی ہے۔[9]

۱۔ علامہ راغب اصفہان کا پورا نام ابو القاسم حسین بن محمد بن مفضل بن محمد ہے، اصفہان میں ۱۱ صدی بمطابق ۵۰۲ھ میں پیدا ہوئے جس کی نسبت سے امام راغب اصفہانی کے نام سے مشہور ہے، زندگی کا اکثر حصہ بغداد اور اصفہان میں گزارا، بہت مشہور فقیہ، مفسر اور لغوی تھے، وفات ۱۱۰۸ء بغداد میں ہوئی۔

۲۔ علی بن محمد بن علی، المعروف شریف الجرجانی الحسینی الحنفی ہے، علامہ جرجانی ایک فلسفی اور عربی زبان کے بہت بڑے عالم تھے، پیدائش ۷۴۰ھ اور وفات ۸۱۶ھ سمر قند میں ہوئی۔

۳۔ المفردات فی غریب القرآن، امام حسین بن راغب اصفہانی، کارخانہ تجارت، کراچی، ۵۰۲ھ، ص: ۵۰۱

۴۔ ابو عبد الرحمٰن خلیل ابن احمد الفراھیدی البصری کی پیدائش ۷۱۸ھ عمان میں ہوئی، آپ کو علم عروض کا بانی کہا جاتا ہے، اور ماہرِ لغت وموسیقی تھے، وفات بصرہ میں ۷۹۰ھ کو ہوئی، کتاب العین اور کتاب النغم کے مؤلف ہے۔

۵۔ کتاب العین، حلیل ابن احمد فراھیدی، دار الھجرۃ، ایران، ۱۴۰۵ق، ص: ۳/۳۱۷

۶۔ ابن فارس کا پورا نام أبو الحسين أحمد بن فارس بن زكريا القزويني الرازي ہے، پیدائش ۳۲۹ھ اور وفات ۳۹۵ھ ہے، بہت سے تصانیف لکھی جن میں مشہور معجم الوسیط ہے۔

۷۔ معجم مقابیس الغۃ، احمد بن فارس، دار الفکر، البیروت، ۲۰۰۹، ص: ۲/۹۷

۸۔ امام نووی پورا نام، ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی ہے، ولادت محرم الحرام کے درمیانی عشرے میں ۶۳۱ھ میں دمشق ے علاقے حوران سے متصل ایک بستی نوا میں ہوئی، بہت بڑے علامہ، فقیہ، محدث اور مصنف تھے، ۶۷۶ھ میں وفات ہوئی۔

۹۔ تھذیب الاسماء والغات، علامہ محی الدین بن شرف، المعروف امام النوی، دار الکتب العلمیہ، البیروت، ۲۰۰۸، ص: ۳/۷۹

علمی اردو لغت میں حیا کی تین بنیادی معانی:

علمی اردو لغت میں تین معانی "شرم، عزت اور حجاب" ہیں۔[1]

حیا مصدر ہے اور "ح، ی، ی" اس کا مادہِ اصل ہے پھر اسی سے استحیاء بمعنیٰ شرم و حیاء اور حی (زندہ) اور حیاۃ (زندگی) ہیں۔

صاحبِ قاموس (مولانا وحید الزمان کیرانوی) نے الحیاء کی لغوی معنیٰ "شرم، وقار اور سنجیدگی" جیسے الفاظ میں بیان کی ہے۔[2]

انگریزی میں حیا کو "Modesty" کہا جاتا ہے جو آکسفورڈ ڈکشنری میں بمعنی تواضع، حیا، اعتدال اور احسان بیان ہوئے ہیں۔[3]

حیا کا اصطلاحی مفہوم اور اسلامی تصور:

اصطلاحاً حیا سے مراد وہ وصف ہے جس کی بدولت انسان غیر معروف اور عیب دار امور سرانجام دینے میں انقباض یعنی رکاوٹ اور ذات کے اندر ضمیر اور نفس میں گھٹن محسوس کرتا ہے۔ جیسا کہ علامی مہدی نے حیا کی اصطلاحی تعریف میں لکھا ہے:

"وَهُوَ اِنحِصَار النفسِ وَ انفِعالَها مِن اِرتكاَب المحرَمات الشَرِعيةِ أولعَقلِيةِ والعَادَيَة حذرًا مَن الذَمِ وَاللَومِ ، وَهُوَ اَعم مِن التقوى"[4]

ترجمہ: "اپنے نفس کو شرعی، عقلی اور عرفی محرمات سے بچانے کا نام حیا ہے تاکہ لوگوں کی مذمت اور ملامت سے بچا جاسکے اور یہ فضیلت کے دائرے کے اعتبار سے تقوی سے عام ہے۔"

چنانچہ جو شخص بھی اس وصف کا مالک ہوگا، اس کی عزت بھی محفوظ رہتی ہے اور وہ نفسِ مطمئنہ والی پرسکون زندگی گزارتا ہے۔ جبکہ حیا نہ ہونے کی وجہ سے گناہ و معاصی والی زندگی کی رغبت بڑھتی چلی جاتی ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ذلیل ہو جاتا ہے اور لوگوں کے سامنے بھی رسوا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اپنے نفس میں بھی اس کی عزت باقی نہیں رہتی۔

۱۔ علمی اردو لغات، وارث سرہندی، علمی کتب خانہ لاہور، ج، دوم، فروری ۱۹۷۹ء، ص: ۶۵۸

۲۔ القاموس الوحید، مولانا وحید الزمان، ادارہ اسلامیات، لاہور، س ن، ص: ۴۰۱

۳۔ قاموس آکسفورڈ المحیط انجلیزی و عربی، جویس، ھوکنز، جون وستون، محمد بندوی، بیروت۔ لبنان، س ن، ص: ۶۸۲

۴۔ جامع السعادات، محمد مہدی نراقی، دار نشر اسماعیلیاں، ایران، ۱۴۲۸ھ، ص: ۴۶/۳

مخصوص اسلامی اصطلاح میں حیا سے مراد وہ شرم ہے جو کسی امرِ منکر کی جانب مائل ہونے والا انسان خود اپنی فطرت کے سامنے محسوس کرتا ہے یہ وہ قوت ہے جو انسان کو فحاشی اور منکرات کا اقدام کرنے سے روکتی ہے۔اگر وہ جبلتِ حیوانی کے غلبہ میں آکر کوئی برا فعل کر بھی لے تو یہی چیز اس کے دل میں کھٹکے گی اور ندامت محسوس ہو گی،یعنی جس کام میں عیب ہو،برائی وشر مندگی اور ذلت ورسوائی کا باعث ہو یا جو عرف میں معیوب امور کہلاتے ہیں،ان سب قبائح سے روکنے والی کیفیت اور وصف کو حیا کہتے ہیں۔حیا سے مراد وہ عاجزی اور طبیعت کا تغیر و تبدل ہے جو انسان کو ہر معیوب کام کے خوف سے لاحق ہوتا ہے،بے شمار ایسے گناہ اور برائیاں ہیں جن کے ارتکاب میں صرف حیا ہی حائل ہے۔ہر نیک اور شریف انسان کی شرافت اور وقار کا باعث حیا کی صفت ہے۔[1]

حیا اسلام کا وہ وصف ہے جو کسی بھی ناپسندیدہ عمل سے گریز کرنے میں ایمان والوں حوصلہ افزائی کرے۔حیا کا مسلمانوں کی زندگی میں بہت اہم کردار ہے،یہ ہمارے ایمان کا بہت اہم حصہ ہے۔اگر ہم میں کسی قسم کی بھی حیا نہیں تو ایمان پر اس کا اثر ہو گا اور ایمان کمزور ہو گا۔چنانچہ اسلام کی اخلاقی تعلیم و تربیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ حیا کے اسی چھپے ہوئے مادے کو فطرتِ انسانی کی گہرائیوں سے نکال کر علم و فہم اور شعور کی غذا سے اس کی پرورش کرتی ہے اور ایک مضبوط خاصہ اخلاقی بنا کر نفسِ انسانی میں ایک کوتوال کی حیثیت سے متعین کر دیتی ہے۔[2]

دینِ اسلام دینِ فطرت ہے۔یہ حیا اور پاک دامنی کی زندگی کو پسند کرتا ہے اور بے حیائی اور فحاشی کی شدید مذمت کرتا ہے۔اس کے برعکس غیر مسلم معاشرے میں حیا ایک بیماری ہے۔یورپی معاشرے کے نزدیک "Shyness is Sickness" شرم ایک بیماری ہے،جبکہ دینِ اسلام نے اسی سے ایک صنعت قرار دیا، ان کے نکتہ نظر کے پیش نظر ماہرین نفسیات اپنے مریضوں کو اس پر قابو پانے کی تدابیر سکھاتے ہیں۔(کیونکہ یورپی معاشرہ میں ہر قسم کی جھجک (شرم وحیا) کو بیماری سمجھا جاتا ہے۔)

مختلف معاشروں میں مختلف اقدار کے حوالے سے شرم و جھجک کے معانی کے برخلاف اسلام میں حیا کی اصطلاح ایک انتہائی پسندیدہ خصلت کی جانب رہنمائی کرتی ہے،جو گناہوں اور برائیوں (منکرات) سے روکتی ہے۔یہ تکلیف و درد کا وہ احساس ہے جو گناہ کا ارادہ کرنے کی اوّلین لہر کے آتے ہی ذہن میں جاگ اٹھتا ہے اور اس کے ساتھ ایک مسلمان کے ذہن میں اس منفرد اصطلاح کے ساتھ اس سے منسلک پاکیزہ اسلامی تصورات بھی جاگ اٹھتے ہیں۔

۱۔کتاب وسنت کی روشنی میں حیا کا مقام، شیخ ابو اسامہ سلیم بن عبد الهلالی،(محمد اسلم حنیف)،الفاروق پبلی کیشنز شارع الفاروق۔رحیم یار خان، سن ن، ص:۵

۲۔پردہ، سید ابو الاعلیٰ مودودی، اسلامک پبلی کیشنز (پرائیوٹ) لمٹیڈ، اپریل ۲۰۱۴ء، ص:۲۱۰

اسلامی معاشرہ و اقدار میں حیا وہ بنیادی پتھر ہے جس پر اعمال کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ یہ اسلامی اقدار کا وہ بنیادی ستون ہے کہ اس کے گرنے سے عمارتِ اسلام منہدم ہو جاتی ہے۔ حیادار انسان کو زندہ اور بے حیا انسان کو مردے کے مانند قرار دیا گیا ہے، لہٰذا جب تک انسان اپنے دل اور روح کی مرمت اور فکر کرتا رہے گا، اتنی ہی حیا کامل ہوتی جائے گی اور جب دل اور روح کی موت واقع ہو جائے تو حیا میں کمی آجاتی ہے۔ یہی وہ وصف ہے جو ارتکاب معاصی میں حائل ہو کر انسان کو قبائح و منکرات سے روکتا ہے اور حق دار کا حق تلف کرنے سے منع کرتا ہے۔ اگر کسی انسان میں حیا کی صفت ہو گی تو اتنی ہی زیادہ اس میں گناہوں سے بچنے کی قوت ہو گی اور اگر حیا ماند پڑ جائے تو گناہوں کی قوت غالب آجاتی ہے۔

فصل دوم

سابقہ شریعتوں میں حیا کی تعلیمات

حیا قدیم کلام نبوت اور سابقہ شریعتوں کی سنت ہے، یہ وہ فطری جذبہ اور خصلت انسانی ہے جو پیدائشی طور پر بنی آدم میں پایا جاتا ہے۔ اس بارے میں احادیث مبارکہ میں بھی موجود ہے جس میں واضح فرمایا گیا کہ لوگوں کو سابقہ انبیاء کرام سے جو باتیں ملی ہیں تو اس سنت کے مطابق جب کسی کے کردار سے حیا اٹھ جائے تو وہ کوئی بھی گناہ یا غلط کام کرنے میں آزاد ہو جاتا ہے۔ یہ انسانی تہذیب کے ارتقاء کا حسن ہے اور انسانی تہذیب کی سب سے بڑی علامت ہے اور یہی تمام سابقہ شریعتوں، مذہبوں اور انبیاء کرام کی سنت ہے۔ پس ارشاد فرمایا:

(("إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلاَمِ النُّبُوَّةِ الأُولَى: إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَع مَاشِئْتَ"))[1]

"بلاشبہ قدیم کلام نبوت میں سے جو کچھ لوگوں نے حاصل کیا وہ یوں ہے کہ "جب تم میں حیا نہ رہے تو جو تو چاہتا ہے کر"

اس حدیث مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ جس انسان میں حیا باقی نہ رہے تو اس کے لیے کوئی بھی برا فعل کرنا آسان ہو جاتا ہے گویا وہ آزاد ہو جاتا ہے برائی اور اچھائی کی قید سے، یعنی حیا ہی انسان کے حسن اخلاق اور منکرات سے دور رہنے کا سبب ہے۔

حیا شریعت کا جزو لاینفک ہے اور ہر الہامی مذہب کے کردار کا وہ لازمی حصّہ ہے کہ اس بشری خاصیت کا اقرار حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی پاک ﷺ تک ہر پیغمبر نے نقل کیا ہے۔ جیسا کہ اس روایت میں بھی فرمایا کہ گذشتہ انبیاء کی تعلیمات میں سے جو کچھ لوگوں نے حاصل کیا ہے وہ کلام (حیا) ہے، کہ جب تو حیا نہ کرے تو جو چاہے کر تا رہے۔ حیا، شرم اور ستر و حجاب صرف انسانی جذبہ ہے جو جانوروں اور انسانوں میں فرق کرتا ہے، اگر انسانی ارتقاء کا جائزہ لیا جائے تو ابن آدم کی تخلیق سے ہی حیا کا وجود جڑا ہوا ہے۔

قصّہ آدم علیہ السلام واماں حوا کے حوالے سے حیا کا تذکرہ

حیا کی اہمیت کا اندازہ حضرت آدم علیہ السلام اماں حوا کہ ابتدائی مذہب اور پیدائش اور جنت سے نکالے جانے کے ساتھ آغاز شریعت ہی میں واضح ہے کہ شیطان نے جو سب سے پہلا وار بہکانے کا حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا پر کیا تھا وہ ان کی حیا پر تھا، جس کے نتیجے میں وہ بے لباس ہو گئے اور شدت حیا کے باعث اپنے جسم کو جنت کے درختوں کے پتوں سے ڈھانپنے کی کوششیں کرنے لگے۔ یعنی شرم و حیا کا مادہ فطری طور پر ہی فوراً انسان میں

۱۔ صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل، دارالسلام، ریاض، ۱۴۱۶ھ، کتاب الادب، حدیث نمبر: ۶۱۲۰، ص: ۱۰۶۷

ودیعت کر دیا گیا تھا اور اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ ایک دوسرے سے ستر چھپانے کی کوشش اور شرم وحیا کی شدت محسوس کرنے لگے۔[1]

اس واقعہ کو قرآن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یوں بیان فرمایا:

﴿فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾[2]

"اس طرح اس نے دونوں کو دھوکہ دے کر نیچے اتار ہی لیا چنانچہ جب دونوں نے اس درخت کا مزہ چکھا تو ان دونوں کی شرم گاہیں ایک دوسرے پر کھل گئیں اور وہ جنت کے کچھ پتے جوڑ جوڑ کر اپنے بدن پر چپکانے لگے اور ان کے پروردگار نے انہیں آواز دی کہ: کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے روکا نہیں تھا اور تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے۔"

اس واقعے سے یہ پتا چلتا ہے کہ انسان جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو شیطان سب سے پہلے اس کی حیا پر وار کرتا ہے تاکہ انسان کو گمراہ کرنے کا راستہ آسان ہو جائے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حیا کا جذبہ فطری طور پر آدم وحوا کے اندر موجود تھا۔ اور یہ جذبہ ہر ابن آدم کے اندر فطرت کی طرف سے یکساں موجود رہتا ہے۔ پھر انسان پر یہ منحصر ہے پھر چاہے وہ اس کو دبا کر کم کر دے یا وہ اس کی ایسی حفاظت کرے کہ وہ کامل طور پر اس کے اندر موجود ہو۔[3]

حیا وہ فطری جذبہ اور خصلت ہے کہ اگر یہ اٹھ جائے تو گناہ اور بدی کا تصور ختم ہو جاتا ہے۔ اور خیر وشر کے درمیاں فرق نہیں رہتا۔ حیا ہی انسانیت اور مہذب قوم کی بنیادی خوبی اور اخلاقی وصف ہے اور اس پر اعمال صالحہ کی بنیاد ہے۔

قوم لوط علیہ السلام کی بے حیائی پر عذاب اور تباہی:

گذشتہ اقوام کی تباہی کی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ گناہ کو مل کر اجتماعی طور پر کیا کرتے تھے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کا ہر عذاب بہت بڑا ہے لیکن سب سے سخت ترین عذاب قوم لوط پر آیا۔ جو اجتماعی بھی تھا اور انفرادی بھی۔ اس قوم کے

۱۔ حفظ حیا اور کنواری لڑکیاں، ام عبد منیب، مشربہ علم وحکمت، دار الشکر، لاہور، س ن، ص:۱۰

۲۔ سورۃ الاعراف: ۷/ ۲۲

۳۔ حفظ حیا اور کنواری لڑکیاں، ام عبد منیب، ص:۱۱

دیگر جرائم کے ساتھ بڑا جرم یہ بھی تھا کہ وہ شرم وحیا سے عاری ہو چکے تھے۔ اور بے حیائی کے کام سر عام محفلوں میں کیا کرتے تھے۔ قوم لوط کے لوگوں کی گفتگو، حرکات وسکنات، اشارات و کنایات، اور ان کے محلے و بازار سب کے سب فحاشی و عریانی، اور بے حیائی و برائی کا مرقع تھے اور ایسی بے حیائی و اخلاقی اقدار سے انحراف ہی کے باعث سخت ترین عذاب کے مستحق ٹھہرے۔[1]

قوم لوط کی سب سے بڑی بے حیائی اور برائی یہ تھی کہ ہم جنس پرستی میں مبتلا تھی، شرک وبت پرستی کے بعد جس فعل پر ان کی سخت پکڑ ہوئی وہ یہی بے حیائی تھی۔ جس پر حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو دعوت توحید پیش کی۔ برائیوں اور بے حیائی سے اجتناب کرنے کی تلقین کی۔ اور اس گھناؤنی برائی (ہم جنس پرستی) کی سخت ترین الفاظ میں مذمت کی۔ جس کا ذکر قرآن میں آتا ہے کہ لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

﴿اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِيْنَ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ﴾[2]

"کیا تم اس بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا جہان کے کسی شخص نے نہیں کی؟ تم جنسی ہوس پوری کرنے کے لیے عورتوں کے بجائے مردوں کے پاس جاتے ہو۔ (اور یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں) بلکہ تم ایسے لوگ ہو کہ (شرافت کی) تمام حدیں پھلانگ چکے ہو۔"

شرک وبت پرستی تو باقی اقوام میں بھی تھی مگر قوم لوط کا یہ حیا سوز فعل جو اجتماعی اور کھلی بے حیائی بطور فخر یہ لوگ کیا کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف بہت غصہ وناراضگی اور عذاب واقع ہوا، حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا۔ اور شرم و غیرت اور عار دلانے کی کوشش کی اور تقویٰ پاک دامنی والی زندگی اپنانے کی دعوت دی، اور سمجھایا کہ کیوں تم لوگ خدا کی پاک اور فطری نعمت کو چھوڑ کر خود کو اس حیا سوز کام سے آلودہ کرتے ہو، تمھارے کام کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی انسان خوشبو دار میوے کو چھوڑ کر زہر آلود غذا کو استعمال کرے۔ یہ فطری خواہش نہیں بلکہ سرکشی ہے۔ فرمایا:

﴿اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِيْنَ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُوْنَ﴾[3]

۱۔ انسانیت کا لباس، شرم وحیا، ڈاکٹر ساجد خاکوانی، ماہنامہ دختران اسلام، مارچ ۲۰۱۵

۲۔ سورۃ الاعراف: ۷/ ۸۰-۸۱

۳۔ سورۃ الشعراء: ۲۶/ ۱۶۵-۱۶۶

"کیا دنیا کے سارے لوگوں میں سے تم ہو جو مردوں کے پاس جاتے ہو، اور اپنی ازواج کو چھوڑتے ہو جو کہ اللہ تعالیٰ نے خاص تم لوگوں کے لیے پیدا کی ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ تم حد سے بالکل گزرے ہوئے لوگ ہو۔"

قوم لوط حد سے گزر گئی تھی۔ ان کی قوم حیا اور عفت سے عاری معاشرہ تھا۔ بے حیائی اور بے شرمی کے فعل سے مانوس ہو جانے کی وجہ سے ان کی حس شناخت ہی یکسر بدل گئی تھی۔ گناہوں کی دلدل میں اس قدر پھنس چکے تھے کہ الٹا وہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے خاندان کا مزاق اڑاتے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو تیس سال تک دعوت تبلیغ کی لیکن اپنے خاندان کے سوا (اور ان میں سے بھی ان کی اپنی بیوی بھی مشرکین کے ہم عقیدہ ہو گئی تھی) اور کوئی آپ پر ایمان نہ لایا۔ الٹا لوط علیہ السلام کو ڈراتے دھمکاتے رہے مگر جب بلاآخر باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عذاب آگیا، انہیں ان کی بے حیائی اور برائی کی پاداش میں صفحہ ہستی سے ہی نیست و نابود کر دیا گیا۔ ان پر عذاب کی تفصیل قرآن مجید میں متعدد مقامات پر مذکور ہے۔ سورۃ ہود میں ارشاد ہے:

﴿فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنضُوْدٍ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ. [1]

"پھر جب ہمارا حکم آپہنچا تو ہم نے اس زمین کے اوپر کے حصّے کو اس کا نچلا کر دیا اور ہم نے اس پر پکی ہوئی مٹی کے کنکر نما پتھر برسائے جو تہہ بہ تہہ تھے، تمہارے رب کی طرف سے نشان زدہ تھے اور یہ بستی (مکہ کے ان) ظالموں سے کچھ بھی دور نہیں ہے۔"

قوم لوط بحیرہ مردار (Dead sea) کے جنوب مشرق میں مختلف شہروں میں آباد تھی جو ساحل سمندر پر سرسبز و شاداب علاقہ تھا۔ لیکن عذاب الٰہی سے ایسا تباہ ہوا کہ سینکڑوں سال گزر جانے کے باوجود آج تک اس کی نحوست و ویرانی ختم نہیں ہوتی۔ مولانا حفظ الرحمٰن نے لکھا ہے کہ یہ تمام حصہ جو سطح سمندر میں آتا ہے، یہ پہلے خشک زمین تھی، جہاں سروم و عمارہ (قوم لوط) کی آبادیاں تھیں، مگر قوم لوط کے افراد پر جب عذاب آیا اور اس سر زمیں کا تختہ الٹ گیا، سخت زلزلے اور بھونچال آئے تب یہ زمین تقریباً چار سو میٹر سمندر سے نیچے چلی گئی اور پانی ابھر آیا۔ اس لیے اسکا نام بحر میت اور بحر لوط ہے۔

۱۔ سورۃ ہود: ۱۱ / ۸۲-۸۳

سورۃ ہود کی آیت ۸۳ میں ہے(وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ) کے معنی کو مفسرین نے دو مفہوم میں بیان کیا ہے، ایک یہ کہ ہلاک ہونے والی بستیاں اہل مکہ سے (جو ظلم کی روش پر قائم تھے) دور نہیں۔ دوسرا مفہوم یہ کہ یہ قوم اپنے فعل بد کی وجہ جس انجام سے دوچار ہوئی، بعید نہیں کہ ویسا ہی انجام ہر اس قوم کا ہو، جو ان کے جیسا کام کرے، علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہے کہ اس آیت:

﴿فَمَن تَشبَه بِهِم فِي ظُلمِهِم فَلَيسَ بِبَعِيدِ عَنهُ﴾[1]

"اس مراد ہے کہ یعنی جو لوگ قوم لوط کی طرح غلط کاری اور بے حیائیوں میں ملوث ہو ان کو بھی اس کی سزا ملنا بعید نہیں ہے۔"

علامہ بیضاویؒ اس کی معنی بطورِ وعید بیان کرتے ہے، ان کے نزدیک آیت:

﴿وَفِيهِ وَعِيد لِكُلِ ظَالِم﴾[2]

"یعنی اس میں ہر اس شخص کے لیے وعید ہے جو ایسا (غلط کام) کرے۔"

اسلام میں ہم جنس پرستی کی سخت مذمت اور وعید ہے اسکا اندازہ احادیث نبویہ سے واضح ہے، جیسا کہ ابن ماجہ میں حدیث منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ وَجَدْتُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ)) [3]

"جس کو تم حضرت لوط علیہ السلام کی قوم والا کام کرتے دیکھو پھر اس کام کرنے والے اور جس کے ساتھ وہ کر رہا ہو دونوں کو قتل کیا جائے۔"

چنانچہ قوم لوط کو بے حیائی اور بد فعلی کی سزا ایسی ملی کہ انہیں نیست و نابود کر دیا اور ان کی تباہی کو عبرت و وعید بنا دیا گیا جس میں تا قیامت سب لوگوں کے لیے وعید ہے۔

۱۔ تفسیر القرآن العظیم، حافظ عماد الدین ابن کثیر، دار الحدیث، القاہرۃ، ۱۴۲۶، ج ۴، ص: ۳۵

۲۔ انوار التنزیل و اسرار التاویل، ناصر الدین بن محمد البیضاوی، دار لکتب العلم، بیروت، ۱۴۰۸، ص: ۴۶۵

۳۔ سنن ابن ماجہ، محمد بن یزید ابن ماجہ، دار السلام، ریاض، ۱۴۲۰ھ، کتاب الحدود، باب من عمل قوم لوط، حدیث نمبر: ۲۵۶۱، ص: ۲/ ۲۱۶ ۳

حضرت یوسف علیہ السلام کی حیا اور پاکدامنی:

حضرت یوسف علیہ السلام کے کردار میں حیا اور پاکدامنی کی صفت ہی تھی۔ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمایا اور آزمائش پر پورا اترنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے تخت و تاج اور بادشاہی سے نوازا، بے شک حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں حیا اور پاک دامنی اختیار کرنے والوں کے لیے بہترین سبق موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو بے پناہ حسن و جمال سے نواز رکھا تھا۔ اور یہی ان کے آزمائشوں میں مبتلا ہونے کا سبب بنا، ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کی بے پناہ محبت جب دیگر بھائیوں کے لیے حسد کا باعث بنی اور اپنے ہی بھائیوں نے کنویں میں ڈالا، پھر تاجروں کے ہاتھ عزیز مصر نے آپ کو خریدا۔ اور خوب آرام و آسائش سے رکھا۔ مگر جوانی کی دہلیز پر پہنچ کر آپ کا حسن و جمال عزیز مصر کی بیوی کے لیے فتنہ بنا، عزیز مصر کی بیوی "زلیخا" دل پر قابو نہ رکھ سکی وہ ہر لمحہ آپ کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرنے میں لگی رہی، زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کے عشق میں مبتلا ہو گئی اور چاہا کہ یوسف سے جنسی تعلق و خواہش کو پورا کریں اور زبردستی کی کوشش کی، مگر عصمت و حیا کے پیکر حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک لمحہ کے لیے بھی زلیخا کی حوصلہ افزائی نہ کی اور اس کی ہر کوشش کو رد کر دیا۔[1]

آپ کو اس کی خواہش سے دور رکھنے کے لیے فطرت سلیمہ میں موجود حیا کافی تھی کہ کسی قسم کی بے حیائی و فحش و ناپاک فعل میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہتے۔ اگر حیا اور فطرت میں پاک دامنی نہ ہوتی تو کسی بھی انسان کے لیے ایسی آزمائش سے گزرنا بہت مشکل ہے۔ حتیٰ کہ ایک دن زلیخا نے زبردستی کمرے میں بند کر کے اپنی طرف دعوت دی اور پھر درمیان میں کوئی رکاوٹ نہ تھی لیکن اس حالت میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام پاک دامن رہے۔ صرف اپنے دین، کامل ایمان اور اللہ تعالیٰ سے حیا ہی انہیں اس فحش و ناپاک کام سے روکنے میں آڑ بنی۔ اس کی تفصیل قرآن میں یوں ارشاد ہے:

﴿وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِه وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّه رَبِّيْ اَحْسَنَ مَثْوَايَ اِنَّه لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِه وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّه كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّه مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ﴾[2]

۱۔ محبوب بغل میں، خواجہ شمس الدین عظیمی، مکتبہ عظیمیہ، لاہور ۲۰۱۳، ص:۶۸

۲۔ سورۃ یوسف: ۱۲/ ۲۳۔۲۵

"اور جس عورت کے گھر میں وہ رہتے تھے وہ اسے پھسلانے لگی اور دروازے بند کر لیے اور کہنے لگی آؤ، اس نے کہا اللہ کی پناہ، وہ تو میرا آقا ہے جس نے مجھے عزت سے رکھا ہے، سچی بات یہ ہے کہ بے شک ظالم نجات نہیں پاتے۔ اور البتہ اس عورت نے تو واضح طور پر یوسف (کے ساتھ برائی) کا ارادہ کر لیا تھا، اور اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا تو اس کا اردہ کر لیتا، اسی طرح ہوا تاکہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی کا رخ پھیر دیں، بے شک وہ ہمارے منتخب بندوں میں سے تھے۔"

حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل میں سالوں تک رہنا پسند فرمایا مگر اس عورت کی پیشکش اور بے حیائی کے کام کے قریب بھی نہ بھٹکے۔ انہوں نے سخت ترین آزمائشوں سے گزر کر بھی دین و دیانت حیا اور شرافت کا دامن مظبوطی سے تھامے رکھا۔ اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے آگے دعا اور ہاتھ پھیلائے، کامل ایمان رکھا۔[1]

بے گناہ جیل میں رہ کر اللہ تعالیٰ اور دین کی دعوت پر قائم رہے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف باعزت جیل سے بری کیا۔ بلکہ اس کے ساتھ بادشاہ نے اپنا مصاحب خاص بھی بنالیا۔ تخت و تاج اور بادشاہت ملی اور پھر ان کی پاک بازی کی گواہی خود عزیز مصر کی بیوی نے دی جس کا ذکر قرآن مجید میں یوں آتا ہے:

﴿الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّه عَنْ نَّفْسِه وَاِنَّه لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾[2]

"عزیز کی عورت بولی کہ اب سچی بات ظاہر ہو گئی، میں نے ہی اسے پھسلانا چاہا تھا اور وہ سچا ہے۔"

لہذا جب آپ کی پاک بازی اور پاک دامنی پر واضح دلائل قائم ہو چکے تو بادشاہ نے بہت عزت دی اور سب اختیارات دے دئے جو کہ ان کے لیے اس دنیا میں انعام اور صلہ تھا، چنانچہ پاک دامنی و حیا کے سبب حضرت یوسف علیہ السلام کو ربِ کائنات نے بادشاہت و خزانوں کا مالک بنا دیا۔

حضرت موسی علیہ السلام کی صفات میں حیا کا تذکرہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صفات اور شریعت میں حیا کا وصف قابل ذکر اور خاص ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے حیادار اور پردہ پوشی کرنے والے تھے اور حیا کی وجہ سے جسم کا کوئی حصہ بھی کسی نے نہیں دیکھا تھا اور اس حیا کی وجہ سے آپ کی قوم نے آپ کو اذیت دی اور کہتے تھے کہ آپ اس قدر سخت پردہ جسم کے عیب کی وجہ سے کرتے ہے، یا تو برص ہے یا کوئی اور عیب ہے جس کی وجہ سے جسم کو چھپاتے ہے تو اللہ عزوجل نے آپ کو اس لزام سے بری

۱۔ قصص الانبیاء، علامہ عبد الوہاب نجار المصری، مولانا آصف نسیم، مکی مدنی پریس لاہور، ۲۰۱۳، ص ۲۳۴

۲۔ سورۃ یوسف: ۱۲/ ۵۱

کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اور جب وہ ایک دن غسل فرما رہے تھے تو کپڑے اتار کر پتھر پر رکھے لیکن وہ پتھر کپڑے لے کر دوڑ پڑا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا لیا اور کپڑے لینے لے لیے پیچھے دوڑ پڑے، حتیٰ کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت تک آ پہنچے۔ انہوں نے آپ کو اس قدر حسین و جمیل جسم کے ساتھ دیکھا گویا مخلوق میں سب سے اچھے آپ ہے۔ اور پھر اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی افواہوں کو غلط ثابت کر دیا ان پر، پھر پتھر بھی ٹھہر گیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے کپڑے لے کر زیب تن فرمائے اور لاٹھی لے کر پتھر کو مارنا شروع ہوئے۔[1]

اس کا تذکرہ آیتِ قرآن میں یوں آیا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا﴾ [2]

"اے ایمان والو تم ان لوگوں جیسے نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو ستایا پھر اللہ نے موسیٰ کو ان کی باتوں سے بری کر دیا، اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی عزت والا تھا۔"

چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ اور کلیم اللہ تھے۔ لہٰذا حیا کا وصف ان کی شریعت وصفات میں خاص اور بنیادی ایمانی وصف کے طور پر واضح ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں کی حیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مدین شہر میں ہجرت کر کے پہنچ جانے سے متعلق واقعہ میں ان لڑکیوں کی حیا و شرم والی خوبی کا ذکر ہے، جن کے والد مفسرین کے مطابق حضرت شعیب علیہ السلام ہی تھے، کہ جب موسی علیہ السلام نے ان کے جانوروں کو کنویں پر پانی پلایا تو یہ لڑکیاں اپنے والد کے پاس جا کر ان کی شرافت اور اس احسان کا واقعہ بتاتی ہیں، جس پر حضرت شعیب علیہ السلام نے ایک لڑکی کو حکم دیا کہ وہ اس کو بلا لائے تاکہ وہ ان کو اس احسان کا اجر دیں، وہ لڑکی شرم و حیا کے ساتھ چلتی ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور کہا کہ میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تاکہ آپ کو ہمارے جانوروں کو پانی پلانے کی اجرت دیں۔ لڑکی نے صراحت پہلے ہی کر دی تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ ان کی کوئی اور نیت نہیں ہے بلکہ اپنے والد کے کہنے پر آئی ہے، یہ بات لڑکی کی حیا و شرم کو خوب ظاہر کرتی ہے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی بچیوں کی یہ صفت ان کی شریعت و تعلیمات میں حیا کی اہمیت کو خوب اجاگر

۱۔ قصص الانبیاء، اردو، مولانا ابو طلحہ محمد اصغر، دار اشاعت کراچی۔ س ن، ص ۴۷۶

۲۔ سورۃ الاحزاب: ۳۳/۶۹

کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی حیا والی اس ادا کو اللہ تعالیٰ نے اتنا پسند فرمایا کہ قرآن پاک میں بھی اس حیادار انداز کو بیان فرمایا:

﴿فَجَآءَتْهُ اِحْدٰاهُمَا تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا﴾ [1]

"پھر ان دونوں میں سے ایک ان کے پاس شرم سے چلتی ہوئی آئی، کہا میرے باپ نے تمہیں بلایا ہے کہ تمہیں پلائی کی اجرت دے۔"

حیا کا وصف فطرت انسانی میں ہے۔ اور ایمان والوں کے ساتھ خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی ودیعت ہے۔ تمام انبیاء کرام علیہ السلام کا بنیادی اخلاقی وصف ہے، تمام سابقہ شریعتوں میں حیا جیسے وصف کو حسن اخلاق کے بنیادی عقیدے کی حثییت حاصل تھی۔ اس لیے اخلاق حسنہ نے ان کی زندگیوں میں بلندی و عروج کو حاصل کیا اور تاریخ نے ان کی سیرت کو معطر اور سنہری حروف سے اپنے سینے میں جگہ دی ہے، پھر انسانی زندگی اور بدلتے زمانے کے اثرات کے باوجود بھی فضیلت و برتری اور اصلاح سے بھرپور نظر آتی ہے۔ ان تمام اخلاقی اقدار اور بلندیوں کا سبب حیاداری ہے جو ہر عمل میں شامل ہو کر اسے باعث برکت بناتی ہے اور یہی خیر القرون و انبیاء سابقہ کا وصف ہے۔

۱۔ سورۃ القصص:۲۸/۲۵

فصل سوم

قرآنی تعلیمات میں حیا کا تذکرہ

تعلیماتِ قرآنی میں بے حیائی کی بہت وضاحت کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ناپسندیدگی اور ممانعت کا ذکر فرمایا ہے، اور ایمان والوں کو ہر قسم کی چھوٹی، بڑی، ظاہر اور پوشیدہ بے حیائی سے روکا گیا ہے، کیونکہ حیا ہی وہ بنیادی ایمانی وصف ہے جو ایک مسلمان کو ہر قسم کی برائی اور غلط کام سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ حدود کے اندر زندگی گزارنے، احکامِ خداوندی، اتباعِ شریعت پر کاربند رہنے اور نفس و شیطان کے وسوسوں سے بچنے کے لیے ایک ڈھال کی سی قوت بنتی ہے۔

قرآن میں حیا کا مفہوم بمعنی شرم و حیا

قرآن پاک میں حیا کی لیے "استحیاء" کا لفظ بمعنی شرم و حیا استعمال ہوا ہے۔ سورۃ القصص میں حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی کی حیا کا تذکرہ ہے، جب وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے والد محترم کا پیغام دینے آئی تھی، تو ان کی چال چلن میں شرم و حیا کا عنصر اتنا عیاں تھا کے ان کی اس خوبی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان کر دیا۔ قرآن کریم میں آتا ہے:

﴿فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ﴾ [1]

"ان میں سے ایک لڑکی ان (موسیٰؑ) کے پاس شرم و حیا کے ساتھ چلتی ہوئی آئی۔"

سورہ البقرہ میں اس کا استعمال یوں ہوا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لاَ يَسْتَحْيِي أَن يَضْرِبَ مَثَلاً مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا﴾

"بے شک اللہ پاک نہیں شرماتا اس بات سے کہ وہ مثال بیان کر دیں (قرآن میں) مچھر یا اس سے اوپر شے کی۔"

اس کے علاوہ سورہ الاحزاب میں بھی اس کی مثال موجود ہے جب اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے آیت نازل ہوئی جس میں نبی کریم ﷺ کے گھر میں بغیر اجازت جانے یا دعوت کے لیے وقت سے پہلے جا کر انتظار کرنے اور کھانے کے بعد دیر تک بیٹھے رہنے سے منع فرمایا، کیونکہ ان کے اس فعل سے نبی پاک ﷺ کی ایذاء رسائی ہوتی لیکن وہ شرم و حیا کی وجہ سے منع نہیں فرما سکے، چنانچہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس حق بات کو اپنی آیاتِ کلام سے واضح فرمایا۔ قولِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ ذٰلِكُم كَانَ يُؤذِى النَّبِيَّ فَيَستَحى مِنكُم وَاللّٰهُ لَا يَستَحى مِنَ الحَقِّ﴾ [2]

۱۔ سورۃ القصص: ۲۸/ ۲۵

۲۔ سورۃ الاحزاب: ۳۳/ ۵۳

"اس بات سے نبی کو تکلیف ملتی ہے مگر وہ شرم کی وجہ سے یہ بات کہہ نہیں پاتے، مگر اللہ تعالیٰ سچ بات کہنے سے نہیں شرماتا۔"

قرآن مجید میں حیا کے لئے لفظ استحیاء کا ان آیات میں ذکر ہوا ہے، جب کہ اس کا متضاد لفظ فحش یا فحشا بمعنی بے حیائی و بدکاری مستعمل ہے۔

قرآن پاک میں فحاشی و بے حیائی کی حرمت

قرآن پاک میں بے حیائی کے لیے لفظ فحشا کا استعمال ہوا ہے اور متعدد آیات میں واضح طور پر فحاشی سے سختی سے منع کیا گیا ہے، قرآن مجید کی تعلیمات کی روشنی میں ہر قسم کی بے حیائی حرام ہے، اور اس کا شمار ناپسندیدہ ترین گناہوں اور شیطانی اعمال میں سے کیا جاتا ہے جب کہ پاک دامنی اختیار کرنے والوں کی تعریف اور بشارت اور جنت کا مستحق قرار دیا گیا ہیں۔ حیا دین اسلام کا وہ بنیادی اخلاقی وصف ہے جس کا مفہوم بھی کلام الٰہی میں واضح کیا گیا، اس کے اسباب و موانع اور حکم کو بھی، حیا ایمان اور حسن اخلاق میں سے ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا قرب اور جنت و مغفرت کا وعدہ فرمایا جب کہ اس کے برعکس بے حیائی اختیار کرنے اور فواحش و منکر کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے عذابِ علیم اور سخت ناپسندیدگی ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی بے حیائی کو حرام قرار دیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں صراحت سے فرمایا:

﴿قُل اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ﴾[1]

"کہہ دو میرے رب نے بے حیائی کی باتوں کو حرام کیا ہے خواہ وہ علانیہ ہوں یا پوشیدہ۔"

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں بے حیائی کے کاموں کے قریب جانے سے منع فرمایا، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لاَ تقرَبُوا اَلفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ ﴾[2]

"نہ جاؤ تم قریب بے حیائی والے کاموں کی طرف، چاہے وہ ظاہری ہوں یا پوشیدہ"

اس حکم الٰہی کے مطابق بے حیائی کے کام کرنا بھی حرام ہیں اور بے حیائی کے قریب جانا بھی شریعت میں ممنوع ہے۔ ان آیات میں بہت زیادہ وسعت اور تفصیل پائی جاتی ہیں، ان آیات کی تفسیر میں آتا ہے کہ فواحش ،فحشہ کی جمع ہے اور فحش، فحشاء اور فاحشہ سب مصدر ہیں، جن کا اردو میں ترجمہ بے حیائی سے کیا جاتا ہے، قرآن اور حدیث کی اصطلاح میں ہر ایسے برے کام کے لیے یہ الفاظ بولے جاتے ہیں جس کی برائی اور فساد کے اثرات برے

۱-سورۃ الاعراف:۷/ ۳۳

۲-سورۃ الانعام:٦/ ۱۵۱

ہو اور دور تک پہنچیں، کھلی بے حیائی میں اس کے سب لوازمات شامل ہیں مثال کے طور پر بد نیتی سے دیکھنا، ہاتھ وغیرہ سے چھونا، اس طرح کی باتیں کرنا سب داخل ہیں، اور باطنی بے حیائی میں وہ سب خیالات و ارادے اور ان کو پورا کرنے کی خفیہ تدبیریں داخل ہیں جو کسی بھی بدکاری اور بے حیائی کے سلسلے میں عمل میں لائی جاتی ہوں۔[1]

فحش اور فحشاء کے اس مفہومِ عام میں تمام بڑے گناہ داخل ہیں خواہ یہ گناہ افعال سے متعلق ہو یا اعمال سے، ظاہر سے متعلق ہو یا باطن اور قلب سے، سب اس میں داخل ہیں، عام معنی مراد بے حیائی سے بدکاری لی جاتی ہے پھر ظاہری فواحش سے مراد وہ بے حیائی کے کام جو علانیہ کیے جاتے ہیں اور باطنی وہ جو چھپ کر کیے جائیں۔

قرآن مجید میں بے حیائی کی ممانعت کا ذکر:

بے حیائی کی ممانعت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُ بِالعَدلِ وَالاِحسَانِ وَ اِیتَآءِ ذِی القُربیٰ وَ یَنھٰی عَنِ الفَحشَآءِ وَ المُنکَرِ﴾[2]

"بلاشبہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ حکم دیتا ہے عدل و احسان کا او قریبی رشتہ داروں کو عطا کرنے کا اور بے حیائی، بدی اور ظلم سے منع کرتا ہے۔"

قرآن مجید میں اللہ سبحانہ و تعالی نے کئی مقامات پر انسان کو خبر دار کیا کہ شیطان انسان کو بے حیائی کے کاموں کی رغبت دلاتا ہے لہٰذا انسان کو شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسان کو خبر دار کیا کہ وہ شیطان کی پیروی کرے گا تو گمراہ ہو جائے گا کیونکہ اس کا کام ہی ہے بے حیائی اور بدکاری کی کاموں کی طرف دعوت دینا ہے۔ اس کے بارے قران پاک میں حکم دیا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿یَآ اَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوْا لاَ تَتَّبِوا خُطُوَاتِ الشَّیطَانِ وَ مَن یَّتَّبِع خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ فَاِنَّہ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ﴾[3]

"اے اہل ایمان! شیطان کے نقش قدم کی پیروی مت کرو۔ اور جو کوئی شیطان کے نقش قدم کی پیروی کرے گا تو بلاشہ شیطان تو بے حیائی اور گناہ کے کاموں کا حکم دیتا ہے۔"

ربِ کائنات واضح طور پر اس جگہ بے حیائی کو شیطانی اعمال میں سے قرار دیتا ہے اور اس سے منع فرمایا ہے۔

۱۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ادارہ المعروف القرآن، کراچی، ۱۴۲۹ھ، ص: ۱/ ۴۸۵

۲۔ سورۃ النحل: ۱۶/ ۹۰

۳۔ سورۃ النور: ۲۴/ ۲۱

قرآن کریم میں بے حیائی کو شیطانی عمل قرار دینا

سورہ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہیں:

﴿اِنَّمَا یَامُرُکُم بِالسُّوءِ وَالفَحشَاءِ وَاَن تَقُولُوا عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعلَمُونَ﴾[1]

"وہ (شیطان) تو تم کو برائی اور بے حیائی ہی کے کام کرنے کو کہتا ہے اور یہ بھی کہ خدا کی نسبت ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں (کچھ بھی) علم نہیں۔"

سوء سے مراد وہ چیز جس سے دیکھ کر عقل مند شریف آدمی کو دکھ ہو اور سوء سے مراد مطلق معصیت ہے، فحشاء بے حیائی کے کام اور بعض کے نزدیک اس سے مراد گناہِ کبیرہ ہے، شیطان کے امر و حکم سے مراد دل میں اس کا وسوسہ، جس کے ذریعے وہ انسان کو گناہ اور بے حیائی کے اسباب و امور کی طرف متوجہ کرتا ہے اور انسان کو صراطِ مستقیم سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔سورۃ البقرہ میں ہی اس بارے میں دوسری جگہ یوں بیان ہوا ہے:

﴿الشَّیطٰنُ یَعِدُکُمُ الفَقرَ وَیَامُرُکُم بِالفَحشَاءِ وَاللّٰہُ یَعِدُکُم مَّغفِرَۃً مِّنہُ وَفَضلًا وَاللّٰہُ وٰسِعٌ عَلِیمٌ﴾[2]

" شیطان تو تمہیں ڈرائے گا تنگ دستی کے فکر سے اور تمہیں حکم (رغبت) دیتا ہے بے حیائی کے کام کرنے کی طرف اور اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کرتا ہے اپنی بخشش اور رحمت کا اور اللہ تعالیٰ بڑی کشائش والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔"

اہلِ ایمان میں بے حیائی پھیلانے کا عذاب:

جو لوگ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلاتیں ہیں ان کے بارے میں عذابِ علیم کی وعید کا ذکر قرآن پاک میں یوں آتا ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِینَ یُحِبُّونَ اَن تَشِیعَ الفَاحِشَۃُ فِی الَّذِینَ اٰمَنُوا لَھُم عَذَابٌ اَلِیمٌ فِی الدُّنیَا وَالاٰخِرَۃِ وَاللّٰہُ یَعلَمُ وَاَنتُم لَا تَعلَمُون﴾[3]

۱-سورۃ البقرہ:۲/۱۶۹

۲-سورۃ البقرہ:۲/۲۶۸

۳-سورۃ النور:۲۴/۱۹

"اور بے شک جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی کی اشاعت ہو، ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

سورہ الاحزاب میں ارشاد باری تعالیٰ ہیں:

﴿مَن يَّاتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَف لَهَا العَذَابُ ضِعفَينِ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِير﴾[1]

"تم میں سے جو بھی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرے گی اس کے لیے دوگنا عذاب ہو گا، اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے لیے بہت ہی آسان ہے۔"

زنا کے بارے میں بے حیائی و فحاشی کی نسبت کتابِ اللہ میں یوں بیان ہوا ہے:

﴿وَلَا تَقرَبُوا الزِّنٰى اِنَّه كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيلاً﴾[2]

"اور قریب بھی نہ جاؤ زنا کے کہ یہ بے حیائی اور بری راہ ہے۔"

ایسی طرح لوط علیہ السلام کی قوم کے بے حیائی کے بارے میں قرآن کریم میں کئی مقامات میں وعید اور عذاب کا ذکر فرمایا، لوط علیہ السلام کا اس بارے میں اپنی قوم سے خطاب، جس میں وہ قوم کو بے حیائی سے روکتے ہے، کا ذکر کرتے ہوئے فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلُوطًا اِذ قَالَ لِقَومِهٖ اَتَاتُونَ الفَاحِشَةَ وَاَنتُم تُبصِرُونَ﴾[3]

"اور لوط نے جب اپنی قوم سے کہا کہ کیا تم بے حیائی کرتے ہو جبکہ تم سمجھ دار ہو۔"

چونکہ قومِ لوط ہم جنس پرستی جیسی بے حیائی اور بدکاری میں مبتلا تھی، جو کہ بہت غیر اخلاقی جرم اور گناہ ہے، اس جرم کے باعث ان کو دنیا میں ہی تباہی کا دردناک عذاب دیا گیا۔

قرآن کریم میں حیا و پاک دامنی کی اہمیت

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جہاں بے حیائی کو بدکاری اور ناپسندیدہ فعل قرار دیا ہے، تو دوسری طرف اس سے بچنے والوں اور حیا و پاک دامنی اختیار کرنے والوں کی تعریف کی ہے اور جنت و مغفرت اور اجرِ عظیم کا حق دار ٹھہرایا۔

سورہ النجم میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

۱۔ سورۃ الاحزاب: ۳۳/ ۳۰

۲۔ سورۃ الاسراء: ۱۷/ ۳۲

۳۔ سورۃ النمل: ۲۷/ ۵۴

﴿اَلَّذِينَ يَجتَنِبُونَ كَبٰٓئِرَ الاِثمِ وَالفوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ المَغفِرَةِ ﴾ [1]

"وہ لوگ جو اجتناب کرتے ہیں تمام کبیرہ (بڑے گناہوں) سے اور بے حیائی کے کاموں سے مگر سوا چند صغیرہ گناہوں کے تو بے شک تمہارا پروردگار بڑی بخشش والا ہے۔"

اس آیت میں اللہ پاک نے اپنی وسعتِ بخشش کا وعدہ فرمایا ہے، ایسے لوگوں کی لیے جو کبائر کے ساتھ ساتھ خود کو فواحش یعنی بے حیائی کے افعال سے بھی بچائے رکھے، نیز اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی تعریف و خوبی بیان کی ہے کہ یہ وہ لوگ ہے کہ صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھے اور خود کو کبائر و فواحش سے پاک رکھ کے زندگی گزارے۔سورہ الشوریٰ میں ان کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَجتَنِبُونَ كَبٰٓئِرَ الاِثمِ وَالفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوا هُم يَغفِرُونَ﴾ [2]

"وہ لوگ اجتناب کرتے ہیں کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے اور انہیں جب غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔"

اسی طرح قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کی حیاو پاک دامنی سے متعلق قرآن مجید میں آتا ہے:

﴿لَولَآ اَن رَّاٰ بُرهَانَ رَبِّه كَذٰلِكَ لِنَصرِفَ عَنهُ السُّوٓءَ وَالفَحشَاءَ اِنَّه مِن عِبَادِنَا المُخلَصِين﴾ [3]

"اگر وہ (یوسف) اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا تو اس گناہ کا اردہ کر لیتا، اسی طرح ہوا تاکہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی کو ٹال دیں، بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے خالص بندوں میں سے تھا۔"

سورہ الاعراف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُل اِنَّ اللّٰهَ لَا يَامُرُ بِالفَحشَاءِ اَتَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعلَمُون﴾ [4]

۱۔"سورۃ النجم:۵۳/ ۳۲

۲۔سورۃ الشوری:۴۲/ ۳۷

۳۔سورۃ یوسف:۱۲/ ۲۴

۴۔سورۃ الاعراف:۷/ ۲۸

"کہہ دو کہ بے شک اللہ تعالیٰ بے حیائی کے کام کرنے کا ہر گز حکم نہیں دیتا سو تم اللہ تعالیٰ کی نسبت ایسی بات کیوں کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں "

درجہ بالا قرآنی آیات وتعلیمات سے حیا کی اہمیت اور بے حیائی کی مذمت اور دین اسلام میں اس کی حرمت بخوبی واضح ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ پاک میں بے حیائی کو شیطانی وصف اور بدکاری قرار دیا، بے حیائی کے تمام امور کو خواہ ظاہر ہو یا باطن، چھوٹے ہو یا بڑے، ہر قسم کو مسلمانوں کے لیے حرام ٹھہرایا اور اس کی سزا عذابِ علیم ، اللہ تعالیٰ سے دوری اور جہنم کی آگ ہے ، لہذا سب مسلمانوں کی لیے اس بنیادی اسلامی واخلاقی وصف اور ایمانی قوت کی حفاظت کی ضرورت ایمان کالازمی جزو ہے۔

فصل چہارم

حیا کی اقسام اور تقاضے

حیا ایسی کیفیت ہے جس کو ہر انسان اپنے اندر فطری طور پر پاتا ہے، جو قبیح و عیب زدہ کاموں سے بچنے میں مدد دیں اس کے برعکس بے حیائی و فواحش ہے جو ہر قبیح و عیب زدہ چیزوں کی کوئی پرواہ نہ کرنے والی کیفیت کو شامل ہے۔

حیا کی چند بنیادی اقسام مندرجہ ذیل ہیں:

حیا فطری:

حیا کی یہ قسم فطری طور انسان کی خصلت و خوبی بن کے اس کی شخصیت اور اخلاق کا خاصہ ہوتی ہے، جو اس سے ہر برے اور فحش فعل سے بچاتی ہے، یہ انسان کی فطرت میں پیدائشی طور پر پائی جاتی ہے، جو کہ انسان کو بری چیزوں کے ارتکاب اور برے اخلاق کے اپنانے سے باز رکھتی ہے جس کے باعث انسان کے کردار میں مکارم اخلاق اور اس کی بلندی ابھارتی ہے، چونکہ حیا ایمان کی خصلتوں میں سے ہے۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کے بعض لوگوں میں فطری طور پر زیادہ شرم کا مادہ پایا جاتا ہے، وہ بے باک ہونے کی بجائے جھجک اور شرمیلے پن کے مالک ہوتے ہیں، اس فطری شرم و حیا کے باعث وہ نہ تو فحش گوئی اور بے حیائی کی باتیں کرتے ہیں، نہ ہی ایسی جگہوں پر جاتے ہیں جہاں بے حیائی یا بدکاری ہو اور تنہائی میں بھی وہ لوگ باحیا رہتے ہیں، جیسا کہ اس بارے میں قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقع میں موجود ہے جب عزیزِ مصر کی بیوی نے تنہائی میں دعوت دی تو بھی آپ کی فطرت میں موجود حیا کی وصف غلطی سے بچنے کا باعث بنی، جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿ وَ غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّ رَبِّىٓ اَحْسَنَ مَثْوَاىَ اِنَّه لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴾[1]

"اور وہ دروازے بند کر کے کہنے لگی آؤ تو یوسف علیہ السلام نے کہا میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی بے شک اس نے مجھے عزت دی ہے، بلاشبہ ظلم کرنے والے کو فلاح نہیں ملتی۔"

حیا کا فطری وصف انسان کے اندر ایک فطری جھجک اور آڑ بن کے اس سے ہر بے حیائی سے پاک رکھتی ہے اور بلند اخلاق و کردار کا مالک بنا دیتی ہے۔

۱۔ سورۃ یوسف: ۱۲/ ۲۳

شرعی حیا:

شرعی حیا یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں اور گناہوں پر غور کرکے شرمندہ ہو اور اس شرمندگی اور گناہوں کے خوف کی وجہ سے اس سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی کوشش کرے۔شرعی حیا کا تقاضا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہر لمحہ موجود سمجھ کر قبیح کاموں سے بچا رہے،اس کا ثبوت قرآن کریم کی اس آیت میں ہے:

﴿اَلَمْ تَرااَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِن نَّجْوٰى ثَلاَثَةٍ اِلاَّ هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلاَّ هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْم﴾[1]

"کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے،حتیٰ کہ جب کوئی سرگوشی تین آدمیوں میں ہوتی ہے تو وہ چوتھا ہوتا ہے اور جو پانچ میں ہوتی ہے تو وہ چھٹا ہوتا ہے اور خواہ اس سے کم کی سرگوشی ہو یا زیادہ کی مگر وہ ہر جگہ ان کے ساتھ ہوتا ہے،پھر انہیں قیامت کے دن بتائے گا کہ وہ کیا کرتے تھے بلاشعبہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کی خبر ہے۔"

اسلامی شریعت کا خاصہ ہی حیا اور شرم کے ساتھ زندگی کو اسلامی شریعت کے مطابق گزارنے اور حیا و پاک دامنی کے حصول کی کوشش کرنا ہے۔حیا ایک ایسا خلق ہے جو بدی کے کام چھوڑنے پر ابھارے اور حق دار کے حق میں کمی سے روکے۔حیا کا شرعی تقاضا انسان کو اس کے قول و فعل میں جمال بخشتا ہے اور انسان کو مخلوق کی نظر میں بھی پرکشش بناتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی مقبول ہو جاتا ہے۔[2]

حیا الکرم:

اس سے مراد عزت و تکریم کی وجہ سے حیا،جیسا کے جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ولیمہ تھا تو اس موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی شامل تھے اور دعوت کے بعد کھانا کھا کے دیر تک بیٹھے رہیں، تو نبی پاک ﷺ دیر ہو جانے کے بعد یہ چاہتے تھے کہ اب وہ چلیں جائیں،لیکن اس حیا کی وجہ سے وہ انہیں جانے کے لیے نہ کہہ سکے تو اللہ تعالیٰ نے براہ راست اس بات کا ذکر قرآن کریم میں یوں فرمایا:

۱-سورۃ المجادلہ:۵۸/۷

۲۔حیا اور پردہ،مولانا محمد یحییٰ انصاری،شیخ الاسلام اکیڈمی،حیدر آباد،مارچ ۲۰۱۰ء،ص:۱۵

﴿فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا ﴾[1]

"پس جب تم کھانا کھا چکے تو اب گھروں کو جاؤ"۔

حیا کسبی:

حیا کی اس قسم سے مراد وہ حیا ہے جو انسان اپنی ذاتی کوشش اور قربِ الٰہی سے حاصل کرتا ہے اور خود کو بے حیائی کے کاموں سے بچاتا ہے۔یہ حیا کی وہ قسم ہے جو انسان خود اپنے اندر تقویٰ اور خوفِ خدا کے باعث بڑھا سکتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی معرفت،اس کی عظمت کی معرفت اور اس کا بندہ سے قریب ہونے، اور ان کے احوال سے باخبر ہونے،اور سینوں کے اسرار اور آنکھوں کی خیانتوں کے جاننے سے ہوتی ہے،تو یہ ایمان کی بلند ترین عادتوں میں سے ہے، بلکہ یہ احسان کے بلند ترین مراتب میں سے ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِه نَفْسُه وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾[2]

"بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ اس کے دل میں گزرتا ہے، اور ہم اس سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔"

حیا کبھی اللہ کی نعمتوں میں غور کرنے سے پیدا ہوتی ہے، لہذا جب بندہ سے کسبی فطری حیا ختم ہو جائے تو وہ کسی بھی قسم کی بُری عادت اور گھٹیا اخلاق کا ارتکاب کر سکے گا، گویا کہ وہ بے ایمان ہو جاتا ہے، چنانچہ تمام اہلِ ایمان کے لیے ضروری ہے کہ اگر حیاءِ فطری نہ ہو تو وہ کسبی حیا کا وصف اپنانے کی محنت ضرور کریں، تاکہ اپنے ایمان کو محفوظ رکھ سکیں۔

تنہائی میں حیا:

ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کے وہ تنہائی میں میں شرم و حیا کی صفت کو برقرار رکھے اور اس کے ایمان کو یہ تقاضا ہو کہ چاہے اس کے ارد گرد کوئی ہو یا نہ ہو، مگر اس سے احساس ہو کہ اللہ تو اس کو دیکھ رہا ہے، اس بارے میں نبی کریم ﷺ کی راہنمائی اور تعلیمات ہمارے سامنے ہیں، جیسا کہ ستر معاملے میں پوچھنے پر ارشاد فرمایا:

۱-سورۃ الاحزاب:۳۳/۵۳

۲-سورۃ ق:۵۰/۱۶

(("عَن بَهْزِ بْنِ حكِيمٍ[1] عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَوْرَاتُنَا مَا نَأْتِي مِنْهَا وَمَا نَذَرُ قَالَ احْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا كَانَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ قَالَ إِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَرَيَنَّهَا أَحَدٌ فَلَا يَرَيَنَّهَا قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا كَانَ أَحَدُنَا خَالِيًا قَالَ اللَّهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَا مِنْهُ مِنْ النَّاسِ)) [2]

"جناب بہز بن حکیم فرماتے ہے کہ میں نے پوچھا: یارسوال اللہ ﷺ! آپ ہمیں ستروں کے بارے میں کیا فرماتے ہے، کیا اختیار کریں اور کیا چھوڑیں؟(یعنی کس سے چھپائیں اور کس سے نہ چھپائیں تو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہے" اپنی شرم گاہ(ستر) کو چھپا کے حفاظت کرو' صرف بیوی یا لونڈی کے بارے میں اجازت ہے۔" میں نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! جب لوگ آپس میں ملے جلے بیٹھے ہوں تو کیا کریں، اس پر ارشاد فرمایا کہ" جہاں تک ہو سکے کوئی تیرا ستر ہرگز نہ دیکھے۔" میں نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! جب کوئی اکیلا ہو تو؟ نبی کریم ﷺ کا جواب تھا کہ "اللہ تعالیٰ کا حق ہے کی لوگوں کے بجائے اللہ سے زیادہ شرم وحیا محسوس کی جائے۔"

چنانچہ حدیثِ نبوی کے رو سے بلکل واضح ہے کے انسان کو تنہائی میں بھی ستر کھلنے، ننگا رہنے یا کوئی بھی ایسا فعل جو بے حیائی و بے ادبی کے زمرے میں آئے، اس سے مکمل اجتناب ضروری ہے۔[3]

ان بنیادی اقسام کے علاوہ بھی حیا کی مختلف ذیلی اقسام ہیں جو علماء کرام نے اپنی کتب میں بیان فرمائیں، جو کہ ان کی مزید تشریح اور انسانی اعمال میں حیا کو اجاگر کرنے کا باعث ہے جو مختصر طور پر یہاں بیان کئے جاتے ہیں-

حیا الجنایۃ والحشمۃ:

حیا الجنایۃ سے مراد خطا کی وجہ سے حیا، یعنی بندے سے جب کوئی خطا سرزد ہو جائے تو اس پر اس کو جو حیا آتی ہے اس سے "حیا الجنایۃ" کہا جاتا ہے- جسے احرام کی حالت میں جب بندے سے کمی بیشی ہو جائے تو اس سے جِنایَت

۱۔ بہز بن حکیم اصحابِ رسول ﷺ میں سے ہے جن کا شمار ثقہ رواۃ میں ہوتا ہے، آپ کا پورا نام بہز بن حکیم بن معاویۃ بن حیدۃ بن معاویۃ بن قشیر تھا-

۲۔ السنن، ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث، دار السلام، ریاض، ۱۴۱۶، کتاب الحمام، باب ماجاء فی التعری، حدیث:۴۰۱۷، ص:۲/۲۰۱

۳۔ باحیا نوجوان، محمد الیاس عطار قادری، مکتبہ المدینہ، کراچی، س ن، ص:۵۶

کہتے ہیں۔اس جنایت کی وجہ سے بندے کو حیا آتی ،ایسی طرح انسان سے جب انجانے میں کوئی خطا ہو جائے، جس پر اس سے ندامت اور شرمندگی ہو تو اس قسم کی حیا کو حیا الجنایۃ کہتے ہے۔

کسی کے دبدبے کی وجہ سے حیا کرنا۔یہ ایسا ہی ہے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھنا تھا مذی سے متعلق غسل فرض ہوتا ہے یا وضو کرنا کافی ہے، لیکن شرم کی وجہ سے وہ خود نہیں پوچھ سکے کیونکہ ان کا رشتہ ہی ایسا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم محسوس کر رہے تھے ،اس لیے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے ذریعے مسئلہ پوچھا۔علی رضی اللہ عنہ کی یہ شرم وحیا "حیا الحشمۃ" یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے عظمت و دبدبے اور حشمت کے وجہ سے تھی۔[1]

حیاالاستحقار واستصغار النفس:

اس قسم کی حیا کا مطلب ایسی حیا ہے کہ انسان اپنی ذات اور نفس سے متعلق تحقیر و تصغیر کو دل میں محسوس کرتے ہوئے اپنی ذات میں پائے، کسرِ نفسی کی وجہ سے حیا۔جیسے انسان اللہ تعالیٰ سے جب دعا مانگے تو اپنے اعمال کو یاد کرتے ہوئے اس سے حیا آتی ہے کے میرے پاس عمل تو ہے نہیں مگر اس کے باوجود بھی اللہ سے مانگ رہا ہوں، اور یہ اخلاق میں بہترین صفت کا نام ہے، جو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں کو عطا کرتا ہے۔[2]

حیا اجلال: حیا اجلال سے مراد کسی کی عظمت وجلال کی وجہ سے حیا کرنا، مثال کے طور پر جس بندے کے دل میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جتنی زیادہ عظمت و معرفت موجود ہو ،اتنی ہی پھر اس کی ذات سے حیا بھی زیادہ ہو گی، اسی طرح بزرگوں اور اکابر کے رتبے کے لحاظ سے ان سے حیا کرنا، اساتذہ سے حیا کرنا وغیرہ۔یہ سب حیا اجلال کی مثالیں ہیں۔[3]

حیا العبودیہ:

اس سے مراد بندگی کی وجہ سے حیا ہے، یعنی انسان کا اپنے رب سے باعثِ بندگی حیا کا محسوس کرنا۔یہ حیا کی وہ قسم ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے رب کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔یہ حیا محبت اور خوف کی ملی جلی کیفیت کا نام ہے، جس کے باعث انسان کوئی بھی نافرمانی کرنے لگے تو اس کی عبدیت اس سے حیا اور عار کا احساس دلا کے اللہ تعالیٰ کے سامنے شرمندگی کا خوف اجاگر کر دیتی ہے، لہٰذا انسان اس حیا العبودیہ کے تحت اپنے رب کی نافرمانی سے خود کو بچانے کی کوشش کرتا ہے۔

۱۔حیا وپاک دامنی، مولانا ذوالفقار احمد، مکتبہ الفقیر، لاہور، ستمبر ۲۰۰۴ء، ص:۲۳

۲-فیضانِ عائشہ صدیقہ، مجلس المدینۃ العلمیہ، مکتبہ المدینہ کراچی، دسمبر ۲۰۱۳ء، ص:۱۸۵

۳۔شرم وحیا، مولانا ذولفقار احمد نقشبندی، مکتبہ الفقیر، لاہور، جولائی ۲۰۰۹ء، ص:۱۳

حیاالشرف والعزۃ:

یہ حیا کی وہ قسم ہے جس میں انسان اللہ تعالیٰ کے احسانات کی وجہ سے اس کی نافرمانی سے گھبراتا ہے۔اللہ رب العزت کی شرف اور عظمت کا احساس انسان کو کوئی بھی ایسا کام کرنے سے روکتا ہے جو رب کی ناراضگی کا سبب ہو۔ یعنی ایسی حیا کی کیفیت جو بندے کے دل میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عظمت اور شرف کو زندہ رکھے اور اس کو احساناتِ باری تعالیٰ کی یاد دلاتی رہے۔

حیاالمرءِ من نفسہ:

یعنی انسان کا اپنے آپ سے حیا کرنا، اپنے نفس سے حیا کرنا کہ وہ تنہائی میں بھی کوئی ایسا کام نہ کرے جو حیا کے خلاف ہو۔ جس بندے کے اندر حیا کی یہ صفت ہو گی وہ ہر حال میں حیا کرے گا خواہ پھر خلوت ہو یا جلوت، وہ جہاں کہیں بھی ہو کوئی بھی خلافِ حیا کام کا مرتکب نہیں ہو گا کیونکہ اس کا نفس سے حیا کرنا ہی اس کو عار اور شرم دلاتا ہے۔[1]

حیا کے تقاضے:

اسلامی شریعت میں حیا کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ مخلوق کے سامنے معیوب کاموں اور فواحش سے اجتناب کیا جائے بلکہ حیا کے تقاضوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ انسان اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے بھی حیا کرے جو علیم و خبیر ذات ہے اور ظاہر و باطن، غائب و حاضر ہر چیز کا جاننے اور دیکھنے والا ہے، چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات سے حیا، مخلوق سے حیا اور انسانی اعضاء سے متعلق حیا کرنا حیا کے بنیادی تقاضوں میں سے ہے جس کی مختصر تفصیل درجہ ذیل ہے۔

حیا کبھی فرض اور کبھی واجب ہوتی ہے، جیسے کہ ناجائز و حرمت والے تمام امور میں اور یہ مستحب بھی ہوتی ہے، جیسے مکروہِ تنزیہی سے بچنے میں حیا اور کبھی مباح (یعنی کرنا، نا کرنا برابر) جیسے کسی مباحِ شرعی کے کرنے سے حیا۔[2]

اللہ تعالیٰ کی ذات حیا کے تقاضے:

حیا کے تقاضوں کے بارے میں امتِ مسلمہ کے لیے سب سے ضروری امر ربِ کائنات کی ذات سے حیا محسوس کرنا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے حدیث مبارکہ موجود ہے جو بہت وضاحت کے ساتھ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے شرم و حیا اپنانے کی تلقین پر مبنی ہے کہ یہ حیا کے بنیادی حق و تقاضا قرار دیا، اس لیے اللہ تعالیٰ سے جتنی

۱۔ حیاء و پاک دامنی، مولانا ذوالفقار احمد، ص:۴۶

۲۔ نزہۃ القاری، علامہ زید المدخلی، المیراث النبوی، ۱۴۲۱ھ، ص: ۱/ ۳۳۴

زیادہ حیا ہو تب دراصل شرم وحیا کا حق ادا ہو گا، جو صرف زبانی دعوؤں تک محدود نہ ہو بلکہ اپنے جسم وروح اور اپنی خواہشات سب کو اطاعتِ خداوندی کے تابع بنایا جائے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ سے حیا کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((عَن عَبدُ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اسْتَحْيُوا مِنْ اللَّهِ حَقَّ الْحَيَاءِ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَسْتَحْيِي وَالْحَمْدُ لِلَّهِ قَالَ لَيْسَ ذَاكَ وَلَكِنَّ الِاسْتِحْيَاءَ مِنْ اللَّهِ حَقَّ الْحَيَاءِ أَنْ تَحْفَظَ الرَّأْسَ وَمَا وَعَى وَالْبَطْنَ وَمَا حَوَى وَلْتَذْكُرْ الْمَوْتَ وَالْبِلَى وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ تَرَكَ زِينَةَ الدُّنْيَا فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ اسْتَحْيَا مِنْ اللَّهِ حَقَّ الْحَيَاءِ)) [1]

"عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے شرم وحیا کرو جیسا کہ اس سے شرم وحیا کرنے کا حق ہے، ہم نے عرض کیا کہ ہم اللہ سے شرم وحیا کرتے ہیں اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح سے آپ لوگ سمجھ رہے ہو یہ حیا کا حق نہیں بلکہ اللہ سے شرم وحیا کرنے کا جو حق ہے یہ ہے کہ اپنے سر اور سر سے منسوب جتنی چیزیں ہیں ان سب کی حفاظت کرو، اپنے پیٹ اور اس کے اندر جو چیزیں ہیں ان کی حفاظت کرو، موت اور ہڈیوں کے گل سڑ جانے کو یاد کیا کرو، اور جس کو آخرت کی چاہت ہو وہ دنیا کی زیب وزینت کو ترک کردے پس جس نے یہ سب پورا کیا تو حقیقت میں اسی نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے وہ حیا کی جس طرح اس سے حیا کرنے کا حق ہے۔"

اس حدیثِ پاک کے مطابق حیا کے تقاضوں میں یہ بات شامل ہے کے انسان اپنے جسم اور اس کے اعضاء کی حفاظت کریں، جن کی تفصیل کچھ یوں کی جاسکتی ہے۔

ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو اپنے اعمال کے بارے میں حاضر اور خبر دار سمجھتے ہوئے زندگی گزارنی چاہیئے، اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کے سامنے جواب دہی کے احساس کو سمجھتے ہوئے ہمیں چاہیئے کہ اپنے تمام اعضاء کی حفاظت وحیا کو برقرار رکھنے کی بھرپور کوشش اور ارتکاب معصیت سے حفاظت کریں اور موت کو اور جسم کے پوشیدہ ہونے کو یاد رکھیں، سو جس نے ایسا کر لیا اس نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کی جس طرح اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا حق ہے۔

۱۔ السنن، ترمذی، عیسیٰ محمد بن سورہ بن شداد، دار السلام، ریاض، ۱۴۱۶ھ، کتاب صفۃ القیامۃ، باب فی بیان بقتضیہ الاستحیا، حدیث: ۲۴۵۸، ص: ۲/ ۸۹

انسانی اعضاء سے متعلق حیا کے تقاضے:

سر کی حیا:

سر کی حیا اور تقاضوں میں یہ ہے کہ برے خیالات، گندی سوچ اور کسی مسلمان کے بارے میں بدگمانی سے پرہیز کیا جائے اور سر کے ساتھ منسلک تمام باقی اعضاء جیسے ہونٹ، کان، زبان اور آنکھوں وغیرہ کے ذریعے بھی ہر قسم کے گناہوں سے بچا جائے۔[1]

زبان کی حیا:

زبان کو برائیوں سے بچاتے ہوئے بدزبانی اور فحش و بے حیا گفتگو سے ہر وقت پرہیز کرنا اور گالی گلوچ اور لغو باتوں سے بچنا، زبان کی حیا کے تقاضوں میں شامل ہیں۔ جیسا کے اس بارے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

(("اَلحَيَاءُ وَ العَيُّ شُعبَتَانُ مِن الإيمانِ وَ البَذاءةُ وَ البَيانُ شُعبَتَانِ مِن النِّفاقِ"))[2]

"حیا اور کم گوئی ایمان کی دو شاخیں ہیں، جب کہ فحش کلامی اور کثرت کلام نفاق کی دو شاخیں ہیں۔"

آنکھوں کی حیا:

سر کی اعضاء میں آنکھیں بھی شامل ہیں آنکھوں کو بدنگاہی اور ناجائز دیکھنے سے محفوظ رکھنا آنکھوں کی حیا کا تقاضا ہے۔ موجودہ دور میں اس بارے میں بہت بے احتیاطی کی جارہی ہے جبکہ اسلام میں غضِ بصر کی تلقین اور اس کا اہتمام حیا کے بنیادی تقاضوں میں سے ہے۔ اس معاملے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثال ہمارے سامنے ہے، جیسا کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا اس بارے میں ارشاد ہے:

"میں مروں پھر زندہ ہوں، پھر مروں پھر زندہ ہوں، پھر مروں پھر زندہ ہوں تب بھی میرے نزدیک یہ اس سے بہتر ہے کہ میں کسی کے ستر (یعنی شرم گاہ) کی طرف دیکھوں یا کوئی میرے ستر کو دیکھے۔"[3]

حدیثِ پاک میں اس بارے ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

(("لاَ يَنظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلاَ الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ"))[4]

۱۔ باحیا نوجوان، محمد الیاس عطار قادری، مکتبہ المدینہ، کراچی، س ن، ص: ۳۴

۲۔ سنن ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی العی، حدیث: ۲۰۲۷، ص: ۲/ ۲۴

۳۔ تنبیہہ الغافلین، ابولیث سمرقندی، دار الکتاب العربی بیروت، ۲۰۰۵ء، ص: ۲۵۸

۴۔ سنن ابی داؤد، کتاب الحمام، باب ماجاء فی التعری، حدیث: ۴۰۱۸، ص: ۲/ ۲۰۱

"کوئی مرد کسی مرد کے ستر کو نہ دیکھے اور کوئی عورت کسی عورت کے ستر کو نہ دیکھے۔"

اسی طرح انسانی اعضاء کا حیا کے تقاضوں کے برعکس غلط و ناجائز استعمال اور ان سے متعلق کئے جانے والے گناہ کے بارے میں رسول پاک ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے:

((فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ، وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الِاسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ، وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الخُطَا وَ الْقَلْبُ يَهْوَى وَيَتَمَنَّى وَيُصَدِّقُ ذَلِكَ الْفَرْجُ وَيُكَذِّبُهُ))[1]

"آنکھوں کا زنا غلط دیکھنا ہے اور کانوں کا زنا سننا(فواحش کو) ہے، زبان کا زنا بات(فحش) کرنا ہے، ہاتھ کا زنا پکڑنا اور چھونا ہے اور پاؤں کا زنا (جانا ہے)فاحشہ کی طرف (اور دل کا زنا خواہش اور تمنا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا جھٹلاتی ہے۔"

کانوں کی حیا:

کانوں کی حیا کا تقاضا ہے کہ اس سے کوئی بھی ناجائز و بے ہودہ گفتگو، گانے بجانے، غیبت، چغلی اور کسی کی عیب جوئی وغیرہ کو نہ سنا جائے۔کانوں سے غلط سننے کے مختلف عذاب ہے۔شعیب بن ابی سعید رضی اللہ سے روایت مروی ہے کہ "جو بے حیائی کی باتوں سے لذت اٹھائے، بروزِ قیامت اس کے منہ سے پیپ اور خون جاری ہونگے۔"[2]

ایسے ہی چوری چھپے لوگوں کی باتیں سننے کو ممنوع قرار دینے کے بارے میں روایت ہے:

((" وَمَنْ اسْتَمَعَ إِلَى حَدِيثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ أَوْ يَفِرُّونَ مِنْهُ صُبَّ فِي أُذُنِهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ")) [3]

"اور جو شخص دوسرے لوگوں کی بات سننے کے لیے کان لگائے جو اسے پسند نہیں کرتے یا اس سے بھاگتے ہیں تو قیامت کے دن ایسے شخص کے کانوں میں پگھلتا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔"

انسان کا اپنے نفس اور ذات سے حیا کرنے اور اس کے اعضاء سے حیا کرنے کو حیا کے تقاضوں میں اس لیے شامل کیا گیا ہے کیونکہ قیامت کے دن انسان کے اپنے اعضاء ہی اس کے خلاف گواہی دیں گے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۱- صحیح مسلم، مسلم بن حجاج، دار السلام، ریاض، ۱۴۱۶، کتاب القدر، باب قدر علی ابن آدم من الزنا، حدیث:۶۷۵۴، ص:۲/۳۳۶

۲-اتحاف السادۃ، علامہ مرتضیٰ الزبیدی، المطبۃ المیمنیہ، البیروت، ۱۳۱۱ھ، ص:۹/۱۸۷

۳- صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب من کذب فی حلمہ، حدیث:۷۰۴۲، ص:۲/۱۰۴۲

﴿يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾[1]

"جس دن ان پر ان کی زبانیں اوران کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔"

چنانچہ حیا کے اقسام اور تقاضوں کا اگر اختصار کے ساتھ خلاصہ پیش کیا جائے تو بنیادی طور پر یہ تین قسم کی ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی ذات سے حیا (۲) لوگوں سے حیا کرنا (۳) اپنے آپ سے حیا کرنا۔

اللہ سے حیا اس کے اوامر پر عمل کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ممنوع کردہ کاموں سے خود کو رک کر ہوتی ہے۔اور یہ حیا دین کی قوت اور یقین کی صحت سے حاصل ہوتی ہے۔لوگوں کے شرمانے کا مفہوم اس وقت ہوتا ہے جب ان کو تکلیف نہ پہنچائی جائے اور فضول قسم کی بات پر دشمنی مول نہ لی جائے۔حیا کی یہ قسم نوع مروت کے کامل ہونے اور اپنی ثناء و تعریف کو پسند کرنے سے ابھرتی ہے، اپنے آپ سے شرمانے کا مفہوم پاک دامنی اور تنہائیوں کی حفاظت سے پورا ہوتا ہے۔ یہ قسم نفس کی فضیلت اور اچھی نیت سے حاصل ہوتی ہے۔جب انسان میں تینوں قسموں کی حیا مکمل ہوگی تو اس میں خیر کے اسباب بھی کامل ہوجائیں گے اور برائی کے اسباب کی نفی ہوجائے گی اور اس کا ذکر فضل کے ساتھ اور خوبصورتی کے ساتھ ہوگا اور اگر کوئی بھی درجہ کم ہوجائے تو اس کے بقدر اس سے فضل بھی کم ہوتا جائے گا۔

دینِ اسلام میں جہاں حیا کو بنیادی اخلاقی وصف وخوبی قرار دیا گیا ہے تو اس کے مختلف اقسام و تقاضوں کو بھی کھل کے بیان کیا گیا تاکہ اس لحاظ سے ان امور و مقامات پر حیا کے احکامات کے مطابق عمل اختیار کرنے میں آسانی ہو۔ہر انسان میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فطری طور پر حیا کے درجہ ذیل بنیادی اقسام میں سے کوئی نہ کوئی مادہ ضرور پیدا فرمایا ہوتا ہے، البتہ کچھ میں کم اور کچھ لوگوں میں زیادہ ہونا یا پھر حیا کا اُٹھ جانا انسان کے ماحول، مذہب و افکار اور اس کے رہن سہن پر انحصار کرتا ہے۔جیسا کہ مسلم و غیر مسلم معاشرت و تہذیب میں اس کا فرق ہمارے سامنے واضح صورت میں موجود ہے، جہاں ایک طرف مسلمانوں کی تہذیب و تمدن اور مذہب میں ہمیشہ سے حیا کا وصف نمایاں رہا ہے تو اس کے برعکس غیر مسلم اس بنیادی اخلاقی وصف سے بلکل عاری نظر آتے ہیں۔مسلمانوں کے لیے ہر دور اور ہر نبی کی تعلیمات میں حیا کو بنیادی اخلاقی خوبی قرار دیا گیا، جس کا حصول ہر کامل مومن کے لیے ضروری ہے۔ایک مسلمان کے گفتار و کردار میں حیا کا عنصر نمایاں ہونا اور اس کے بقاء و تحفظ کی لیے اسلامی تعلیمات میں مکمل راہنمائی ہمیشہ فراہم کی گئی، جس کا حاصل کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

۱-سورۃ النور: ۲۴/۲۴

باب دوم

عہدِ نبوی ﷺ میں حیا کے تحفظ کے لیے ترغیبی پہلو و تعلیمات

فصل اول

احادیثِ نبویہ میں حیا کا ترغیبی پہلو و تعلیمات

نبی پاک ﷺ کی بعثت اور ان کی تعلیمات و ترغیبات کے باعث جہاں عرب کے جہالت زدہ معاشرے سے باقی برائیوں کا خاتمہ ہوا، تو ایسے ہی بے حیائی و فحاشی کی بھی جڑ اکھاڑ دی اس سے قبل عرب معاشرے میں شرم و حیا نام کی کوئی چیز نہیں تھی، ہر طرف بے حیائی ہی بے حیائی تھی چنانچہ اللہ تعالی نے ان پر کرم کیا حضرت محمد ﷺ کو انہی کی قوم میں سے پیدا کیا اور نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔ نبی پاک ﷺ نے معاشرے پر فرداً فرداً محنت کر کے ان کی اصلاح کی اور انھیں طرز زندگی سکھایا، بے حیائی کی بیخ کنی کی، حیا کو پروان چڑھایا اور ایک ایسا باحیا معاشرہ تیار کیا کہ جہاں ہر طرف حیاو پاک دامنی کا دور دورہ تھا۔ معاشرے میں سکون و اطمینان کی فضا تھی۔ حیا کی وجہ سے مرد و زن کی نگاہیں جھکی ہوتی تھی۔ تمام مؤمنین و مؤمنات حیا کے پیکر و اعلی نمونہ تھے۔ عورت بلا ضرورت شدیدہ گھروں سے نہ نکلتی تھی۔ اگر کبھی ضرورت کے وقت گھر سے نکلنا پڑ تا تو اپنے اعضاء کو ڈھانپتے ہوئے مکمل مستورہ ہو کر نکلتی، اور حیا کی وجہ سے احتیاط کا یہ عالم تھا کہ درمیان راستے سے ہٹ کر کناروں سے گزرتی کہ نامحرم مردوں کی نگاہیں بھی ان پر نہ پڑیں۔

مؤمن اور حیا دونوں لازم ملزوم تھے۔ یہ تصور ہی نہ کیا جاسکتا تھا کہ مؤمن بے حیا ہو گا، لوگوں نے جان لیا تھا کہ مؤمن باحیا ہوتا ہے اور حیا ایمان کا حصہ ہے بلکہ اسلام کے ماتھے کا جھومر ہے اور امت مسلمہ کی پہچان ہے، مؤمن کا زیور ہے اور پاکیزگی کا مظہر ہے۔ حیا میں دل کی نرمی، فواحش سے بچانے اور ہر قسم کی فتح و کامرانی راز مضمر ہے۔

نبی کریم ﷺ سے حیا کے بارے میں بہت وعظ و نصیحت و تعلیمات موجود ہیں، آپ ﷺ نے حیا کے متعلق اہمیت و قدر و منزلت کو بیان فرمایا اور ہر ایک کی اس سلسلہ میں کیا ذمہ داریاں ہیں اس کو اجاگر کیا، مرد و عورت دونوں کو باحیا بننے اور با اخلاق ہونے کی ترغیب دی، یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کے با اخلاق ہونے کے لئے حیا کے زیور سے مزین ہونا ضروری ہے، ورنہ چاہے جتنا بھی تعلیم یافتہ، قابل، تہذیب و تمدن کا دعوے دار ہو اگر لیکن اگر انسان حیا کے جوہر سے محروم ہے تو بد اخلاق سمجھا جائے گا۔

حیا کو تکمیلِ ایمان اور ایمان کی شاخ قرار دینا:

احادیثِ نبویہ کے روشنی میں حیا کے بارے میں تعلیمات اور ترغیبی پہلو بہت وضاحت کے ساتھ بیان ہوئے، حیا کو دینِ اسلام کا خلق، خیر و بھلائی اور ایمان کی شاخ و تکمیلِ ایمان کہا گیا، اس بارے میں رسول ﷺ سے حدیث مبارکہ میں کچھ یوں ارشاد مروی ہے:

((الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ))[1]

"نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ:"کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں اور حیا ایمان کی شاخوں میں سے ایک ہے-"

اس حدیث کی رو سے حیا کو ایمان کی شاخ کہا گیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیا کی اہمیت مسلمانوں کی زندگی میں کس قدر ہے، یعنی اگر حیا ہے تو ہی اس کا ایمان، کامل ایمان ہے-دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

((الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً، فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ))[2]

"ایمان کے ستر یا اس سے اوپر شاخیں ہیں، سب سے افضل جز لا الہ الا اللہ کا اقرار ہے اور سب سے چھوٹا کسی اذیت (دینے والی چیز) کو راستے سے ہٹانا ہے اور حیا بھی ایمان کی شاخوں میں سے ایک ہے۔ "

حیا کی حوصلہ افزائی:

ایسے ہی ایک اور روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ایک آدمی دیکھا جو اپنے بھائی کے کثرتِ حیا پر اعتراض کرتے ہوئے اس سے نصیحت کر کے روکتا تھا اور اس کو منع کرتا تھا مگر جب آپ ﷺ کو پتہ چلا تو اس کی حیا والی عادت پر حوصلہ افزائی ارشاد فرمائی اور فرمایا کہ حیا تو ایمان کا حصّہ ہے، حدیثِ پاک میں اس کا ذکر ان الفاظ میں آتا ہے:

((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ دَعْهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنْ الْإِيمَانِ))[3]

"رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک آدمی کی طرف ہوا جو اپنے بھائی کو زیادہ حیا کرنے کی وجہ سے ڈانٹ رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو مت ڈانٹو کیونکہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔"

صحیح مسلم میں اس بارے میں الفاظِ نبوی کچھ اس طرح ہیں:

۱- صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب ظلم دون ظلم، حدیث:9، ص:۱/۲۷

۲- صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان وفضیلۃ الحیاء، حدیث:۱۵۳، ص:۱/۴۲

۳-السنن، نسائی، امام نسائی، دار السلام، ریاض، ۱۴۱۶ھ، کتاب الایمان وشرائعہ، باب الحیاء، حدیث:۵۰۳۶، ص:۳/۲۲۴۵

((سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ، فَقَالَ: «الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ)) [1]

"نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی سے سنا جو اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:" (حیا سے مت روکو) حیا ایمان میں سے ہے۔"

حیا اسلام کا بنیادی و اخلاقی وصف:

حیا کو دینِ اسلام کا بنیادی وصف قرار دیتے ہوئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر دین کا ایک خلق یعنی عادت و فطرت ہوتی ہے، اسلام کی فطرت حیا ہے۔[2]

دینا میں اگر دیکھا جائے تو نہ صرف دین و مذہب کے لحاذ سے بلکہ کلچر کی نسبت سے بھی ہر ملک و قوم کی کوئی نہ کوئی ایسی خاصیت و خوبی ہو گی جو اس کو دوسرے قوموں سے ممتاز رکھے، اور دین اسلام کی وہ خوبی انسان کے اعمال و کردار میں حیا کا نمایاں ہونا ہے، اس کے بارے میں نبی پاک ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: " إِنَّ لِكُلِّ دِينٍ خُلُقًا , وَخُلُقُ الْإِسْلَامِ الْحَيَاءُ")) [3]

" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"ہر دین کا ایک اخلاق ہوتا ہے اور اسلام کا اخلاق حیا ہے"۔

یعنی ہر امت کی کوئی نہ کوئی خاص خَصلت ہوتی ہے جو دیگر خصلتوں پر غالب ہوتی ہے اور اسلام کی وہ خصلت و خوبی حیا ہے۔ اس لئے کہ حیا ایک ایسا خُلُق ہے جو تمام اخلاقی اچھّائیوں کی تکمیل، ایمان کی مَضبُوطی کا باعث اور اسکی علامات میں سے ہے۔

حیا کو سابقہ انبیاء کرامؑ و اقوام کی سنت قرار دینا:

رسول پاک ﷺ نے اپنی تعلیمات کی رو سے حیا کو سابقہ انبیاء کرام علیہ السلام کی سنت قرار دیا ہے، ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَى , إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ)) [4]

۱- صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان و فضیلۃ الحیاء، حدیث:۱۵۴، ص:۱/ ۴۲

۲-شعب الایمان، احمد بن حسن البیھقی، اردو مترجم، مولانا محمد اسماعیل، دار الاشاعت کراچی، ۲۰۰۷، ص:۲/ ۱۳۳

۳- سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الحیاء، حدیث:۴۱۸۰، ص:۵/ ۴۵۷

۴-ایضاً، حدیث:۴۱۸۳، ص:۵/ ۴۵۷

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "گزشتہ کلام نبوت میں سے جو باتیں لوگوں کو ملی ہیں، تو اس سے ثابت ہے کہ جب تم میں حیا نہ ہو تو جو چاہے کرو۔"

یعنی انسان کی زینت شرم و حیا سے ہے، اگر انسان کے پاس یہ دولت نہ رہے تو اس کی حیثیت دیگر جان داروں سے مختلف نہیں رہتی، اور پھر اس کا دل و جسم ہر گناہ کے لیے آسانی سے آمادہ ہو تا رہتا ہے، اس لیے پھر اس کی کیفیت کو یوں بیان فرمایا کہ "جب تم میں حیا نہ ہو تو جو چاہے کرو۔

اس بارے میں دوسری جگہ حدیثِ مبارکہ میں آنحضرت ﷺ سے ارشاد مبارک ہے کہ:

((أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ الْحَيَاءُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاكُ وَالنِّكَاحُ))[1]

"چار چیزیں سب پیغمبروں کی سنت ہیں۔ شرم اور عطر لگانا اور مسواک کرنا اور نکاح کرنا۔"

چنانچہ ان احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں واضح ہے کہ حیا وہ اخلاقی وصف ہے جو نہ صرف اسلام بلکہ تمام سابقہ الہامی مذاہب و انبیاء کرامؑ کی سنت ہے۔

حیا خیر و بھلائی کا منبع:

نبی کریم ﷺ نے حیا کے بارے میں تعلیمات دیتے ہوئے حیا کو خیر و بھلائی کا منبع قرار دیا، چنانچہ اس بارے میں حدیثِ مبارکہ میں یوں ارشاد ہوا:

((عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «الْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْر))[2]

"آپ ﷺ نے فرمایا:" حیا سے خیر اور بھلائی ہی حاصل ہوتی ہے"

یعنی حیا دار انسان کو صرف خیر و بھلائی ہی ملتی ہے، جب کہ بے حیائی میں سر اسر نقصان اور ایمان جانے کا اندیشہ ہوتا ہے، اگر حیا کو اپنا لیا جائے تو انسان ہر قسم کی برائی سے محفوظ ہو جاتا ہے، اس کی زندگی میں صرف خیر و بھلائی آجاتی ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ» قَالَ: أَوْ قَالَ: «الْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ))[3]

۱- سنن ترمذی، ابواب النکاح، باب ماجاء فی فضل التزوج والحث علیہ، حدیث:۱۰۸۰، ص:۱/ ۳۲

۲- صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان وفضیلۃ الحیاء، حدیث:۱۵۶، ص:۱/ ۴۳

۳- صحیح مسلم، کتان الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان وفضیلۃ الحیاء،، حدیث:۱۵۷ص:۱/ ۴۳

"حیا بھلائی ہے پوری کی پوری" انہوں نے کہا: یہ الفاظ فرمائے): "حیا پوری کی پوری بھلائی ہے۔"

یعنی اگر حیا ہے تو انسان ہر قسم کی بھلائی سے مزین ہے، حیا سراپا موجب بھلائی و خیر ہے، اس میں سراسر فائدہ ہے، حیا کی صفت صرف بہتری لاتی ہے۔ یعنی حیا کی صفت وہ صفت ہے جو بھلائیوں کا سرچشمہ ہے۔ یہ صفت جس شخص کے اندر ہو گی وہ برائی کے پاس نہیں جائے گا اور بھلائی کرنے کی طرف وہ ہمیشہ مائل ہو گا۔

اسوہ النبی کریم ﷺ اور حیا:

نبی پاک ﷺ نے اس بارے میں خود اپنی ذات و اخلاق کو بطورِ نمونہ پیش کیا، جو ہر طرح سے مسلمانوں کے لئے حیا و عفت کا مکمل نمونہ ہے، آپ ﷺ کی ذات و کردار سے کبھی بھی کسی نے فحش گوئی اور بے ہودہ گوئی کا کوئی لفظ نہ تو کلام میں سنا، نہ ہی اعمال و افعال میں، بلکہ بقولِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حضرت محمد ﷺ شرم و حیا میں کنواری، پردہ نشین لڑکیوں سے بھی آگے تھے، یعنی اتنے حیادار تھے کہ کنواری، پردہ نشین لڑکیوں سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب رسول اللہ ﷺ کے اخلاقی خوبیوں کو بیان کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

((لَمْ يَكُنْ فَاحِشًاوَلَا مُتَفَحِّشًا وَلَا صَخَّابًا فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِي بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَصْفَحُ))[1]

"آپ ﷺ فحش گو، بد کلامی کرنے والے اور بازار میں چیخنے والے نہیں تھے، آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے، بلکہ عفو و درگزر فرمادیتے تھے"

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حیا کس قدر نبی پاک ﷺ کی ذات مبارکہ کا خاصہ تھا، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے:

((فَذَكَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَلاَ مُتَفَحِّشًا، وَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِنْ أَخْيَرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ خُلُقًا))[2]

۱۔ سنن ترمذی، ابواب البر والصلۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی خلق النبی ﷺ، حدیث: ۲۰۱۶، ص: ۲/۲۳

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب لم یکن النبی ﷺ فاحشًا ولا متفحشا، حدیث: ۲۰۲۹، ص: ۲/۹۱

"انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ نہ تو بدگو تھے اور نہ آپ بدزبان تھے اور انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلا شعبہ تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہو۔"

اس میں ہمارے لئے واضح ہدایت و دلیل موجود ہے کہ جس انسان کے اخلاق و کردار اعلیٰ ہو اور حیا کا عنصر جتنا غالب ہو گا اس سے بہتر قرار دیا جائے گا، یعنی ایک مسلمان کے اخلاق و کردار میں حیا کا ہونا بہت ضروری ہے۔آپ ﷺ کی حیاکے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَشَدَّحَيَاءً مِنْ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا))[1]

"رسول اللہ ﷺ پردہ نشیں کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ شرمیلے (حیادار) تھے ،،

اسلام نے انسانوں کو اخلاق و کردار جیسے قیمتی جوہر سے نوازا ہے، اور زندگی گزارنے کے اصول وآداب سے سرفراز کیا ہے، کون سی چیز اچھی ہے اور کون سی بری اس کو تفصیل کے ساتھ واضح کیا، کن چیزوں کو اختیار کرنے سے ایک صالح اور پاکیزہ معاشرہ کی تعمیر ہوتی ہے اور کن چیزوں کے سبب اخلاق و کردار اور ماحول داغدار ہوتا ہے اس کو بھی واضح فرمایا۔اور انسانوں کے دلوں میں حیا کے جذبات کو پروان چڑھایا، شرم والی کیفیات سے بہرہ ور کیا، اور اس سے متعلق تعلیمات و ہدایات عطا کی۔بلاشبہ اسلام کا امتیاز ہے کہ اس نے ایک اچھے اور صاف ستھرے معاشرہ کو بنانے اور اس معاشرہ کے ہر فرد کو عادات واخلاق میں بہتر بنانے کے لئے نہایت اہم اور ضروری تعلیمات عطا کی ہے۔اور جو چیزیں معاشرہ کی صحیح رخ پر تشکیل کرنے والی ہیں ان کی اہمیت کو دلوں میں اجاگر کروایا۔

چنانچہ احادیثِ نبوی کی رو سے ایک پاکیزہ معاشرہ کی تعمیر میں "شرم وحیا" کی بڑی اہمیت ہے، نگاہ ودل جب تک پاک نہیں ہوں گے اس وقت تک پاکیزہ تصورات اور پاک خیالات ترویج نہیں پاسکتے۔ معاشرے کی مضبوطی ایسے اخلاق و کردار کے لوگوں سے وابستہ ہے جن کا کردار شرم وحیا کا پیکر ہو۔

۱- صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ، حدیث:۳۵۶۲، ص:۱/۹۵۸

فصل دوم

سنتِ نبوی ﷺ سے بے حیائی کی مذمت و ممانعت

سنتِ نبوی ﷺ کی تعلیمات میں مسلمانوں کے لئے حیا کی اہمیت اور خیر و بھلائی اور حسن خلق ہونے کے ساتھ جہاں اس کی تلقین و ہدایت ملتی ہے، تو دوسری جانب بے حیائی کے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں فعلِ قبیح و حرام ہونے کے سبب بے حیائی کی مذمت کی گئی ہے اور اس کی ممانعت اور نقصانات کو واضح فرما کے آپ ﷺ نے اپنی امتِ محبوبہ کو ہر قسم کی بے حیائی سے پاک رہنے کی تلقین فرمائی۔جس طرح دینِ اسلام پاک مذہب ہے اور اس دین کا داعی محبوبِ کائنات، نبی پاک ﷺ ہے، ایسے ہی آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کا مجموعہ ہے کہ اس کو ہر برائی و بے حیائی سے اپنی امت کو پاک رکھنے کے لئے تعلیمات و تربیت سے مذین کیا۔

بے حیائی ظلم اور دوزخ میں لے جانے کا سبب:

آپ ﷺ نے بے حیائی کی مزمت اور اس کے انسانی ایمان و اعمال پر منفی اثرات کا ذکر کرتے ہوئے حیا کو جہاں ایمان کی شاخ قرار دیا ہے تو اسی کے ساتھ وضاحت کر دی ہے کہ بے حیائی کس طرح انسان کو ظلم اور دوزخ تک لے جاتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَيَاءُ مِنْ الْإِيمَانِ وَالْإِيمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَالْبَذَاءُ مِنْ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِي النَّارِ)) [1]

"حیا ایمان کا ایک جز ہے اور ایمان والے جنت میں جائیں گے اور بے حیائی کا تعلق ظلم سے ہے اور ظالم جہنم میں جاتی ہے۔"

اس حدیث پاک کی روشنی میں واضح ہے کہ بے حیائی ظلم اور دوزخ میں لے جانے کا ذریعہ ہے اس لیے اس سے دور رہنا ضروری ہے۔

کھلی و پوشیدہ ہر قسم کی بے حیائی کی حرمت:

اسلام میں ہر قسم کی بے حیائی سے منع کیا گیا ہے، نبی پاک ﷺ کی تعلیمات اور اعمال میں قرآن اور دینِ اسلام کو مکمل طور پر پایا جاتا ہے اور ہر چیز کو کھل کر اپنی عملی زندگی اور احادیث کی صورت میں مسلمانوں کے سامنے پیش کیا تا کہ ان کی بہترین راہنمائی ہو، آپ ﷺ کی تعلیمات قرآن مجید کی تفصیل و تشریح پر مبنی ہے اس لیے جب قران میں بے حیائی کو حرام قرار دیا گیا ہے تو سنت سے اس کی مزید وضاحت ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو بے حیائی کے قریب بھی جانے سے منع فرماتا ہے، بے حیائی جس قسم کی بھی ہو، چاہے ظاہری امر ہو یا پوشیدہ، جو بھی چیز بے حیائی سے وابسطہ ہو، اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ارشاد نبوی ﷺ ہے:

۱۔ سنن ترمذی، ابواب البر والصلۃ عن رسول ﷺ، باب ماجاء فی الحیاء، حدیث:۲۰۰۹، ص:۲/۲۱

((قَالَ لَا أَحَدَ أَغْيَرُ مِنْ اللَّهِ وَلِذَلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنْ اللَّهِ وَلِذَلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ)) [1]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ سے بڑھ کر کوئی غیرت مند نہیں ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بے حیائی کی چیزیں حرام کر دی ہیں چاہے وہ کھلے طور پر ہوں یا پوشیدہ طور پر، اور کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس سے اللہ سے زیادہ مدح (تعریف) پسند ہو، اسی لیے اللہ نے اپنی ذات کی تعریف خود آپ کی ہے۔"

یعنی حیا کا ہونا غیرت مندی سے ہے، لہذا اللہ تعالیٰ کی ذات سے بڑھ کے کون غیرت مند ہے اور چونکہ بے حیائی کا تعلق قباحت اور برائی سے ہے جو غیرت کے منافی ہے، اس لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ اس نے ہر بے حیائی سے وابسطہ چیز کو حرام قرار دیا، چاہے وہ ظاہر ہو، کھلی بے حیائی ہو یا پوشیدہ اور باطنی امور سے متعلق ہو، ہر قسم کی بے حیائی کو ممنوع و حرام قرار دیا۔

بے حیائی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا قہر وعذاب:

بے حیائی کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کے ناراضگی اور عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے جس کی تائید و تشریح قرآن مجید کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی تعلیمات میں بھی واضح ہے۔اس بارے میں حدیثِ پاک میں ارشاد ہوا ہے:

((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَغَارُ وَإِنَّ الْمُؤْمِنَ يَغَارُ وَغَيْرَةُ اللَّهِ أَنْ يَأْتِيَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ عَلَيْهِ)) [2]

" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ غیرت فرماتا ہے اور بے شک مومن بھی غیرت کرتا ہے۔ اللہ کو غیرت آتی ہے جب کوئی مؤمن بندہ ایسے امور کا ارتکاب کریں جو اس (اللہ تعالیٰ) نے اس پر حرام کئے ہے۔"

چنانچہ مؤمنین کا کسی بے حیائی و فواحش کا ارتکاب کرنا اللہ تبارک و تعالیٰ کی غیرت کو بھڑکانا اور قہر و غضب کا باعث ہے۔

صحیح مسلم میں اس بارے میں حدیث مبارک یوں ملتی ہے:

۱-- سنن ترمذی، ابواب الدعوات عن رسول ﷺ، باب لا احد اغیر من اللہ، حدیث: ۳۵۳۰، ص: ۲/ ۱۷۵

۲- صحیح مسلم، کتاب التوبہ، باب غیرۃ اللہ تعالیٰ وتحریم الفواحش، حدیث: ۶۹۹۵، ص: ۲/ ۳۵۸

((لَيسِ أَحَدٌ أَحَبُ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنْ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ وَلَيْسَ أَحَدٌ أَغْيَرَ مِنْ اللَّهِ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ وَلَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنْ اللَّهِ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ أَنْزَلَ الْكِتَابَ وَأَرْسَلَ الرُّسُلَ))[1]

"کوئی نہیں جس سے اللہ سے بڑھ کر تعریف پسند ہو، اسی بناپر اس نے اپنی تعریف فرمائی اور کوئی نہیں جو اللہ سے بڑھ کر غیرت مند ہو، اسی بناپر اس نے تمام فواحش حرام کر دیں اور کوئی نہیں جس سے اللہ سے بڑھ کر (بندوں کا اس سے) معذرت کرنا پسند ہو، اسی بناپر اس نے کتاب نازل فرمائی اور پیغمبروں کو بھیجا۔"

عملی زندگی سے بے حیائی کی مذمت

رسول پاک ﷺ نے اپنی عملی زندگی اور کردار میں تمام مسلمانوں کے لیے حیاداری اور پاک دامنی کا مکمل اور اعلیٰ مثال پیش کیا ہے، کبھی بھی زبان مبارک سے کوئی خلافِ آداب بات تک نہیں کی، آپ ﷺ نے خود اپنے عمل سے اس کو ثابت کیا کے کسی بھی حال میں مؤمن بدزبانی یا فحش گوئی سے کام نہیں لیتا، جیسا کے اس بارے میں ایک روایت میں آتا ہے:

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّابًا، وَلاَ فَحَّاشًا، وَلاَ لَعَّانًا،))[2]

"انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کبھی بھی نہ تو گالی دیتے تھے نہ کبھی فحش گوئی کرتے نہ ہی لعنت کرتے، اگر ہم میں سے کسی پر ناراض ہوتے اتنا فرماتے کہ اس سے کیا ہو گیا ہے۔"

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ کس قدر اپنی عملی زندگی سے آپ ﷺ نے بے حیائی کی ہمیشہ مذمت کی اور آدب کے خلاف کوئی لفظ بھی اپنے زبان مبارک سے ادا نہیں کیا۔

۱- صحیح مسلم، کتاب التوبہ، باب غیرۃ اللہ تعالیٰ و تحریم الفواحش، حدیث:۲۹۹۴، ص:۲/۳۵۸

۲- صحیح بخاری، کتاب الادب، باب لم یکن النبی ﷺ فاحشًا ولا متفحشًا، حدیث:۶۰۳۱، ص:۲/۹۱

بے حیائی کو عیب قرار دینا

رسول پاک ﷺ نے اپنی تعلیمات کی رو سے بے حیائی کو عیب قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ بے حیائی انسانی کے کردار اور عمل کو عیب دار اور بدنما کر دیتی ہے، جبکہ حیا اس کو خوبصورت کر دیتی ہے، چنانچہ حدیث مبارکہ میں بے حیائی کی مذمت یوں فرمائی:

((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا كَانَ الْفُحْشُ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا شَانَهُ وَلَا كَانَ الْحَيَاءُ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا زَانَهُ)) [1]

"بے حیائی جس چیز میں بھی ہو اسے بدنما کر دیتی ہے۔ اور حیا جس چیز میں بھی ہو اسے خوشنما کر دیتی ہے۔"

حیا کے ذریعہ انسان کی خوبیوں اور خامیوں کو اور اس کے ایمان و کردار کو پرکھا جا سکتا ہے، حیا اور ایمان دونوں میں سے اگر ایک نہ رہے کسی میں تو دوسرا بھی نہیں رہے گا۔

لہذا کوئی انسان جب حیا جیسی دولت سے محروم ہو جائے تو وہ بتدریج کم تر برائی سے زیادہ مہلک برائی کی طرف بڑھتا جاتا ہے ،ابتدا میں چھوٹے گناہوں پھر آہستہ آہستہ بڑے اور مہلک کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ وہ گناہوں کی دلدل میں بری طرح دھنس جاتا ہے،اس لیے حیا کو ہی گناہوں سے بچانے والی بندش و روکاوٹ کہا گیا ہے۔ [2]

حیا و ایمان باہم جڑے ہیں اور حیا کا ایمان کے ساتھ اتنا گہرا تعلق ہے کہ اس کے بغیر انسان میں کامل ایمان کا وجود ناگریز ہے، جیسا کی بیہقی کی روایت ہے:

"حیا اور ایمان ایک ہی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں جب کسی بندے سے ایک چھین جاتا ہے تو دوسرا اس کے پیچھے پیچھے چلا جاتا ہے۔" [3]

۱-سنن ابن ماجہ، کتاب الذھد، باب الحیاء: حدیث:۴۱۸۵، ص:۵/۴۵۸

۲-پیغام سیرت، سید فضل الرحمن، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، ۱۴۳۲ھ، ص:۲/۲۲۵

۳-شعب الایمان، حدیث:۷۷۲۵، ص:۶/۱۳۷

حیاکا اٹھ جانا ہر قسم کی بھلائی سے محرومی ہے:

حیاکا چھین جانا ہر قسم کی بھلائی سے محرومی کا باعث ہے-حیا اٹھ جائے تو ہر خیر سے اور نیک وصالح اعمال سے انسان محروم ہو جاتا ہے اور آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ناراضگی وغضب میں آجاتا ہے-جس کی تائید حدیث مبارکہ میں یوں آتی ہے:

((اِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ عَبْدًا نَزَعَ مِنْهُ الْحَيَاءَ فَإِذَا نَزَعَ مِنْهُ الْحَيَاءَ لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا مَقِيتًا مُمَقَّتًا فَإِذَا لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا مَقِيتًا مُمَقَّتًا نُزِعَتْ مِنْهُ الْأَمَانَةُ فَإِذَا نُزِعَتْ مِنْهُ الْأَمَانَةُ لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا خَائِنًا مُخَوَّنًا فَإِذَا لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا خَائِنًا مُخَوَّنًا نُزِعَتْ مِنْهُ الرَّحْمَةُ فَإِذَا نُزِعَتْ مِنْهُ الرَّحْمَةُ لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا رَجِيمًا مُلَعَّنًا فَإِذَا لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا رَجِيمًا مُلَعَّنًا نُزِعَتْ مِنْهُ رِبْقَةُ الْإِسْلَامِ)) [۱]

"بلا شعبہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی شخص کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو اس سے حیا کو چھین لیتا ہے۔اور جب اس سے حیا چھین لیتا ہے تو تجھے وہ شخص ناپسندیدیہ اور قابل نفرت محسوس ہوتا ہے۔جب وہ ناپسندیدہ اور قابل نفرت ہو جاتا ہے تو اس سے دیانت داری چھین لی جاتی ہے۔جب اس سے دیانت داری چھن جاتی ہے تو تو اس سے خائن اور خیانت میں مشہور دیکھتا ہے۔جب وہ خائن اور خیانت میں مشہور ہو جاتا ہے تو اس سے رحم دلی چھن جاتی ہے۔جب اس سے رحم دلی چھن جاتی ہے تو اس سے لعنتی اور لوگوں سے اس پر لعنتیں پڑتی دیکھتا ہے۔جب تو اس کو لعنتی دیکھے اور اس پر لعنتیں پڑ رہی ہوں تو اس کی گردن سے اسلام کا قلادہ اتر جاتا ہے۔"

یہاں پر تفصیل کے ساتھ واضح کر دیا گیا کہ حیا کا اٹھ جانا اور اس سے محرومی باقی سب اعمال پر کس قدر اثر انداز ہو کر بندے کو اللہ تعالی اور مخلوق سب کی رحمت اور ہر بھلائی سے دور کر کے محروم بنا دیتی ہے حتیٰ کہ وہ اسلام اور ایمان جیسی دولت اور امانت ورحمت ہر چیز سے محروم ہو جاتا ہے۔

بے حیائی کی سبب جسمانی وبا اور بیماریوں کا ہونا

رسول پاک ﷺ نے لوگوں کو خبردار کیا، بے حیائی اور علانیہ فحاشی کرنے والی قوم کے بارے میں خطرناک بیماریوں میں مبتلا ہونے کی وعید فرمائی ہے،اس لیے اس بارے میں اس حدیث کو موجودہ دور کے حالات اور مسلم معاشروں میں پھیلتی ہوئی بے حیائیوں سے متعلق یاد رکھنا ضروری ہے جس میں فرمایا:

۱-سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب ذہاب الامانۃ، حدیث: ۴۰۵۴، ص: ۵/ ۳۵۲

((عَن عَبدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ خَمْسٌ إِذَا ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ، وَأَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ لَمْ تَظْهَرِالْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ،حَتَّى يُعْلِنُوا بِهَا،إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا)[1]

حضرت عبد اللہ بن عمر سے روات ہے کہ رسول پاک ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے مہاجرین کی جماعت پانچ ایسی چیزیں ہیں کہ اگر تم لوگ اس میں مبتلا ہوئے تو اس کی تمہیں سزا ضرور ملے گی اور میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی اس بات سے کہ وہ چیزیں تم لوگوں میں کبھی پائی جائے، یہ کہ جب بھی کسی قوم میں بے حیائی (بدکاری وغیرہ) علانیہ ہونے لگتی ہے تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریں پھیل جاتی ہیں جو ان کے گزرے ہوئے بزرگوں میں نہیں ہوتی تھیں۔"

اس حدیثِ پاک کی روشنی میں اگر جائزہ لیا جائے تو موجودہ دور میں بے حیائی و فحاشی میں مبتلا ہونے کے سبب ایڈز اور ایسی بیماریاں پھیل رہی ہیں جن کا کوئی علاج نہیں ہوتا اور جس کی سزا اس دنیا میں بھی اذیت ناک موت کی صورت میں مل جاتی ہے۔جب انسان کے اندر حیا، احساسِ عظمت اور وجدان و ضمیر کی قوتیں زندہ ہوتی ہے تو کسی گناہ اور بے حیائی کے کسی فعل کو کرتے ہوئے اس کا سر اونچا نہیں ہوتا بلکہ جھک جاتا ہے، معصیت اس کے لیے باعثِ افتخار نہیں بلکہ شرم و غیرت کا سبب بنتی ہے لیکن جب حیا رخصت ہو جائے تو کوئی گناہ انسان کو مشکل اور جرم نہیں لگتا کیونکہ پھر جائز و ناجائز کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔

حیا غیرت اور ایمان کا حصہ ہے

آپ ﷺ نے حیا کو غیرت مندی اور ایمان میں سے قرار دیا ہے اور حیا اور غیرت کی تعلیم ہمیشہ سے لازمہ نبوت رہی، ایک موقع پر واضح کرتے اس بارے میں ارشاد فرمایا:

((عَنْ الْمُغِيرَةِ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ لَوْ رَأَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفَحٍ فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ وَاللَّهِ لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللَّهُ أَغْيَرُ مِنِّي وَمِنْ أَجْلِ غَيْرَةِ اللَّهِ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنْ اللَّهِ وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ بَعَثَ

۱۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، حدیث: ۴۰۱۹، ص: ۵/ ۳۲۵

الْمُبَشِّرِينَ وَالْمُنْذِرِينَ وَلَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنْ اللَّهِ وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ وَعَدَ اللَّهُ الْجَنَّةَ))[1]

"مغیرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھوں تو سیدھی تلوار سے اس کی گردن مار دوں پھر یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں سعد کی غیرت پر حیرت ہے؟ بلاشبہ میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے اور اللہ نے غیرت ہی کی وجہ سے فواحش کو حرام کیا ہے۔ چاہے وہ ظاہر میں ہوں یا چھپ کر اور معذرت اللہ سے زیادہ کسی کو پسند نہیں، اسی لیے اس نے بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بھیجے اور تعریف اللہ سے زیادہ کسی کو پسند نہیں، اسی وجہ سے اللہ نے وعدہ کیا ہے جنت کا"

یہ حدیثِ پاک اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر ایک عام انسان کی غیرت وطبیعت اس بات کو گوارہ نہیں کرتی کے کسی برائی کو اپنی ذات سے منسوب دیکھے تو پھر اللہ رب العزت کی مقدس وباعظمت ہستی اس سے زیادہ اعلیٰ وارفع ہے کہ معاصی یا فواحش کو پسند کریں یا اس کا حکم دیں، یعنی اگر ایک شریف اور غیرت منداور باحیا انسان خود تو کیا کسی اور کو آلودہ معصیت دیکھ کر برداشت نہیں کرپاتا اور اس کی غیرت بے حیائی کے بارے میں جاگ اٹھتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی غیور ذات اپنے بندوں کی بے حیائی اور جرم ومعصیت کو کیسے بخوشی برداشت کرسکتی ہے۔ احادیث مبارکہ اور بنی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی کی روشنی میں جس طرح وضاحت کے ساتھ فحاشی وبے حیائی کی مذمت بیان ہوئی ہے، اس سے واضح ہے کہ اسلام میں کسی بھی قسم کی بے حیائی کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حبیب کی ذات ہی قرآن مجید اور اسلامی تعلیمات کی مکمل تشریح ہے، لہٰذا انہوں نے اپنے قول وعمل اور تعلیمات کی رو سے مسلمانوں کو یہی درس دیا کہ بے حیائی کی ہر قسم چاہے ظاہر ہو یا پوشیدہ اور قولی ہو یا فعلی اسلام میں حرام اور ناپسند دیدہ ترین عمل ہے، بے حیائی اور فواحش کے ہر عمل کو اللہ تعالیٰ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ممنوع، حرام، معیوب اور دوزخ میں لے جانے والا عمل قرار دیا ہے۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا شخص اغیر من اللہ، حدیث:۷۴۱۶، ص:۲/۱۱۰۳

فصل سوم

حیا کے عملی اقدامات و تعلیمات

رسول پاک ﷺ نے عہد رسالت میں جہاں حیا کی ضرورت واہمیت پر زور دیا تو دوسری طرف معاشرے سے بے حیائی کے ختم کرنے اور عفت وپاکیزگی اور حیادار ماحول کو فروغ دیا اور اپنے عملی اقدامات وتعلیمات میں اس کا ہر ممکن حد تک احاطہ کیا، زمانہ جاہلیت کی وہ تمام راہیں بند کیں جو بے حیائی کا باعث تھیں، مثلاً اختلاطِ مردوزن، ستر وپردہ کا خیال نہ رکھنا، محرم ونامحرم کے لیے حدود کا نہ ہونا، بد نظری وغیرہ، اس قسم کے سارے اسباب جو بے حیائی و فحاشی کا باعث تھے، ان سب کا سدباب کیا۔

یوں تو عہدِ نبوی ﷺ کی ساری تاریخ حیا کی تعلیمات وعملی اقدامات کا مجموعہ ہے ہر عمل، ہر فرد اور مردو زن کی زندگی حیا کا جھلکتا نمونہ ہے جس کا تعلق اس روشن دور سے ہے، مگر کچھ خاص نمایاں پہلوؤں کا یہاں اختصار کے ساتھ تذکرہ کیا جائے گا۔

عہدِ رسالت میں پردہ کا اہتمام:

پردہ کی اسلام میں خصوصی اہمیت بیان کی گئی ہے اور مردوزن کو ستر پوشی کے ساتھ شرم وحیا کو بھی مقدم رکھنے کی کوشش کی گئی، یہی وجہ ہے کسی بھی نامحرم عورت پر دوسری نگاہ ڈالنا مرد کے لیے ناجائز ہے، آپ ﷺ بذاتِ خود بہت شرم وحیا والے تھے اور اس کا درس باقی سب کو بھی دیا۔ دین اسلام نے انسان کو نظر کی پاکیزگی وحیا تک کا درس دیا، تاکہ شیطان کے لیے ہر راہ بند کردیں جس کے ذریعے وہ انسان میں بے حیائی اور برائی کا مادہ منتقل کر سکے۔ عہد رسالت میں پردے کا خاص اہتمام موجود تھا- پردہ عورت کی عزت وعظمت کا محافظ اور اسلامی معاشرے کی پاکیزگی کا ضامن ہے اللہ تعالیٰ نے پردے کی پابندی کے احکام نازل فرمائے، رسالت مآب ﷺ نے حجاب اور نقاب کے اہتمام کی بار بار تاکید فرمائی' امہات المومنین اور صحابیات جیسی جلیل القدر خواتین نے حج اور عمرے کے دنوں میں بھی پردے کے تقاضے پورے کئے، یہ تمام حقائق پردے کی فرضیت' اہمیت وضرورت اور بے پردگی سے انسانی عمال وکردار پر رونما ہونے والے منفی اثرات کو واضح کرتے ہیں۔

پردے کی فرضیت کا حکم عہد رسالت میں پانچ ہجری میں، جب آپ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، تب ولیمے کے موقع پر نازل ہوا تھا۔[1]

۱۔ پیغام سیرت، سید فضل الرحمٰن، دار السلام، لاہور، ۳۱ مئی ۲۰۱۳، ص: ۲/ ۲۳۵

قرآن و سنت کی روشنی میں مسلمانوں کے لیے ستر اور پردہ کی اہمیت، وجوہات اور اسباب، ستر و پردہ میں فرق، سب کچھ واضح کر دیا گیا ہے، جب پردے کا حکم حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ کے موقع پر نازل ہوا اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْاَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوا اَزْوَاجَه مِنْ بَعْدِه اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾[1]

"اے لوگوں جو ایمان لائے ہو تم نبی کے گھروں میں داخل نہ ہونا سوا اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیے اجازت دی جائے پہلے سے نہ جاؤ کہ پھر انتظار میں بیٹھے رہو، لیکن جب تمہیں بلایا جائے تب داخل ہو پھر جب تم کھالو تو اٹھ کر چلے جاؤ اور باتوں کے لیے نہ بیٹھو، کیوں کہ اس سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے مگر وہ حیا محسوس کرتا ہے تمہیں یہ کہنے سے، اور اللہ تو شرم نہیں کرتا حق بات کرنے سے، اور جب نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر سے مانگا کرو، اس میں تمہارے اور ان کے دلوں کے لیے بہت پاکیزگی ہے، اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ تم ان کی بیویوں سے ان کے بعد کبھی بھی نکاح کرو، بے شک یہ اللہ کے ہاں بڑا گناہ ہے۔"

اس کے بعد باقاعدہ طور پر قرآن و احادیث کے ذریعے پردہ کے احکامات و تعلیمات میں مسلمانوں کی لیے زندگی کے ہر شعبے سے متعلق راہنمائی کا اہتمام کیا گیا، خواتین کو اور امہات المؤمنین کو بھی تمام امور اور معاملات میں ان کے لیے پردے کا اہتمام کرنے کی ہمیشہ خصوصی احکامات دیئے گئے جس کو سب نے فوری طور پر اپنے عملی زندگی میں باخوشی قبول کیا۔

۱- سورۃ الاحزاب: ۳۳/ ۵۴

نبی پاک ﷺ نے پردے کی ضرورت خواتین کے لیے بیان کرتے ہوئے واضح فرمادیا ہے کہ عورت کے ساتھ شیطان ہوگا لہٰذا وہ جب بھی گھر سے نکلے تو ضروری ہے کہ باپردہ ہو کر نکلے تاکہ خود بھی شیطان کے فتنے سے محفوظ رہے اور مردوں کے لئے بھی باعثِ فتنہ نہ بنے۔اس بارے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ، فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ)) [1]

"نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "عورت (سراپا) پردہ ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو جھانکتا ہے"

قرآن مجید میں پردے کے بارے میں بہت واضح اور حکمت بھرے انداز میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمان عورتوں کے لیے پردے کے اہمیت اور وجہ کو کھول کر بیان فرمایا، چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّاَزوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَاءِ المُؤمِنِينَ يُدنِينَ عَلَيهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدنٰى اَن يُّعرَفنَ فَلَا يُؤذَينَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴾ [2]

"اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی چادروں کے پلو اپنے اوپر لٹکا لیا کریں یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے کہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں اور بے شک اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بہت عزت وتکریم والے حکیمانہ ومدبرانہ انداز میں تمام مسلمات کو مخاطب فرمایا ہے، کہ تم سب پردہ کرو اور وجہ یہ تاکہ تمہاری اپنی الگ پہچان ہو، عزت ہو، جس کے ذریعے دنیا میں باقی عام عورتوں سے مسلمان عورتوں کو امتیاز حاصل ہوگا اور تنگ کیے جانے اور ستایئں جانے سے محفوظ رہیں گے۔

اس آیت میں بڑی چادر، جلباب کا ذکر ہے جس کا مطلب ہے کہ کوئی جلباب یا چادر اچھی طرح لپیٹ کر اس کا ایک حصہ اپنے اوپر لٹکا لیا کریں جس سے جسم اور لباس کی خوبصورتی کے علاوہ چہرہ بھی چھپ جائے۔ البتہ آنکھیں کھلی رہیں۔ مندرجہ ذیل حادیث، مبارکہ میں اس کی مثال موجود ہیں اس بارے میں تاکہ اس کو صحیح طور سے سمجھا جا سکے۔اس بارے میں ایک روایت کچھ یوں ہے:

((أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَقْرَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ، فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ

۱-سنن ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی الخروج النساء، حدیث:۱۱۷۰، ص:۱/۳۴

۲-سورۃ الاحزاب:۳۳/۵۹

سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ سَهْمِي، فَخَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بَعْدَمَا نَزَلَ الحِجَابُ....فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِينَ عَرَفَنِي فَخَمَّرْتُ وَجْهِي بِجِلْبَابِي، وَوَاللَّهِ مَا كَلَّمَنِي كَلِمَةً وَلاَ سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً غَيْرَ اسْتِرْجَاعِهِ، حَتَّى أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ،)) [1]

" عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ باہر جاتے تھے تو اپنی ازواج میں قرعہ ڈال کر اس کو ساتھ لے جاتے جن کا نام قرعہ میں نکلتا، ایسی طرح ایک غزوہ کے موقع پر میرا نام نکلا قرعہ میں تو میں آپ ﷺ کے ساتھ سفر پر گئی، جو کہ احکام پردہ کے نزول کے بعد کا واقع ہے ،، میں ان کی آواز پر جاگ گئی اور چہرہ چادر سے چھپالیا۔ اللہ کی قسم اس کے بعد انہوں نے مجھ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا اور نہ میں نے «إنَّا لِلَّه وَإنَّا إليهِ رَاجِعوُن» کے سوا ان کی زبان سے کوئی کلمہ سنا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنا اونٹ بٹھا دیا اور میں اس پر سوار ہو گئی۔"

اس روایت میں واقع افک کے بارے میں عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے جب ان پر بہتان لگا تھا، فرماتی ہیں کہ جنگل سے واپس آکر جب میں نے دیکھا کہ قافلہ چلا گیا ہے تو میں بیٹھ گئی اور نیند مجھ پر غالب ہو گئی تو میں وہیں پڑ کر سو گئی صبح کو حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے تو دور سے کسی کو پڑے دیکھ کر وہاں آگئے۔ وہ مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے کیوں کہ حجاب کے حکم سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے۔ مجھے پہچان کر جب انہوں نے "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ" پڑھا تو ان کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنی چادر سے منہ ڈھانک لیا"۔ حدیث میں الفاظ یوں ہیں کہ "فخمرتُ وجهی عنه بجلبابی" میں نے ان سے اپنے چہرے کو اپنی چادر کے ذریعے ڈھانپ لیا۔" یعنی اس موقع پر بھی پھر پردے کے حکم پے عمل کو جاری رکھا۔

امہات المؤمنین سے پردے کے پیچھے سوال کرنے کا حکم:

مسلمانوں کو پردے کی فرضیت کے بعد یہ بھی حکم ہوا کہ وہ امہات المؤمنین سے بھی اگر کوئی سوال کرنا چاہے یا کچھ مانگنا ہو تو ان کے لیے ضروری ہے کہ درمیان میں کوئی پردہ ہو، یعنی براہ راست جانے کے بجائے جو بھی ضرورت کی چیز مانگے تو پردے کے پیچھے سے مانگے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب: آیت لَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ ظَنَّ۔۔ کی تفسیر حدیث: ۴۷۵۰، ص:۲/ ۷۰۵

﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ﴾ [1]

"اور جب تمہیں کوئی چیز مانگنی ہو ان سے تو ضروری ہے کہ پردے کے پیچھے سے طلب کرو، یہ زیادہ بہتر ہے تمہارے اور ان کے دلوں کو پاک رکھنے کے لیے۔"

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ازواج مطہرات نے اپنے گھروں کے دروازوں پر پردے لٹکا لیئے تھے، جس سے دیکھ کر صحابہ کرام نے بھی اتباعِ رسول ﷺ میں اپنے گھروں اور دروازوں پے پردے لٹکا لیے۔چنانچہ اگر صحابہ کرام اور امہات المؤمنین کے دلوں کو پاک رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسا حکم فرمایا تھا تو آج کے مسلمانوں کے لیے تو اس کے اہتمام کی ضرورت اور زیادہ ہے۔

گھروں میں داخل ہونے کے بارے میں حیاو پردے کا اہتمام:

پردہ کے بارے میں عہدِ نبوی ﷺ میں عملی اقدامات میں نہ صرف خواتین کو پردے کا حکم دیا گیا بلکہ پورے معاشرے میں حیا اور پاک دامنی کے فروغ و اشاعت کا اہتمام کیا گیا، اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی خود قرآن مجید اور اپنے محبوب خاتم المرسلین ﷺ کے ذریعے معاشرتی تربیت کی اور حیا و پاکیزگی کی بقا کے لیے اصول مرتب کیئے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ [2]

۱-سورۃ الاحزاب:۳۳/۵۳

۲-سورۃ النور:۲۴/۲۸

"اے ایمان والو دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک پہلے اپنی پہچان نہ کروالو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج دو یہ ہی تمہارے لئے بہتر ہے شاید کہ تم یاد رکھو، پس اگر وہاں کسی کو موجود نہ پاؤ تو اندر نہ جاؤ جب تک کہ تمہیں اجازت نہ دی جائے، اور اگر تمہیں کہہ دیا جائے کہ لوٹ جاؤ تو واپس چلے جاؤ، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے سب جو تم کرتے ہو۔"

سورہ کے آغاز میں معاشرتی برائیوں کے تدراک کا اہتمام تھا اور یہاں پر وہ سب احکام ہیں جن کا مقصد معاشرے میں سرے سے برائیوں کی پیدائش کی روک تھام اور تمدنی طریقوں کی اصلاح کرنا شامل ہے تاکہ مکمل طور پر پاکیزگی ہو۔

واقعہ افک پر تبصرہ کرنے کے بعد اس آیت میں ہدایت کی گئی ہے کہ اچانک اور بلا اطلاع کسی کے گھر میں داخل نہ ہو جایا کرو۔ داخل ہونے سے پہلے سلام کرکے اجازت لے لیا کرو۔ اگر جواب نہ ملے یا کہا جائے کہ چلے جاؤ تو دروازے پر جم جانا درست نہیں ہے بلکہ لوٹ جانا چاہیئے، اس کا اہتمام اس لیے کیا گیا کہ اگر امہات المؤمنین جیسی تقدس والی ہستی پر بہتنان لگ سکتا ہے تو پھر معاشرے میں حیا اور پاکیزگی کی عدم موجودگی اور بے تکلف ماحول ایمان والوں کے لیے کسی لحاظ سے بھی مناسب نہیں، اسی طرح اس سورۃ کی آیت ۵۸ میں حکم ہے کہ نمازِ فجر سے قبل، نمازِ ظہر کے بعد اور نمازِ عشاء کے بعد یعنی ایسے اوقات میں جب عام طور پر شوہر اور بیوی خلوت میں ہوتے ہیں' ملازم اور بچے وغیرہ بلا اجازت کمروں میں داخل نہ ہوا کریں۔

اس بارے میں نبی کریم ﷺ کے عملی اقدامات اور ہدایات میں مسلمانوں کے لیے راہنمائی کو واضح کر دیا گیا ہے مثال کے طور پر احادیث مبارکہ میں کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل ہونے کی شدت سے ممانعت فرمائی، تین بار اجازت طلب کرنا ضروری قرار دیا، فرمان نبوی ﷺ ہے:

((الِاسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ، فَإِنْ أُذِنَ لَكَ، وَإِلَّا فَارْجِعْ))[1]

"آپ ﷺ نے فرمایا: "اجازت تین بار طلب کی جائے، اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک ورنہ لوٹ جاؤ"۔

چونکہ قبل اسلام عرب میں لوگ بے تکلف دوسروں کے گھر میں داخل ہو جاتے تھے اس لئے حکم دیا گیا کہ لوگوں کے گھروں میں نہ داخل ہو جب تک یہ معلوم نہ کرلو کہ تمہارا آنا صاحبِ خانہ کے لئے ناگوار تو نہیں ہے۔ داخل ہونے سے پہلے سلام کرکے اجازت لے لیا کرو۔ اجازت لینے کے لئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ تین مرتبہ

۱- سنن ترمذی، کتاب الاستئذان والآداب، باب ماجاء فی الاستئذان ثلاثۃ، حدیث: ۲۶۹۱، ص: ۹۸/۲

مناسب وقفوں سے باآوازِ بلند سلام کیاجائے یا دستک دی جائے۔ جیسا کہ ایک اور روایت میں اس کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے:

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا فِي مَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِ الْأَنْصَارِ، فَجَاءَ أَبُو مُوسَى فَزِعًا، فَقُلْنَا لَهُ: مَا أَفْزَعَكَ؟ قَالَ: أَمَرَنِي عُمَرُ أَنْ آتِيَهُ، فَأَتَيْتُهُ فَاسْتَأْذَنْتُ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي، فَرَجَعْتُ، فَقَالَ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَنِي؟ قُلْتُ: قَدْ جِئْتُ فَاسْتَأْذَنْتُ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ» قَالَ: لَتَأْتِيَنَّ عَلَى هَذَا بِالْبَيِّنَةِ، فَقَالَ: أَبُو سَعِيدٍ:لَايَقُومُ مَعَكَ إِلَّاأَصْغَرُ الْقَوْمِ،قَالَ فَقَامَ أَبُوسَعِيدٍ مَعَهُ فَشَهِدَ لَهُ))[1]

"ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں انصار کی مجالس میں سے ایک مجلس میں بیٹھاہوا تھا اتنے میں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے آئے، تو ہم نے ان سے کہا: کس چیز نے آپ کو گھبراہٹ میں ڈال دیا ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے بلا بھیجا تھا، میں ان کے پاس آیا، اور تین بار ان سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، مگر مجھے اجازت نہ ملی تو میں لوٹ گیا (دوبارہ ملاقات پر) انہوں نے کہا: تم میرے پاس کیوں نہیں آئے؟ میں نے کہا: میں تو آپ کے پاس گیا تھا، تین بار اجازت مانگی، پھر مجھے اجازت نہ دی گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی تین بار اندر آنے کی اجازت مانگے اور اسے اجازت نہ ملے تو وہ لوٹ جائے (یہ سن کر) عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اس بات کے لیے گواہ پیش کرو، اس پر ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: (اس کی گواہی کے لیے تو) تمہارے ساتھ قوم کا ایک معمولی شخص ہی جا سکتا ہے، پھر ابو سعید ہی اٹھ کر ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے اور گواہی دی۔

اسی طرح کسی کے گھر بغیر اجازت کے جھانکنے سے منع کیا گیا ہے اور اس کو معیوب اور اخلاقی جرم شمار کیا جاتا ہے اسلام میں اس کی بلکل بھی اجازت نہیں، جیسا کہ اس بارے حکمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

((مَنِ اطَّلَعَ فِي دَارِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ فَفَقَئُوا عَيْنَهُ فَقَدْ هَدَرَتْ عَيْنُهُ))[2]

۱-سنن ابی داؤد، أبواب النوم، باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستذان، حدیث:۵۱۸۰، ص:۲/۳۶۳

۲-سنن ابی داؤد، أبواب النوم، باب فی الاستذان، حدیث:۵۱۷۲، ص:۲/۳۶۲

”جو کسی قوم کے گھر میں ان کی اجازت کے بغیر جھانکے اور وہ لوگ اس کی آنکھ پھوڑ دیں تو اس کی آنکھ رائیگاں گئی۔“

یعنی اس قدر غیر اخلاقی جرم ہے کسی کے گھر بلا اجازت جھانکنا کہ بدلے میں اس کی آنکھ تک اگر پھوڑ دی جائے تو بھی اس پر کوئی اس سے بدلہ نہیں ہو گا اور اسی جرم کے بدلے میں شمار ہو گا، اس بارے میں ایک اور حدیث ہے کہ جس میں دوسریں کے گھروں میں جھانکنے کو سختی سے منع فرمایا، چنانچہ ارشاد بنوی ﷺ ہے:

((عَنْ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: " إِذَا دَخَلَ الْبَصَرُ فَلَا إِذْنَ))[1]

"نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب نگاہ اندر پہنچ گئی تو پھر اجازت کا کوئی مطلب ہی نہیں“۔

کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ گھر کے اندر نظر نہ پڑھے، لہٰذا دروازے کے سامنے کھڑا ہونے سے بھی منع فرمایا، حدیث میں آتا ہے:

((جَاءَ رَجُلٌ، فَوَقَفَ عَلَى بَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَأْذِنُ، فَقَامَ عَلَى الْبَابِ، قَالَ عُثْمَانُ: مُسْتَقْبِلَ الْبَابِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَكَذَا عَنْكَ أَوْ هَكَذَا فَإِنَّمَا الِاسْتِئْذَانُ مِنَ النَّظَرِ))[2]

"ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تو وہ دروازے پر اجازت طلب کرنے کے لیے رکے رہا اور دروازے پر یا دروازے کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے، تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: تمہیں اس طرح کھڑا ہونا چاہیئے یا اس طرح؟) یعنی دروازہ سے ہٹ کر (کیونکہ اجازت کا مقصود نظر ہی کی اجازت ہے۔"

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کرنے کے آداب آنکھوں کو جھکا کر ایک طرف کھڑا ہونا چاہیئے نا کہ دروازے کے سامنے تاکہ گھر کے اندر نظر نہ پڑھے اور جب اجازت مل جائے تو ہی اندر جانا چاہیئے۔

۱- سنن ابی داؤد، أبواب النوم، باب فی الاستذان، حدیث:۵۱۷۲، ص:۲/ ۳۶۲

۲-- سنن ابی داؤد، أبواب النوم، باب فی الاستذان، حدیث:۵۱۷۲، ص:۲/ ۳۶۲

غض بصر اور نگاہ کی حفاظت وحیا کا اہتمام:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمان مردوں اور مسلمان خواتین کو الگ الگ مخاطب کر کے غضِ بصر یعنی نگاہوں کی بے احتیاطی، غیر محرم کو دیکھنے اور ناجائز و فواحش کو دیکھنے سے منع فرمایا ہے، قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قل لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾ [1]

"مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے پاکیزہ ہے، بے شک لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اس حکم پر اتنا زور دیا کہ اسی سورت میں یہی حکم مسلمان خواتین کو الگ دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ [2]

"اور مسلمان خواتین سے کہہ دو کہ اپنی نظروں کو جھکا کر رکھے اور شرم گاہوں کی حفاظت کا اہتمام کریں۔"

اس کی تشریح میں مولانا مودودی نے بیان کیا ہے کہ غض کے معنی کسی چیز کی کمی بیشی یا گھٹانے کے ہیں جبکہ غضِ بصر کا ترجمہ عام طور پر نگاہ نیچی کرنا یا رکھنا کیا جاتا ہے۔ لیکن دراصل اس حکم کا مطلب ہر وقت نیچے ہی دیکھتے رہنا نہیں ہے بلکہ پوری طرح نگاہ بھر کر نہ دیکھنا، اور نگاہوں کو دیکھنے کے لیے بالکل آزادانہ چھوڑ دینا ہے۔ یہ مفہوم نظر بچانے سے ٹھیک ادا ہوتا ہے، یعنی جس چیز کو دیکھنا مناسب نہ ہو اس سے نظر ہٹالی جائے، " مِنْ اَبْصَارِهِمْ" میں مِنْ تبعیض کے لیے ہے، یعنی حکم تمام نظروں کو بچانے کا نہیں ہے بلکہ بعض نظروں کو بچانے کا ہے۔ بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کا منشا یہ نہیں ہے کہ کسی چیز کو بھی نگاہ بھر کر نہ دیکھا جائے، بلکہ وہ صرف ایک مخصوص دائرے میں نگاہ پر یہ پابندی عائد کرنا چاہتا ہے اس لیے غضِ بصر کے حکم کا منشا یہ بھی ہے کہ آدمی کسی عورت یا مرد کے ستر پر نگاہ نہ ڈالے۔ [3]

ان آیات میں نگاہوں کی حفاظت کو شرم گاہوں کی حفاظت پر بھی مقدم رکھا گیا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نگاہ کی حفاظت ہی دراصل پاک دامنی کا سبب ہے اور نگاہ کی پاکیزگی کا اہتمام انسان کو باکردار اور زنا اور باقی

۱- سورۃ النور:۲۴/ ۳۰

۲- سورۃ النور:۲۴/ ۳۱

۳- تفہیم القرآن، ابو علی مودودی، آرمی ایجوکیشن پریس، لاہور، ۱۹۹۹ء، ص:۳/ ۲۴

سب حرام امور سے بچاتا ہے جب کہ اس کے برعکس اگر انسان غضِ بصر کا اہتمام نہیں کریں گا تو کسی بھی حرام کا مرتکب ہو سکتا ہے، کیونکہ بد نگاہی ہی دراصل فتنے میں پڑ جانے کا راستہ ہے، احادیثِ مبارکہ اور سنت کی تعلیمات سے اس بارے میں بہترین رہنمائی حاصل ہوتی ہے روایت میں آتا ہے:

((وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ أَبِي الْحَسَنِ ، لِلْحَسَنِ : إِنَّ نِسَاءَ الْعَجَمِ يَكْشِفْنَ صُدُورَهُنَّ وَرُءُوسَهُنَّ ، قَالَ:اصْرِفْ بَصَرَكَ عَنْهُنَّ ، يَقُوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلّ﴿ قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ﴾ (سورة النور آية٣٠)، وَقَالَ قَتَادَةُ عَمَّا لَا يَحِلُّ لَهُم: ﴿ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ﴾ (سورة النور آية٣١)، خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ مِنَ النَّظَرِ إِلَى مَا نُهِيَ عَنْهُ ، وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي النَّظَرِ إِلَى الَّتِي لَمْ تَحِضْ مِنَ النِّسَاءِ:لَايَصْلُحُ النَّظَرُ إِلَى شَيْءٍ مِنْهُنَّ مِمَّنْ يُشْتَهَى النَّظَرُ إِلَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ صَغِيرَةً ،)) [1]

"سعید بن ابی الحسن نے)اپنے بھائی (حسن بصری سے کہا کہ عجمی عورتیں سینہ اور سر کھولے رہتی ہیں۔ تو حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ ان سے اپنی نگاہ پھیر لو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کہ مسلمانوں کو بتا دیجئیے کہ نظریں جھکا کر رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں-" قتادہ نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو ان کے لیے جائز نہیں ہے)اس سے حفاظت کریں (اور آپ کہہ دیجئیے ایمان والیوں سے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنے سنگار ظاہر نہ ہونے دیں-" خائنۃ الأعین " سے مراد اس چیز کی طرف دیکھنا ہے، جس سے منع کیا گیا ہے۔ زہری نے نابالغ لڑکیوں کو دیکھنے کے سلسلہ میں کہا کہ ان کی بھی کسی ایسی چیز کی طرف نظر نہ کرنی چاہئے جسے دیکھنے سے شہوت نفسانی پیدا ہو سکتی ہو۔ خواہ وہ لڑکی چھوٹی ہی کیوں نہ ہو۔"

اس حدیث اور قرآنی آیات کی رو سے مسلمان مرد و عورت دونوں کو غضِ بصر اور نگاہ کی حفاظت کا اہتمام کرنے کا حکم دیا ہے-نگاہ کی حفاظت کا اس قدر اہتمام کرنے کی تلقین کی گئی کہ آپ ﷺ نے راستے میں بھی بیٹھنے یا چلتے وقت غضِ بصر کے اہتمام کو ضروری قرار دیا، حدیثِ پاک میں آتا ہے:

ا- صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب فی قول اللہ تعالیٰ۔۔، حدیث:٦٢٢٨، ص:٢/٩١٩

((انْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِيَّاكُمْ وَالجُلُوسَ بِالطُّرُقَاتِ» فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا لَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بُدٌّ نَتَحَدَّثُ فِيهَا، فَقَالَ: «إِذْ أَبَيْتُمْ إِلَّا المَجْلِسَ، فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ» قَالُوا: وَمَا حَقُّ الطَّرِيقِ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «غَضُّ البَصَرِ، وَكَفُّ الأَذَى، وَرَدُّ السَّلاَمِ، وَالأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيُ عَنِ المُنْكَرِ)) [1]

"ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ راستوں پر بیٹھنے سے بچو تو اصحاب کرام نے پوچھا کہ ہماری مجالس تو بہت ضروری ہیں، ہم وہاں روزمرہ گفتگو کیا کرتے ہیں تو فرمایا کہ اچھا جب تم مجلسوں میں بیٹھنا ہی چاہتے ہو تو راستے کا حق ادا کیا کرو یعنی راستے کو اس کا حق دو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ راستے کا حق کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ غیر محرم عورتوں کو دیکھنے سے (نظر نیچی رکھنا، راہ گیروں کو نہ ستانا، سلام کا جواب دینا، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔"

اس حدیث کی روشنی جہاں راستے میں بیٹھنے کے آداب فرمائے، ان میں سے نظر نیچی رکھنا یعنی غضِ بصر کو سب سے مقدم رکھا۔

کسی اجنبی اور نامحرم عورت کی طرف اچانک اور غیر ارادی طور پر نظر پڑھ جانے کے بارے میں جب سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظْرَةِ الْفُجَاءَةِ فَأَمَرَنِي أَنْ أَصْرِفَ بَصَرِي)) [2]

"جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے (کسی اجنبیہ عورت پر) اچانک پڑ جانے والی نظر کے بارے میں جب پوچھا تو فرمایا کہ "تم اپنی نگاہ پھیر لیا کرو"

دوسری جگہ اسی کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی وضاحت بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر کی حفاظت کے بارے میں ان سے فرمایا:

((قَالَ يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعْ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَكَ الْأُولَى وَلَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ)) [3]

۱- صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، حدیث:۶۲۲۹، ص:۲/۹۱۹

۲- سنن ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی نظرۃ المفاجاہ، حدیث:۲۷۷۶ص:۲/۱۰۴

۳- سنن ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی نظرۃ المفاجاہ، حدیث:۲۷۷۷، ص:۲/۱۰۴

"نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ اے علی نظر نہ اٹھانا دوبارہ کیونکہ تمہاری ایک دفعہ نظر تو معاف ہے مگر دوسری (جان بوجھ کر نظر کرنا) معاف نہیں ہو گی۔"

عورتوں کے لیے بھی اس بارے میں یہی حکم ہے، یعنی انہیں جان بوجھ کر غیر مردوں کو نہیں دیکھنا چاہئے، نگاہ پڑ جائے تو ہٹا لینی چاہئے، اور دوسروں کے ستر کو دیکھنے سے پرہیز کرنا چاہئے-جیسا کہ حدیث پاک میں بھی عملی ہدایات ملتی ہیں، درجہ ذیل حدیثِ پاک میں یوں واضح ہے:

((أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ، حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُونَةَ قَالَتْ: فَبَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهُ أَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ وَذَلِكَ بَعْدَ مَا أُمِرْنَا بِالحِجَابِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «احْتَجِبَا مِنْهُ»، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْسَ هُوَ أَعْمَى لَا يُبْصِرُنَا وَلَا يَعْرِفُنَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ)) [1]

"ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس تھیں اور میمونہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں، اسی دوران کہ ہم دونوں آپ کے پاس بیٹھی تھیں، عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے اور آپ کے پاس پہنچ گئے، یہ پردے کی فرضیت کے بعد کو واقع ہے، ہم وہی تھیں کہ ابن مکتوم آئے تو ہمیں پردے کو حکم دیا ان سے جس پر میں نے کہا کہ یا رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہم ان سے کیوں پردہ کرے وہ تو نابینا ہے، تو فرمایا تم دونوں تو نابینا نہیں ہو، کیا تم دونوں انہیں دیکھتی نہیں ہو؟

دوسری جگہ ایک اور حدیث مبارکہ میں ستر کے متعلق تفصیل بیان کرتے ہوئے اور شرم وحیا کے احکامات بتاتے ہوئے فریا:

((لاَيَنْظُرُالرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلاَ الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ وَلاَ يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَلاَ تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ)) [2]

"مرد دوسرے مرد کے ستر کو (یعنی عورت کو جس کا چھپانا فرض ہے) نہ دیکھے اور نہ عورت دوسری عورت کے ستر کو دیکھے اور مرد دوسرے مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ لیٹے اور نہ ہی عورت بھی کسی دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں لیٹے۔"

اسی طرح دوسری روایت میں جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے احکام ستر کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا:

۱-- سنن ترمذی، کتاب الآدب، باب ماجاء فی احتجاب النساء من الرجال، حدیث:۲۷۷۸، ص:۲/۱۰۵

۲- صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب تحریم النظر الی العورات، حدیث:۷۶۸، ص:۱/۱۷

((عن بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَوْرَاتُنَا مَا نَأْتِي مِنْهَا وَمَا نَذَرُ قَالَ " احْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلاَّ مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُكَ)) [1]

"بہز بن حکیم سے روایت ہے انہوں نے سوال پوچھا کہ ہم اپنی شرمگاہیں کس قدر کھول سکتے اور کس قدر چھپانا ضروری ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: چھپا کے رکھو اپنی شرم گاہ مگر سوائے اپنی زوجہ کے یا اپنی ملکیت کی لونڈی سے۔"

اسی بارے میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

((عَنْ زُرْعَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جَرْهَدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ كَانَ جَرْهَدٌ هَذَا مِنْ أَصْحَابِ الصُّفَّةِ - قَالَ جَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عِنْدَنَا وَفَخِذِي مُنْكَشِفَةٌ فَقَالَ " أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ)) [2]

"زرعہ بن عبد الرحمٰن بن جرہد سے روایت ہے کہ ہمارے ساتھ نبی ﷺ بیٹھے تھے تو میری ران کھلی ہوئی تھی تو ارشاد فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ ران ستر ہے (اس کو چھپانا چاہیئے)۔"

اور اس لیے بھی کہ نظر دل کی بیماری اور بے حیائی و فحش کام میں پڑنے کا ایک اہم سبب ہے اور نظر جھکا کر چلنا اس سے محفوظ رہنے کا ذریعہ ہے۔ اسی لیے نگاہ نیچی رکھنا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنا مؤمنوں کے لیے دنیا و آخرت دونوں جہاں میں بہتر ہے۔ جبکہ نگاہ کو اور شرمگاہ کو بے قابو رکھنا دنیا و آخرت دونوں جہاں میں ہلاکت و بربادی کے اسباب میں سے ہے۔

جیسا کہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ﴾ [3]

"وہ آنکھوں کی خیانت کو اور سینوں کی پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے۔"

حیاوعفت کے عملی اقدامات و تعلیمات:

قرآن کریم میں ازواج مطہرات اور مسلمانوں کی عورتوں کو ستر و حجاب کے متعلقات یعنی چہرے کا پردہ، اضافی چادر، زیب و زینت کو چھپانے، نامحرموں سے اندازِ گفتگو اور گھر سے باہر نکلنے کے حوالے سے احکامات دوٹوک

۱- سنن ترمذی، کتاب الأدب، باب ماجاء فی حفظ العورۃ، حدیث: ۲۷۶۹، ص: ۲/ ۱۰۵

۲- سنن ابی داؤد، کتاب الحمام، باب النھیٰ عن التعری، حدیث: ۴۰۱۴، ص: ۲/ ۲۰۱

۳- سورۃ الغافر: ۴۰/ ۱۹

اور واضح انداز سے دیئے گئے -اور عہد نبوی ﷺ میں ہی عورتوں کے لیے معاشرت، سماجی اور گھریلو وغیرہ، ہر طرح کے معاملات میں پردہ وحیا کے اپنے حدود رکھے تاکہ معاشرے کو ہر قسم کی بے حیائی سے پاک رکھا جاسکے، چونکہ عورت کی ذات میں مرد کے لیے فطری طور پہ ایک کشش ہے، لہذا خواتین کو ایسے تمام امور سے منع کیا گیا جس کے ذریعے مردوں کو فتنے میں پڑھ جانے کا اندیشہ ہو اور بے حیائی کا مکمل سدباب ممکن ہو-اس بارے میں قرآن مجید کی اور سنتِ نبوی کی روشنی میں بیان کردہ چند بنیادی تعلیمات واحکامات کا ذکر درجہ ذیل ہے۔

گھر سے بغیر ضرورت کے نکلنے کی ممانعت:

دین اسلام نے عورتوں کو بلاضرورت اپنے گھر سے نکلنے سے منع کیا تاکہ کسی قسم کے فتنے میں نہ تو خود پڑے اور نہ ہی کوئی غیر محرم ان کی وجہ سے مبتلاِ فتنہ ہو۔ قرآن مجید میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى ﴾[1]

"اور اپنے گھروں کے اندر رہا کرو اور جاہلیت کے زمانے کی طرح حسن و نمائش دیکھاتی نہ پھیرو-"

اللہ تعالیٰ جس طرز عمل سے عورتوں کو روکنا چاہتا ہے وہ ان کا اپنے حسن کی نمائش کرتے ہوئے گھروں سے باہر نکلنا ہے۔ وہ ان کو ہدایت فرماتا ہے کہ اپنے گھروں میں ٹک کر رہو، کیونکہ تمہارا اصل کام گھر میں ہے نہ کہ اس سے باہر۔ لیکن اگر باہر نکلنے کی ضرورت پیش آئے تو اس شان کے ساتھ نہ نکلو جس کے ساتھ سابق دور جاہلیت میں عورتیں نکلا کرتی تھیں۔ بن ٹھن کر نکلنا، چہرے اور جسم کے حسن کو زیب وزینت اور چست لباسوں یا عریاں لباسوں سے نمایاں کرنا، اور ناز وادا سے چلنا ایک مسلم معاشرے کی عورتوں کا کام نہیں ہے۔ یہ جاہلیت کے طور طریقے ہیں جو اسلام میں معتبر نہیں سمجھے جاتے۔[2]

عورتوں کا تبرج یعنی بناؤ سنگار کر کے، محرم کے بغیر باہر جانے اور غیر محروں کے سامنے جانے سے مسلمان عورتوں کو سختی سے منع فرمایا، ارشاد مبارک ہے:

((مَثَلُ الرَّافِلَةِ فِي الزِّينَةِ فِي غَيْرِ أَهْلِهَا كَمَثَلِ ظُلْمَةِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لاَ نُورَ لَهَا"))[3]

"اس عورت کی مثال جو سوائے اپنے شوہر، غیروں کے سامنے بناؤ سنگار کر کے اترا کر چلنے والی ہو، قیامت کے دن کی تاریکی کی طرح ہے، اس کے پاس کوئی نور نہیں ہو گا"۔

۱- سورۃ الاحزاب:۳۳/۳۳

۲- تفہیم القرآن، ابو علی الا مودودی، ص:۴/۹۱

۳- سنن ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی کراھیۃ خروج النساء، حدیث:۱۱۶۷، ص:۱/۳۳

محرم کے بغیر سفر کی ممانعت:

عورت کا بغیر محرم کے سفر سے بھی اس لیے منع فرمایا تا کہ وہ خود بھی ہر قسم کے فتنے سے محفوظ رہے اور نا محرم بھی اس کے فتنے سے بچ سکے، اس بارے میں حدیثِ پاک میں آتا ہے:

((قَالَ "لاَ تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ مَسِيرَةَ يَوْمَيْنِ إِلاَّ وَمَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ))[1]

"نہ کریں سفر اکیلی عورت دو دن کی مسافت یا اس سے زیادہ مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا شوہر یا اس کا محرم نہ ہو۔"

چونکہ عورت کو فطری طور پر نازکت کے ساتھ تخلیق فرمایا ہے چنانچہ اس کی حفاظت کا بھی اس میں انتظام فرمایا کہ وہ مشقت اور دنیا کے فتنوں سے تب ہی محفوظ رہے گی جب گھر کے اندر ہو گی۔

غیر محرم کے ساتھ اختلاط و تنہائی کی ممانعت:

آپ ﷺ نے اپنے تعلیمات کی رو سے نامحرم کے ساتھ تنہائی میں ملنے سے اس لیے منع فرمایا کیوں کے ان کے ساتھ شیطان لگا ہوتا ہے تا کہ ان کو فتنے میں اور بے حیائی کے کام کروائے، جیسا کہ حدیثِ پاک میں ارشاد فرمایا:

((عَنِ النَّبِيِّ قَالَ لاَتَلِجُوا عَلَى الْمُغِيبَاتِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنْ أَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ))[2]

"تم لوگ ایسی عورتوں کے گھروں میں داخل نہ ہو، جن کے شوہر گھروں پر نہ ہوں، کیونکہ شیطان انسان کے اندر ایسے ہی دوڑتا ہے جیسے خون جسم میں دوڑتا ہے۔"

غیر محرم عورتوں سے خلوت اور تنہائی کے موقع پر ملنے سے نہ صرف منع فرمایا، بلکہ اس قدر شدت سے ممانعت فرمائی حتیٰ کے دیور کو بھی گھر میں اپنے بھائی کی غیر موجودگی یا اکیلے میں بھائی کی بیوی کے ساتھ خلوت سے منع فرمایا، چنانچہ حدیثِ مبارکہ میں آتا ہے:

((إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ"فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ قَالَ " الْحَمْوُ الْمَوْتُ")) [3]

۱- صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب الصوم یوم النحر، حدیث:۱۸۶۴، ص:۱/ ۵۶۳

۲- سنن ترمذی، کتاب الرضاع، باب فی کراھیۃ الدخول علی المغیات، حدیث:۱۱۷۲، ص:۱/ ۳۴

۳- سنن ترمذی، کتاب الرضاع، باب فی کراھیۃ لدخول علی المغیات، حدیث:۱۱۷۱، ص:۱/ ۳۴

"عورتوں کے پاس خلوت (تنہائی) میں آنے سے بچو"، اس پر ایک انصار آدمی نے عرض کیا کہ دیور (شوہر کے بھائی) سے متعلق کیا کریں تو ارشاد ہوا "دیور موت ہے"۔

آپ ﷺ کی تعلیمات سے اس بات کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ دین اسلام نے نامحرم مرد و عورت کو تنہائی اختیار کرنے سے اس لئے منع فرمایا کہ ان کے درمیان تیسرا شیطان ہی ہوتا ہے جو بے حیائی اور برائی پر اکساتا ہے۔ چنانچہ احادیث وروایت کی رو سے واضح ہے کہ غیر محرم کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا کسی بھی فتنے میں پڑھ جانے سے کم نہیں اس لیے مسلمانوں کو تمام حدود و آداب سے خبر دار کر کے اپنے ایمان والوں کی حیا و عفت اور ایمان کی حفاظت و بقا کا انتظام کیا۔

سینہ پر اوڑھنی ڈالنے اور خود کو چھپانے کا حکم:

زمانہ جاہلیت میں عورتیں اس طرح سے سر پر کوئی رومال باندھ لیتی تھی کہ ان کا گلہ اور سینہ درمیان میں چھپا ہو نہیں بلکہ کھلا رہتا تھا، سینے پر قمیص کے سوا اور کوئی چیز نہ ہوتی، کھلا گریبان اور پیچھے دو دو تین تین چوٹیاں لہراتی رہتی تھی، چنانچہ مسلمان خواتین کو حکم دیا گیا کہ اپنے آپ کو مکمل طور پر چھپا کے رکھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾[1]

"اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈال لیا کریں۔"

اس آیت کے نازل ہونے کے ساتھ ہی مسلمان خواتین میں چادر اور دوپٹہ لینے کا رواج عام ہو گیا، جس سے مقصد یہ تھا کہ اسے اوڑھ کر سر، کمر، سینہ، سب اچھی طرح ڈھانک لیے جائیں یعنی چادر سے اپنا گریبان چھپائے رکھیں۔[2]

اہل ایمان خواتین نے قرآن کا یہ حکم سنتے ہی فوراً اس کی تعمیل کی اور مکمل طور سے اپنے آپ کو بڑی چادر میں چھپا کے پردے کا خصوصی اہتمام کرنے لگی۔

نامحرم سے بات کرتے ہوئے نرم لہجہ کی ممانعت:

مسلمان عورتوں کو حکم دیا گیا کہ نامحرم سے بات کرتے ہوئے اپنے لہجے میں نزاکت و نرمی نہ رکھے، تاکہ کشش کی وجہ سے اگلے کے دل میں شیطان وسوسے اور برے خیالات لا کے کسی فتنے میں نہ ڈالے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱۔ سورۃ النور: ۳۱/۲۴

۲۔ تفسیر کشاف، علامہ محمود ابو القاسم زمخشری، مکتبہ العبیکان، ریاض، ۱۴۱۸ھ، ص: ۹۰/۲

﴿يَا نِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِه مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ [1]

"اے نبی کی بیویوں تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو (نامحرم) سے بات کرتے ہوئے لہجہ نرم نہ رکھو تاکہ جس کے دل میں کوئی لالچ یا خرابی ہو تو وہ کسی طمع میں نہ پڑھ جائے اور معروف طریقے سے بات کیا کرو۔"

اس آیت کی رو سے واضح ہے کہ اگر ضرورت کے تحت نامحرم سے بات کرنا پڑھے تو مسلمان خواتین کو نرم اور مرغوب انداز کی بجائے معروف طریقے سے سیدھی بات کرنی چاہیئے، لہٰذا خواہ مخواہ میل ملاقات کے مواقع پیدا کرنا اور بات کرنا کسی صورت میں بھی ٹھیک نہیں اور یہ ایمان اور تقویٰ کے خلاف ہے۔

چنانچہ مسلمانوں کو عملی طور پر ہر اس فعل سے روکا گیا جس کے شکوک و شبہات تک بھی ایسے تھے جو برائی و بے حیائی یا کسی بھی قسم کے فحش فعل کا سبب بنے تاکہ مکمل طور پر بے حیائی کا سدباب ہو سکے۔

۱-سورۃ الاحزاب:۳۳/۳۲

فصل چہارم

صحابہ کرام اور سیرتِ صحابیات سے حیا کی ترغیب

حیا ایمان کا اہم ترین جز ہے، جس کے بغیر ایمان کبھی بھی مکمل نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم اپنے اسلاف کی سیرت کا جائزہ لیں تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ حیا ہی مسلمانوں کی وہ وصف و اخلاقی خوبی ہے، جس نے دنیا و آخرت میں انہیں ممتاز رکھا اور اعمال کو خوبصورتی بخشی، یوں تو سیرتِ اسلاف کا خاصہ اور بنیادی وصف ہی حیا ہے مگر ان میں سے کچھ کی سیرت سے اس کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

اصحابِ رسول ﷺ کی حیا

حیا کا عنصر تمام صحابہ کرام کی سیرت کا خاصّہ تھا، نہ صرف ان کے اپنے اعمال و کردار میں حیا و پاکیزگی غالب تھی بلکہ ان کی کوششوں سے سب مسلمانوں اور معاشرے میں حیا کو فروغ حاصل ہوا اور بے حیائی کا خاتمہ کیا۔ خلفائے راشدین میں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حیا کی مثال کہیں اور نہیں ملتی کہ آپ ﷺ بھی ان کی اس صفت کا لحاظ رکھتے تھے۔ باقی صحابہ کرام کے سامنے اگر کبھی پنڈلیاں کھول کر بیٹھ جاتے تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آمد پر ڈھانپ لیتے تھے کہ ان کی حیا پسند طبیعت پر یہ ناگوار نہ گزرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حیا غیرتِ مردانہ کا روپ رکھتی تھی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے حیا اور غیرت کا صحیح مفہوم سمجھا۔ ان کی حیا نے انہیں ہر طرح کی بے حیائی، فحاشی اور عریانی سے روکے رکھا۔ معاشرے کو پاکیزہ رکھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حیا کا تذکرہ

خلیفہ سوم امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا تعلق بنو امیہ سے تھا۔ شرم و حیا کے پیکر تھے، نہایت اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے، حیا کا وصف آپ کی ذات و کردار سے متعلق خاص تھا، اتنے حیادار تھے کہ آپ سے اللہ تعالیٰ کے فرشتے اور خود نبی کریم ﷺ بھی حیا فرماتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صفت حیا کے بارے فرمایا:

((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم" أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ وَأَشَدُّهُمْ فِي أَمْرِ اللَّهِ عُمَرُ وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ))[1]

"میری امت رحم کے معاملے میں سب سے آگے ابو بکر ہے اور اللہ کے معاملہ میں آگے عمر ہے اور سچی حیا والے عثمان بن عفان ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اللہ کے رسول ﷺ میرے گھر میں لیٹے ہوئے تھے آپ کی ران اور پنڈلیوں سے کپڑا ہٹا ہوا تھا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت مانگی آپ اسی حالت میں بیٹھے رہے وہ

۱۔ سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب عثمان بن عفان، حدیث: ۳۷۹۰، ص: ۲/ ۲۱۱

چلے گئے عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے آپ اسی حالت میں رہے جب عثمان رضی اللہ عنہ نے اندر انے کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فورا اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لیے اور فرمایا کہ میں کیسے عثمان رضی اللہ عنہ سے حیانا کروں جن سے اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ حدیث مبارکہ میں اس واقع کا ذکر یوں آتا ہے:

((أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مُضْطَجِعًا فِي بَيْتِي كَاشِفًا عَنْ فَخِذَيْهِ أَوْ سَاقَيْهِ فَاسْتَأْذَنَ أَبُو بَكْرٍ فَأَذِنَ لَهُ وَهُوَ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عُمَرُ فَأَذِنَ لَهُ وَهُوَ كَذَلِكَ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عُثْمَانُ فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَسَوَّى ثِيَابَهُ - قَالَ مُحَمَّدٌ وَلاَ أَقُولُ ذَلِكَ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ - فَدَخَلَ فَتَحَدَّثَ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَتْ عَائِشَةُ دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهُ وَلَمْ تُبَالِهِ ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهُ وَلَمْ تُبَالِهِ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ فَجَلَسْتَ وَسَوَّيْتَ ثِيَابَكَ فَقَالَ " أَلاَ أَسْتَحِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحِي مِنْهُ الْمَلاَئِكَةُ "))[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹے ہوئے تھے، رانیں اور پنڈلیاں کھولے ہوئے اتنے میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی تو اسی حال میں انہیں آنے دیا، اسی حال میں باتیں کرتے رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی ان کو بھی اجازت دی اس حال میں باتیں کرتے رہے، پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور کپڑے برابر کئے، پھر وہ آئے اور باتیں کیں، جب وہ چلے گئے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی آئے تو کچھ خیال نہ کیا مگر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ گئے اور کپڑے درست کئے تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں شرم نہ کروں اس شخص سے جس سے فرشتے شرم کرتے ہیں۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اللہ تعالیٰ سے حیا کا یہ عالم تھا کہ آپ کبھی لہو و لعب میں مشغول نہیں ہوئے۔ نہ کبھی گانے بجانے میں شریک ہوئے اور نہ کبھی آپ نے برائی کی تمنا کی۔ لوگوں سے حیا کا یہ حال تھا کہ زمانہ جاہلیت یا عہد اسلام میں کبھی بھی زنا، چوری اور شراب نوشی کے مرتکب نہ ہوئے۔[2]

۱- صحیح مسلم، کتاب فضائل، باب من فضائل عثمان بن عفان، حدیث: ۶۲۰۹، ص: ۲/۲۷۷

۲- حیا کے پیکر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ "محمد تبسم بشیر، ۱۳ اکتوبر ۲۰۱۲،

https://hamariweb.com/articles/

پردہ وحیا سے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طرز عمل

پردے کے احکام نازل ہونے کے پس منظر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دلی خواہش اور اس بارے میں فکر خاص طور پر شامل ہے کہ ان کی بہت عرصے سے اس معاملے میں تشویش لاحق تھی کہ کسی طرح امہات المؤمنین اور مسلمان خواتین کو پردے میں رکھا جائے تاکہ ان کی شان و عظمت جو دوسری عام عورتوں سے ممتاز ہے اس کو محفوظ رکھا جاسکے، اس بارے میں روایت یوں منقول ہے:

((عنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أَزْوَاجَ، رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم كُنَّ يَخْرُجْنَ بِاللَّيْلِ إِذَا تَبَرَّزْنَ إِلَى الْمَنَاصِعِ وَهُوَ صَعِيدٌ أَفْيَحُ وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَقُولُ لِرَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم احْجُبْ نِسَاءَكَ . فَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَفْعَلُ فَخَرَجَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِي عِشَاءً وَكَانَتِ امْرَأَةً طَوِيلَةً فَنَادَاهَا عُمَرُ أَلاَ قَدْ عَرَفْنَاكِ يَا سَوْدَةُ . حِرْصًا عَلَى أَنْ يُنْزِلَ الْحِجَابَ . قَالَتْ عَائِشَةُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ الْحِجَابَ))[1]

"امہات المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رعایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں رات کو نکلتی تھیں قضائے حاجت کے لئے، ان مقامات کی طرف جو مدینہ کے باہر اور صاف کھلی جگہ میں تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے تھے کہ آپ اپنی عورتوں کو پردہ میں رکھئیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ کا حکم نہ دیتے، ایک بار ام المؤمنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا رات کو نکلیں عشاء کے وقت، وہ ایک لمبی عورت تھیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو آواز دی اور کہا: ہم نے پہچان لیا تم کو اے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا اور یہ اس واسطے کیا کہ پردے کا حکم اترے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر پردے کا حکم اترا"

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دلی خواہش کے مطابق جب مسلمان خواتین کو پردے کا حکم دیا تو سب سے زیادہ خوشی وسکون اس حکم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔

صحابہ کرام کی زندگیاں مسلمان مردوں کے لیے حیا و کردار کے عملی نمونے ہے، جن کی اطاعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا عملی مجموعہ تھا۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب وضو، باب فی تخریج النساء، حدیث نمبر: ۱۲۳، صفحہ: ۲/ ۱۲۳

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیا

شرم و حیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سب سے بڑی اور ممتاز خوبی تھی جس میں آپ کو باقی تمام مسلمان خواتین پر سبقت حاصل رہی ہے، آپ حیا و پردے کا حد درجہ اہتمام کرتی تھی، ان کا تقویٰ بلند مرتبہ تھا اور اپنے تمام کاموں میں تقویٰ سے لیس تھیں اور شرم و حیا کا پیکر تھی، مسلمان خواتین کو ان کے کردار میں حیا سے متعلق بہت درس ملتا ہے چونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں انتہاء کی شرم و حیا تھی ایک واقع مشہور ہے کہ انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو تلقین کی تھی کہ میرے جنازے اور تدفین کے وقت پردہ کا پورا لحاظ رکھنا اور سوائے میرے شوہر کے اور کسی سے میرے غسل میں مدد نہ لینا۔ تدفین کے وقت زیادہ ہجوم نہ ہونے دینا، جب حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ انہوں نے حبش میں دیکھا ہے کہ جنازے پر درخت کی شاخیں باندھ کر ایک ڈبے کی طرح بنا لیتے ہیں اور اس پر پردہ ڈال دیتے ہیں اگر آپ کہیں تو اس کو پیش کروں یہ کہہ کر خرمے کی چند شاخیں منگوائیں اور ان پر کپڑا تانا جس سے پردے کا اہتمام ہو گیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئی۔[1]

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پردے کی سخت پابند اور شرم و حیا کا مجسمہ تھی، ان کی شرم و حیا کی فطرت اس قدر تھی کہ اپنی والد، رحمت العالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی حیا محسوس کرتی تھی-اس بارے میں حدیثِ مبارکہ میں ایک مشہور واقع یوں آتا ہے:

((قَالَ عَلِيٌّ لاِبْنِ أَعْبَدَ أَلاَ أُحَدِّثُكَ عَنِّي وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَكَانَتْ أَحَبَّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ وَكَانَتْ عِنْدِي فَجَرَّتْ بِالرَّحَى حَتَّى أَثَّرَتْ بِيَدِهَا وَاسْتَقَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتَّى أَثَّرَتْ فِي نَحْرِهَا وَقَمَّتِ الْبَيْتَ حَتَّى اغْبَرَّتْ ثِيَابُهَا وَأَوْقَدَتِ الْقِدْرَ حَتَّى دَكِنَتْ ثِيَابُهَا وَأَصَابَهَا مِنْ ذَلِكَ ضُرٌّ فَسَمِعْنَا أَنَّ رَقِيقًا أُتِيَ بِهِمْ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ لَوْ أَتَيْتِ أَبَاكِ فَسَأَلْتِيهِ خَادِمًا يَكْفِيكِ . فَأَتَتْهُ فَوَجَدَتْ عِنْدَهُ حُدَّاثًا فَاسْتَحْيَتْ فَرَجَعَتْ فَغَدَا عَلَيْنَا وَنَحْنُ فِي لِفَاعِنَا فَجَلَسَ عِنْدَ رَأْسِهَا فَأَدْخَلَتْ رَأْسَهَا فِي اللِّفَاعِ حَيَاءً مِنْ أَبِيهَا فَقَالَ " مَا كَانَ حَاجَتُكِ أَمْسِ إِلَى آلِ مُحَمَّدٍ " . فَسَكَتَتْ مَرَّتَيْنِ فَقُلْتُ أَنَا وَاللَّهِ أُحَدِّثُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ هَذِهِ جَرَّتْ عِنْدِي بِالرَّحَى حَتَّى أَثَّرَتْ فِي يَدِهَا وَاسْتَقَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتَّى أَثَّرَتْ فِي نَحْرِهَا

۱-اسد الغابہ، عز الدین بن الاثیر، المیزان پبلی کیشنز، لاہور، س ن، ۵/ ۵۳۴

وَكَسَحَتِ الْبَيْتَ حَتَّى اغْبَرَّتْ ثِيَابُهَا وَأَوْقَدَتِ الْقِدْرَ حَتَّى دَكِنَتْ ثِيَابُهَا وَبَلَغَنَا أَنَّهُ قَدْ أَتَاكَ رَقِيقٌ أَوْ خَدَمٌ فَقُلْتُ لَهَا سَلِيهِ خَادِمًا))[1]

"حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابن اعبد سے کہا: کیا میں تم سے اپنے اور فاطمہ بنت محمد ﷺ سے متعلق واقعہ نہ بیان کروں، فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کو اپنے گھر والوں میں سب سے زیادہ پیاری تھیں اور میری زوجیت میں تھیں، چکی پیستے پیستے ان کے ہاتھ میں نشان پڑ گئے، مشکیں بھرتے بھرتے ان کے سینے میں نشان پڑ گئے، گھر کی صفائی کرتے کرتے ان کے کپڑے گرد آلود ہو گئے، کھانا پکاتے پکاتے کپڑے کالے ہو گئے، اس سے انہیں نقصان پہنچا (صحت متاثر ہوئی) پھر ہم نے سنا کہ آپ ﷺ کے پاس لونڈیاں و غلام لائی گئی۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو میں نے بولا اگر تم اپنے والد کے پاس جاتیں اور ان سے خادم مانگتیں تو تمہاری ضرورت پوری ہو جاتی، تو وہ وہاں گئی، لیکن وہاں لوگوں کو آپ کے پاس بیٹھے باتیں کرتے ہوئے پایا تو شرم سے بات نہ کہہ سکیں اور لوٹ آئیں، دوسرے دن صبح آپ ﷺ خود ہمارے پاس تشریف لے آئے (اس وقت) ہم اپنے لحافوں میں تھے، آپ ﷺ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سر کے پاس بیٹھ گئے، فاطمہ رضی اللہ عنہا نے والد سے شرم کھا کر اپنا سر لحاف میں چھپا لیا، آپ ﷺ نے پوچھا: کل تم محمد کے اہل و عیال کے پاس کس ضرورت سے آئی تھیں؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا دو بار سن کر چپ رہیں تو میں نے ہی بتا دیا کہ یہ میرے یہاں رہ کر اتنا چکی پیسی کہ ان کے ہاتھ میں گھٹا پڑ گیا، مشک ڈھو ڈھو کر لاتی رہیں یہاں تک کہ سینے پر اس کے نشان پڑ گئے، انہوں نے گھر کے جھاڑو دیئے یہاں تک کہ ان کے کپڑے گرد آلود ہو گئے، ہانڈیاں پکائیں، یہاں تک کہ کپڑے کالے ہو گئے، اور مجھے معلوم ہوا کہ آپ کے پاس غلام اور لونڈیاں آئیں ہیں تو میں نے ان سے کہا کہ وہ آپ کے پاس جا کر اپنے لیے ایک خادمہ مانگ لیں۔"

ام خلاد صحابیہ رضی اللہ عنہا کی حیا کا تذکرہ

اسی طرح ایک اور عظیم عورت کا واقع حدیث میں آتا ہے، جس نے بیٹے کی شہادت کا سن کر بھی پردے کا حکم نہیں چھوڑا، اس کا نام ام خلاد رضی اللہ عنہا تھا، وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹے کا جو قتل ہو چکا تھا اس کے احوال پوچھنے آئی اور وہ نقاب پہنے ہوئے تھی، اس کی اس قدر حیا اور پردے کے اہتمام پر تعجب کرتے ہوئے وہاں موجود

۱- سنن ابی داود، أبواب النوم، باب فی التسبیح عند النوم، حدیث: ۵۰۶۳، ص: ۳/۱۸۷

ایک صحابی نے کہا کہ نقاب پہن کر آپ بیٹے کی شہادت کا حال دریافت کرنے آئی ہے۔ انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میرا بیٹا مرا ہے میری حیا نہیں مری، اس بارے میں روایت یوں منقول ہے:

((جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهَا أُمُّ خَلَّادٍ وَهِيَ مُنْتَقِبَةٌ، تَسْأَلُ عَنِ ابْنِهَا، وَهُوَ مَقْتُولٌ، فَقَالَ لَهَا بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جِئْتِ تَسْأَلِينَ عَنِ ابْنِكِ وَأَنْتِ مُنْتَقِبَةٌ؟ فَقَالَتْ: إِنْ أُرْزَأَ ابْنِي فَلَنْ أُرْزَأَ حَيَائِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ابْنُكِ لَهُ أَجْرُ شَهِيدَيْنِ»، قَالَتْ: وَلِمَ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «لِأَنَّهُ قَتَلَهُ أَهْلُ الْكِتَابِ))[1]

"ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اس کا نام ام خلاد رضی اللہ عنہا تھا وہ نقاب پوش تھی، وہ اپنے شہید بیٹے کے بارے میں پوچھ رہی تھی، ایک صحابی نے اس سے کہا: تو اپنے بیٹے کو پوچھنے چلی ہے اور نقاب پہنے ہوئی ہے؟ اس نے کہا: اگر میں اپنے لڑکے کی جانب سے مصیبت زدہ ہوں تو میری حیا کو مصیبت نہیں لاحق ہوئی ہے، تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا: "تیرے بیٹے کے واسطے دو شہیدوں کے برابر ثواب ہے"، اس نے وجہ پوچھی کہ ایسا کیوں تو ارشاد فرمایا اس لیے کہ اس کو اہل کتاب نے شہید کیا ہے۔"

اس دور کی مسلمان عورتیں بھی حیا میں مثالی تھیں اور مسلمان مردوں میں بھی حیا تھی، سب اللہ سے بھی حیا کرتے تھے، مردوں میں غیرت بدرجہ اتم تھی اس لیے کوئی بہن، بیٹی، بیوی اور کوئی عورت بے حیائی کے ساتھ باہر نکلنے کی جرات نہ کر سکتی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جیسے غیرت مند انسان معاشرے میں حیا کی ترویج کے لیے موجود ہوتے تھے۔"

آج سے چند سال پیشتر تک بھی اگرچہ مکمل دیندار معاشرے کی تصویر نہ تھے لیکن روایتی مسلم معاشرے ضرور تھے۔ مردانہ حیا اور غیرت زندہ تھی، گھروں میں زنان خانے اور مردان خانے الگ تھے۔ عموماً مردانہ بیٹھکیں باہر ہوتی تھیں۔

خاندان میں ایک نہ ایک ایسا شخص ہوتا تھا جس سے سب حیا کرتے تھے اور اس کے سامنے حیا کی جاتی تھی، اسلاف کی زندگیوں میں غضِ بصر اور حیا بنیادی اخلاقی وصف تھا، نگاہیں نیچی رہتی تھیں، اونچا نہیں بولا جاتا تھا۔ کھلے عام نافرمانی نہیں کی جاتی تھی۔ ناگوار باتوں کو بھی برداشت کیا جاتا تھا۔ شادی بیاہ میں مرد اور عورتیں الگ الگ ہوتے

---

[1] ۔سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فضل قتال الروم، حدیث:۲۴۸۸، ص:۲/۱۹

تھے۔ الغرض سیرتِ اسلاف میں مسلمانوں کے جس دور کی بھی اخلاقی و تاریخی پہلوؤں کا مطالعہ کیا جائے، ان میں حیا کا وصف باقی سب اقوام و مذاہب پر ان کی فوقیت اور حسنِ اخلاق کی بنیاد رہی ہیں۔

باب سوم

موجودہ معاشرے میں بے حیائی کے بڑھتے ہوئے

رجحانات، محرکات، اثرات

فصل اوّل

ذرائع ابلاغ کا غلط استعمال اور حیا پر اس کے منفی اثرات

ذرائع ابلاغ کا تعارف، مختلف اقسام و اہمیت:

ابلاغ دراصل عربی لفظ "بلغ" سے ماخوذ ہے جس کے معنی پہچاننے اور آگے منتقل کرنے کے ہے۔ انگریزی زبان میں اس کو "Communication" کہتے ہے جس کا مادہ لاطینی نقطہ (Communes) ہے۔[1]

اسلامی روایت میں اس مادہ سے لفظ تبلیغ ہے جو کسی اچھی بات اور بالخصوص دینی بات دوسروں تک پہنچانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔[2]

قرآن کریم میں بلغ کا لفظ پہنچانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّـغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾[3]

"اے اللہ کے رسولؐ! پہنچادیں اس کو آگے جو آپ پر نازل ہوا ہے آپ کے رب کی طرف سے۔"

اللہ تعالی نے قرآن پاک میں اس کو بطور "بلاغ" یوں استعمال کیا ہے:

﴿فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ ﴾[4]

"اور اگر تم پھیر گئے تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بے شک ہمارے رسولؐ کے ذمہ تو صرف واضح پہنچانے کی ذمہ داری ہے۔"

ابلاغ اپنے مفہوم کے لحاظ سے عام ہے اور اس میں دینی یا غیر دینی، اچھی یا بری بات کی کوئی قید نہیں بلکہ مطلق پہنچانا مراد ہے، کوئی پیغام، کوئی بات اور کوئی خبر بھی ابلاغ کا موضوع بن سکتی ہے۔

اس کے لیے انگریزی میں استعمال ہونے والے لفظ "کمیونکشن" کی تعریف میں انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں لکھا ہے:

"Communication is derived from the Latin word “Communicate” means to make common to share, to impart and transmit." [5]

۱-ذرائع ابلاغ اور تحقیقی طریقے، کنور محمد دلشاد، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۹ء، ص:۲۵

۲-اسلام کا معاشرتی نظام، ڈاکٹر خالد علوی، الفیصل، ناشران و تاجران کتب لاہور، سن ۲۰۰۵ء، ص:۳۹۸

۳-سورۃ المائدہ:۵/۶۷

۴-سورۃ المائدہ:۵/۹۲

5 -Encyclopaedia Britannica,General,Vol:4,page:576,15th edition,2010

گویا ابلاغ کے ذریعے ایک خبر، نظریہ یا رویے کو ایک شخص سے دوسرے شخص اور کئی لوگوں تک حتیٰ کے پوری دنیا تک پہنچایا جاتا ہے-اس کو انگریزی اور عرف میں میڈیا بھی کہتے ہے، ذرائع ابلاغ یا میڈیا کے ذریعے انسان ساری مخلوق سے ممتاز ہے کیونکہ ابلاغ کے جو وسائل انسان کو میسر ہیں وہ کسی اور مخلوق کو میسر نہیں- عصرِ حاضر میں ذرائع ابلاغ کی بیسوں اقسام ہیں جو دو اصل انواع (پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا) پر مشتمل ہے، آگے اس کے ذیلی اقسام ہیں-

ا- مطبوعہ ذرائع (پرنٹ میڈیا):

مطبوعہ ذرائع ابلاغ سے مراد تحریر کی وہ تمام انواع ہیں جو چھپ کر عوام تک پہنچتی ہیں-

پرنٹ میڈیا کی تاریخ تو بہت قدیم ہے، البتہ ۱۶۶۵ء میں باقاعدہ مشینی پرنٹ میڈیا کا آغاز ہوا-[۱]

ابتدا میں چمڑے، درختوں کی چھال اور ہڈی وغیرہ پر لکھنے کا رواج ہوا اس کے بعد کپڑے پھر طویل زمانہ کے بعد کاغذ کی ایجاد عمل میں آئی اور اس طرح ذرائع ابلاغ کا عمل بڑھتے بڑھتے خبر نامہ تک پہنچ گیا-اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی وژن کے وسائل یہاں بھی مہیا ہوگئے، انسانوں نے بہت پہلے ہی تحریر ایجاد کی تھی، دس ہزار سال قبل مسیح بیل وغیرہ کی تصاویر بنا کر اور مختلف قسم کی لائنیں کھینچ کر تصویری خط کی ایجاد ہوئی، پھر جوں جوں زمانہ ترقی کرتا گیا یہ تصویریں مختصر ہوتی گئیں اور لکیروں میں بدل گئیں اور پھر علامتی خط کی شروعات ہوئی، پھر انہیں علامتوں نے حروف تہجی کی شکل اختیار کی اور اس طرح تمام حروف کے آواز متعین ہو گئیں اور اس طرح ہر عہد میں ابلاغ کا عمل جاری رہا اور لوگ ایک دوسرے تک اپنے خیالات، افکار اور آراء کی اطلاعات پہنچاتے رہے-

۱۵۷ ق م میں ایک قلمی خبر نامہ acta durna جاری ہوا محققین یہیں سے پرنٹ میڈیا کا آغاز بتلاتے ہیں مگر اس دور میں کاغذ موجود نہیں تھا، اس ضرورت کو چین کے تساہل لن نامی شخص نے پرانے سوتی کپڑوں، لکڑی کی چھلن اور دیگر بوسیدہ چیزوں کو شامل کرکے ۱۰۵ء میں کاغذ ایجاد کیا، جس نے میڈیا کے ارتقاء میں اہم کردار ادا کیا اس کے بعد ایران میں عربوں کے قابض ہونے کے بعد آٹھویں صدی عیسوی میں سمرقند میں کاغذ کا پہلا کارخانہ قائم ہوا اس کے بعد مختلف ذرائع کے ذریعہ ہر دور میں ابلاغ کا عمل جاری رہا-[۲]

۱-ذرائع ابلاغ، ارتقاء حیات، تحریم طارق، https://tehreemtariq.wordpress.com/2013/08/07

۲-میڈیا، ماس میڈیا روایت اور مسائل، عبد الباری قاسمی، https://urdu.starnews.today/, 2018/26/03

الیکٹرانک میڈیا:

الیکٹرانک میڈیا سے مراد وہ میڈیا ہے جہاں برقی ذرائع استعمال کر کے پیغام رسانی کا عمل کیا جائے-اس کی ابتداٹیلی گراف، ٹیلی فون اور وائر لیس سے ہوئی، پھر ریڈیو، اس کے بعد فوٹو گرافی سے فلم، سینما اور ٹیلی ویژن کی شروعات ہوئی اور آج الیکٹرانک میڈیا ترقی کر کے موبائل، انٹرنیٹ اور دیگر ذرائع تک پہنچ چکی ہے۔

الیکٹرانک میڈیا کی شروعات کا سہرا samuelf.b.morse کے سر جاتا ہے، انہوں نے اپنے دوست الفریڈ ویل کے ساتھ مل کر ۲۴ مئی ۱۹۴۴ء کو واشنگٹن سے مالٹی مور پیغام بھیج کر ٹیلی گراف کی شروعات کی اس کے بعد سائنسدانوں نے ہو بہو آواز منتقل کرنے کی کوشش کی اور اسکاٹ لینڈ کے گراہم بیل نامی شخص نے ۱۸۷۶ء میں ٹیلی فون ایجاد کیا، اس کے بعد وائر لیس کے سلسلہ میں کوشش شروع ہوئی جس میں تار نہ ہو، پھر میکس ویل نے وائر لیس کا نظریہ پیش کیا اور اس سے تحریک پا کر اٹلی کے اکیس سالہ نوجوان گوگلیمو مارکونی نے تجارتی نقطۂ نظر سے کوشش کی اور وائر لیس ایجاد کرنے میں کامیاب بھی ہو گیا یہاں سے الیکٹرانک دنیا میں جو ترقی شروع ہوئی تو دن دوگنی اور رات چوگنی اس کا سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا جو آج تک جاری ہے۔[1]

ٹیلی فون بھی ذرائع ابلاغ کا بہترین ذریعہ ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی فون برقی لہروں کے ذریعے آواز پہنچانے کا ذریعہ ہے- اس کے ذریعے اب نا صرف بات چیت ہوتی ہے بلکہ موبائل فون کلچر جو ٹیلی فون کی جدید ترین صورت ہے-موبائل فون کے موجد کا نام مارٹن کوپر ہے- موبائل فون جو اب ہر فرد کی بنیادی ضرورت ہے، جس کے ذریعے کمپیوٹر و انٹرنیٹ کے سارے کام لیے جا سکتے ہیں۔

برقی ذرائع ابلاغ میں ریڈیو قدیم ترین ہے۔ ریڈیو بنیادی طور پر برقی لہروں کے ذریعے آواز و پیغام پہنچانے کا وسیلہ ہے-برقی لہروں کا انکشاف میکس مولر نے کیا تھا جس کو برٹز ایڈلین نے آگے بڑھایا-۱۸۵۵ میں اٹلی کے مارکونی نے لاسلکی (Wireless) کے ذریعے پیغام پہنچانے میں کامیابی حاصل کی-۱۹۰۶ میں لی ڈی فاریسٹ نے وہ سسٹم ایجاد کیا جس کے ذریعے آواز اور موسیقی کو منتقل کیا جا سکتا تھا-ریڈیو کی پہلی نشریات امریکہ کے مقام پٹز برگ (Pitts Burg) سے ۲ نومبر ۱۹۲۰ کو شروع ہوئی۔[2]

۱-میڈیا، ماس میڈیا روایت اور مسائل، عبد الباری قاسمی

۲-اسلام کا معاشرتی نظام، ڈاکٹر خالد علوی، ص:۴۰۸

ریڈیو کی ایجاد نے (جسے ابتداء میں وائرلس کہا جاتا تھا) ابلاغ عام کی سہولت فراہم کی جو اس سے پہلے صرف پرنٹنگ پریس کے پاس تھی۔ ریڈیو کی ایجاد کو کسی فرد واحد کی مکمل کاوش کا نتیجہ نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ مختلف ممالک کی شخصیات کی کوششوں کا مجموعہ ہے۔[1]

ٹیلی ویژن tele اور vision دو لفظوں سے مل کر بنا ہے tele یونانی لفظ ہے اور vision لاطینی لفظ مجموعی طور پر ان کے معنی ہیں دور سے دکھائی دینا، لوگوں کو ایسی چیز کی ضرورت تھی جس پر دکھائی اور سنائی دونوں دے ،اس ضرورت کو ۱۹۳۶ء میں بی، بی، سی نے پورا کیا اور ٹیلی ویژن سروس کی شروعات ہوئی، ۱۹۳۸ء تک ٹی وی پر ہر طرح کے پروگرام نشر کیے جانے لگے ، یہ ادارہ تو ۱۹۳۹ء میں بند ہوگیا؛ مگر فرانس ،امریکہ ،روس اور جرمنی میں تحقیقات کا عمل جاری رہا اور ۱۹۳۹ء میں پہلی بار امریکہ کے ورلڈ فیئر میں ٹیلی ویژن سیٹ فروخت کیلیے رکھا گیا اور اسی سال ٹیلی ویژن کا دائرہ بہت تیزی سے بڑھا اور امریکہ میں ۱۹۴۰ء سے ۱۹۵۰ء کے درمیان ٹیلی ویژن کی ایسی ترقی ہوئی کہ رنگین ٹیلی کاسٹ کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔[2]

موجودہ دور میں ٹیلی ویژن اپنی اہمیت برقرار رکھے ہوئے بلکہ اس کی اہمیت اس قدر بڑھ گئی ہے کے تقریبا ہر گھر میں آج ٹیلی ویژن موجود ہے۔

انٹرنیٹ:

آج اس ٹیکنالوجی کے دور میں انٹرنیٹ کی خدمات کو جھٹلایا نہیں جا سکتا اس کی وجہ سے پوری دنیا ایک گلوبل ولیج بن گئی ہے۔

انٹرنیٹ کی تاریخ زیادہ پرانی نہیں ہے صرف ۵۵ سال پہلے کی بات ہے یعنی ۱۹۶۲ میں (جے. سی. آر) لائک نامی سائنس دان تھے جنھوں نے اس کی بنیاد (انٹر گلیکٹک) نامی نیٹ ورک بنا کر رکھی دراصل یہ ایک (ایجنسی) سے تعلق رکھتے تھے جس کا نام (ڈی ارپا) یعنی ڈیفینس ایڈوانس ریسرچ پروجیکٹ تھا جس کا اولین مقصد دنیا بھر کے لوگوں کو کمپیوٹر استعمال کرتے ہوئے ہر طرح کی معلومات تک رسائی دینا ممکن بنانا تھا بس اس خواب کو لے کر (جے. سی. آر) لائک میدان میں اتر گئے اور (ڈی ارپا) کے ہیڈ بنے۔[3]

۱- ریڈیو کل آج اور کل، محمد عاطف شیخ، ایکسپریس نیوز، اتوار ۱۲ فروری ۲۰۱۷

۲-- میڈیا، ماس میڈیا روایت اور مسائل، عبد الباری قاسمی

۳- تاریخ انٹرنیٹ حقیقت کے آئینے میں، طہٰ حسین شاہ، ۱۶ اکتوبر ۲۰۱۶، http://sciencekidunya.com/

۱۹۷۲ میں ای میل عمل پذیر ہوئی جس کے فوری بعد ہی ٹیل نیٹ پروٹوکول (Telnet) دور پار کے کمپیوٹر پر لاگ ان کرنے کے لیے بنائی گئی۔ یہ ترقی پذیر نیٹ ورک یونہی پھلتا پھولتا رہا اور اس میں نت نئی اوازر اور پروٹوکول شامل ہوتے رہے۔ اس سال برطانوی سائنسدان سر ٹم برنرز لی اور ان کے ساتھیوں (سرن لیبارٹری میں) نے یہ نظریہ پیش کیا کہ ہائپر ٹیکسٹ (hypertext) دستاویزات کو مربوط انداز میں پیش کیا جائے جو کہ اب ورلڈ وائیڈ ویب www کہلاتا ہے۔[1]

اس کے بعد وائی فائی کا جنم ہوا، یعنی کہ وائرلیس فڈیلیٹی، جس سے موڈیم پر بھی فرق پڑا یہ ایک اہم سنگ میل تھا، جو آج ہمارے لئے کافی کارگر ہے، اس کارنامے کو انجام دینے والے کا نام (نیپسٹر) ہے۔

2001ء میں (وکیپیڈیا) ویب سائٹ بنی اسے ایجوکیشن کا کوئی بھی معاملہ حل کرنے کے لئے استعمال کیا جا سکتا تھا۔ ۲۰۰۶ سے لے کر ۲۰۱۷ تک انٹرنیٹ خاصی مقبولیت حاصل کر چکا اور ہزاروں ایپلیکشنز، سافٹ ویئر اور ہر طرح کی معلومات انٹرنیٹ پر موجود ہے جس سے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والا استعفادہ حاصل کر رہا ہے۔

سوشل میڈیا، فیس بک، ٹوئٹر اور وٹس ایپ انٹرنیٹ ہی کے جدید ذرائع ابلاغ کی صورتیں ہیں، جن کا انسانی زندگی پر سب سے زیادہ گہرا اثر ہوا ہے۔

سوشل میڈیا:

سوشل میڈیا کے مختلف اقسام ہیں جن میں فیس بک، وٹس ایپ اور ٹوئٹر بنیادی اقسام اور عصر حاضر کی سب سے زیادہ استعمال کئے جانے والے ذرائع ابلاغ ہیں۔

ایک معروف ادارے کی رپورٹ کے مطابق جون ۲۰۱۶ تک ۱.۷ بلین لوگ ماہانہ فیس بک استعمال کرتے ہیں یہ تعداد فیس بُک کی اُن active users کی ہے جو روزانہ کی بنیاد پر فیس بُک استعمال کرتے ہیں۔ اس اعداد و شمار کی بنیاد پر فیس بُک سوشل میڈیا کا سب سے زیادہ استعمال ہونے والا نیٹ ورک ہے جبکہ اس کے مقابلے میں دوسرے سوشل نیٹ ورکس جن میں ٹوئیٹر، واٹس اپ، وائبر اور انسٹراگرام کے صارفین کی تعداد بہت کم ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق ٹوئیٹر کے کل صارفین کی تعداد ۲۸۴ ملین، واٹس ایپ کے ۵۰۰ ملین اور انسٹراگرام کے صارفین کی تعداد تقریباً ۲۰۰ ملین ہے۔ فیس بک ہارڈ ورڈ یونیورسٹی کے طالب علم مارک زکربرگ اور اس کے ہم جماعت ساتھیوں کی ذہنی کاوشوں سے ۲۰۰۴ میں وجود میں آیا۔[2]

۱- انٹرنیٹ کی مختصر تاریخ، محب علوی، ۴ مارچ ۲۰۱۲، https://www.urduweb.org/

۲- فیس بک اور اس کا استعمال، فرہاد خان، چترال ایکسپریس، ۱۱ اگست ۲۰۱۶

اسی طرح سوشل میڈیا میں ٹوئٹر بھی سماجی رابطے کی ایک مائیکرو بلاگنگ اور مختصر مگر پروفیشنل قسم کی ایک ویب سائٹ ہے۔جو پوری دنیا میں اس وقت استعمال کیا ہے۔سوشل میڈیا میں سب سے زیادہ زیر استعمال وٹس ایپ ہے۔یہ ایپ ٹیلی کمیونکشن میں انقلاب تھی جس نے پوری دنیا کو جوڑ دیا۔

واٹس ایپ کے بانی جین کوم اور رائن ایکٹون ہے، جنھوں نے فروری ۲۰۰۹ میں اس ٹیلی کمیونکشن ایپ کو لانچ کیا، دنیا کے ایک ارب لوگ اس وقت یہ ایپ استعمال کر رہے ہیں اور یہ ایپ دنیا کا تیز ترین اور محفوظ ترین ذریعہ ابلاغ ہے۔واٹس ایپ اکاؤنٹ سے کسی بھی ملک جا کے رابطے اور فون کالز، ویڈیو کالز میسجز اور تصاویر بھیجنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔[1]

میڈیا کی اہمیت:

میڈیا یا ذریعہ ابلاغ خواہ وہ اخبار ہو یا ریڈیو، ٹیلی ویژن ہو یا انٹرنیٹ اس کی اہمیت اور اس کی اثر انگیزی ہر دور میں رہی جب کہ دور حاضر میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کی وجہ سے رونما ہونے والے انقلاب نے پوری نے دنیا کو ایک چھوٹے گاؤں میں تبدیل کر دیا۔[2]

اس کی اہمیت کے پیشِ نظر اسے "قومی ستون" کا درجہ دینا بے جا نہ ہو گا۔اس کے بنیادی مقاصد میں عوام النّاس کو ہر طرح کی معلومات بہم پہنچانا، تشہیر اور تفریح شامل ہیں۔اس کے لیے الیکٹرانک میڈیا، پرنٹ میڈیا اور سوشل میڈیا سب اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔میڈیا جدیدیت کا ایک اہم ہتھیار ہے کیونکہ جو ہمیں دکھایا جاتا ہے وہ ہماری سوچ اور شخصیت پر گہری چھاپ ڈالتا ہے۔

عوام اپنے منتخب نمائندوں کی کارکردگی سے باخبر رہتے ہیں اور اس کے مطابق ردِ عمل یا رائے کا اظہار کرتے ہیں۔اس کے علاوہ میڈیا گورنمنٹ اور دوسرے تمام اداروں کے کرپشن سے بھی پردہ اٹھاتا ہے، اور ناخواندگی کی بڑی شرح کے باوجود اس پر تنقید اور رائے دہی کی اہلیت رکھتے ہیں۔اس طرح رائے عامہ سے جمہوریت کو فروغ دیا جارہا ہے اور میڈیا تعلیمی میدان میں بھی اہم کردار ادا کر رہ ہے۔مختلف اداروں کی تعلیمی ویب سائٹس، فارمز، بلاگز فروغِ تعلیم کے لیے کوشاں ہیں۔حالیہ سالوں میں آن لائن لیکچرز کے ذریعے تعلیم وتدریس کا رواج عام ہو رہا ہے۔سوشل میڈیا پر "رائٹرز کلب" جیسے صفحات اور گروپس عام لوگوں کے لکھنے کے شوق کی حوصلہ افزائی کر رہے

۱-واٹس ایپ کب اور کس نے ایجاد کی، امجد علی چوہدری، پیر ۹ اکتوبر ۲۰۱۷، روزنامہ کماس لاہور

۲-ذرائع ابلاغ کا آزادانہ کردار اور اسلام، ابرار احمد قاسمی، ماہنامہ دار العلوم، شمارہ ۶، جلد: ۹۷ شعبان ۱۴۳۴ھ

ہیں۔ دنیا بھر میں ہونے والی نت نئی ایجادات اور دریافتوں سے واقفیت ہمیں سائنس و ٹیکنالوجی کی دنیا کے برابر صف آرا ہونے میں معاون ثابت ہوگی۔[1]

میڈیا کی وساطت سے ہمیں دنیا میں موجود مختلف قوموں کی تہذیب، رسم و رواج، تہوار، سیاسی و سماجی حالات و واقعات اور ملکی پالیسیوں کے متعلق علم ہوتا ہے جس کے ذریعے ہم دوسرے ممالک کے ساتھ پرامن اور خوشگوار تعلقات استوار کرسکتے ہیں۔ میڈیا کے ذریعے ہمیں بہت سے جرائم اور امراض سے آگاہی اور حفاظتی تدابیر بتائی جاتی ہیں۔ میڈیا کے ذریعے بہت سے ایسے موضوعات پر روشنی ڈالی جاتی ہے جو اس سے پہلے تاریک تھے۔ میڈیا کے ذریعے آن لائن خرید و فروخت نے بھی ملکی معیشت پر مثبت اثر ڈالا ہے اور اشتہارات چلا کر بہت سے مصنوعات کی خرید میں اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔

ذرائع ابلاغ کے منفی اثرات اور بے حیائی کا فروغ:

نیٹ کا مطلب جال ہے اور اس غیر مرئی جال کی لپیٹ میں پوری دنیا آچکی ہے۔ جس سے باہر نکلنا کسی کے لئے بھی ممکن نہیں ہے لہٰذا انسانی زندگی کا شائد ہی کوئی شعبہ ہو جس میں انٹرنیٹ کا عمل دخل نہ ہو، جس سے یہ کارآمد چیز عالمی سطح پر انسانی معاشرے کیلئے جان لیوا ثابت ہو رہی ہے۔

نوجوانوں اور بچوں کی حیا پر منفی اثرات:

میڈیا کی وجہ سے موجودہ دور میں خاص طور سے نوجوان اور بچے مضر اثرات کا شکار ہو رہے ہیں۔ ان مضر اثرات سے انسان کا دینی جذبہ سرد پڑ رہا ہے۔ تعلیمی سرگرمیاں معطل ہو رہی ہیں۔ اخلاقی اور تہذیبی ڈھانچہ شکست و ریخت سے دوچار ہے۔ انسان کا سماجی رویہ یکسر تبدیل ہوگیا ہے اس کا میل جول جو اب تک ایک مانوس معاشرے تک ہی محدود تھا اب انٹرنیٹ کی بدولت کافی حد تک اس کے روابطہ میں وسعت آگئی ہے۔ وہ کچھ ایسی منفی سوچ اور غلط راہ وروش سے آشنا ہوا ہے جو اس کے معاشرتی اور مذہبی نقطہ گاہ سے ناپسند و نامناسب ہے۔

اخلاقی بگاڑ اور دین سے دوری کا سبب:

اس وقت نوجوان طبقے میں جو اخلاقی بگاڑ اور مذہبی بیزاری کا عنصر سر ابھار رہا ہے۔ اس میں انٹرنیٹ کا بھی ایک بڑا کردار ادا کر رہا ہے۔ انٹرنیٹ نے بے شک دوریاں کم کردی ہے۔ لیکن یہ دوریاں انٹرنیٹ کی مصنوعی دنیا میں کم ہوئی ہیں۔ اصل اور حقیقی دنیا میں اسے ایک خلا پیدا ہوا ہے جو روز بروز بڑھتا ہی جارہا ہے۔ ایک بچہ بظاہر ماں باپ کی نگاہوں کے سامنے بیٹھا ہوا ہیں لیکن اپنے موبائل یا پرسنل کمپیوٹر کی مدد سے وہ کہیں اور پہنچ چکا ہوتا ہے۔ گویا اس

۱- میڈیا کے مثبت اور منفی اثرات، عائشہ صدیقہ، روزنامہ بشارت، جمعرات, ۲۰ جولائی، ۲۰۱۷

کے وجود کو کمپیوٹر یاموبائل نے جذب کر کے کسی دوسری دنیامیں روانہ کر دیاہے۔اس معاملے میں والدین کی نگرانی اور ناظروں کی نظارت میں ایک اور پیچیدگی سامنے آجاتی ہے۔وہ یہ کہ اگر اصل دنیامیں ایک بچہ آوارہ گردی اور بدچلنی کا مظاہرہ کرے تو اس کو سماج کی آنکھ ہر گز نظر انداز نہیں کر سکتی ہے اور نہ ہی والدین اس کی غلط روی سے زیادہ دیر تک ناواقف رہ سکتے ہیں۔مگر انٹرنیٹ کی دنیامیں آوارہ گردی بغیر کسی کھٹک کے ہوتی ہے۔یہاں نظارت و نگرانی کا کوئی اہتمام ہی نہیں۔آپ کچھ بھی دیکھ سکتے ہیں۔کچھ بھی دکھا سکتے ہیں۔کسی کے ساتھ بھی میل جول بڑھا سکتے ہیں۔کسی بھی ان دیکھے شخص کے ساتھ رشتہ استوار کرسکتے ہیں۔اس خوف کے بغیر کہ کوئی دیکھ رہاہے۔

نفسانی خواہشات کی پیروی اور نفسیاتی بیماریوں کا فروغ:

انٹرنیٹ کا بہت زیادہ استعمال مختلف نفسیاتی بیماریوں کا پیش خیمہ ثابت ہوا، نئی نسل نفسانی خواہشات کی آندھی پیروی اور جائزوناجائز کے حدود سے بے خبر ہوتی جارہی ہیں۔

بعض افراد اپنے وقت کا ۴۰فیصد سے ۸۰فیصد حصہ انٹرنیٹ کی نذر کرتے ہیں۔اور کبھی یہ دورانیہ ۲۰ گھنٹوں پر محیط ہوتاہے۔انٹرنیٹ نے نشہ کی صورت اختیار کی ہے۔الکوحل ،اور ڈرگس کے بعد انٹرنیٹ کی لت تیسرے درجے پر آتی ہے۔لت کسی بھی چیز ہی ہو ہر گز اچھی نہیں ہوتی ہے۔دیکھا جائے تو اس لت کا دنیا میں ہزاروں افراد شکار ہیں۔[1]

کھلے عام بے حیائی کا فروغ:

انٹرنیٹ کے ذریعے اسلام مخالف طاقتیں ہماری تہذیب وثقافت کو ختم کرنے کی کوشش میں لگے ہیں،جس کو دوسرے لفظوں میں یہود کا ذرائع ابلاغ کہا جاسکتاہے۔اسرائیل نے انٹرنیٹ کے ذریعے فحاشی کو پھیلا کر اسلام اور مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

لندن اسکول آف اکنامکس کی ایک رپورٹ کے مطابق یورپ میں تقریباً۵۷فیصد بچے انٹرنیٹ پر بلا جھجک فحاشی وعریانیت پر مشتمل مواد دیکھتے رہتے ہیں اور ان کے والدین ان کی حیاسوز حرکت سے ناواقف ہوتے ہیں۔[2]

۱-انٹرنیٹ کا غلط استعمال اور مضر اثرات،طحہٰ عالم صدیقی،روزنامہ دنیاپاکستان،ایڈیٹر ان جیف،اجمل شاہ دین،جمعۃ المبارک،۲۲ ستمبر۲۰۱۷

۲-انٹرنیٹ کا غلط استعمال معاشرے کے لئے ایک کینسر،بہاؤالدین قادری،https://daleel.pk/2017/10/13

صحت و آرٹ کے نام پر عریانی کی اشاعت ہو رہی ہے۔ٹیلی وژن، وی سی آر اور مختلف ذرائع ابلاغ کے ذریعے عورت کی عزت کو خراب کیا جارہا ہے۔[1]

آنے والی نسلوں کو فحاشی اور تباہی سے بچانا مشکل نہیں ناممکن ہو تا جارہا ہے، اس بڑھتی ہوئی فحاشی بڑھتے ہوئے مسائل اور بڑھتے ہوئے واقعات کی جب تہہ تک پہنچا جاتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ یہ سب انٹرنیٹ، موبائل اور دیگر سوشل میڈیا کے ذرائع کے سبب ہو رہا ہے۔

وقت کا ضیاع اور ایمان وحیا پر اثر:

اکثر لوگوں کا زیادہ تر وقت فضول قسم کے میسج کرنے، لمبے لمبے فون کرنے، انٹرنیٹ پر فیس بک، ٹویٹر، حرب الاخلاق ویب سائٹس وزٹ کرنے یا وڈیو گیمز اور فلمیں، فحش لٹریچر دیکھنے، گانے سننے میں ضائع ہو رہا ہے۔ وقت کے اس ضیاع سے نہ صرف روحانی، اخلاقی، معاشرتی نقصانات جنم لے رہے ہیں بلکہ نئی نسل کئی طرح کی جسمانی بیماریوں کے ساتھ ملک و قوم کی تقدیر پر بھی اسی کی وجہ سے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔[2]

نیویارک پوسٹ کی حالیہ رپورٹ کے مطابق " چائلڈ پورن، فیس بک پر دوبارہ تیزی سے فروغ پارہا ہے۔ فیس بک کے ٹول استعمال کرتے ہوئے بی بی سی نے بچوں کی سو فحش تصاویر فیس بک انتظامیہ کو رپورٹ کیں، جس میں سے صرف ۱۸ ہٹادی گئیں۔ اسی طرح سوشل میڈیا کے ایک اور اہم پلیٹ فارم انسٹاگرام کا ذکر بھی ہے، جس کا استعمال پاکستان میں بھی تیزی سے فروغ پارہا ہے۔ اس وقت انسٹاگرام کے ۸۰۰ ملین یعنی ۸۰ کروڑ صارفین ہیں۔[3]

ٹائم میگزین میں کریگ گراس (بانی آئی پیرنٹ ٹی وی) کی تین سال قبل کی ایک رپورٹ کے مطابق انٹرنیٹ پر ۲۰ ملین یعنی دو کروڑ فحش سائٹس موجود ہیں۔ رپورٹ کے مطابق ٹمبلر اور اسنیپ چیٹ نے جس طرح سے نوجوان نسل کو پورن وگرافی کی لت میں مبتلا کیا ہے اُس کا کوئی توڑ نظر نہیں آرہا۔ پاکستان میں اگر ٹرینڈ دیکھیں تو یوٹیوب پر، فیس بک پر سب سے زیادہ مقبول اور وائرل تصاویر اور ویڈیوز بھی وہی ملیں گی جن میں فحاشی و عریانی کا عنصر ایسے انداز سے پیش کیا گیا ہو کہ جس میں سوشل میڈیا سماجی رابطوں کی آڑ میں جنسی بے راہ روی بلکہ بدترین جنسی دہشت گردی کا سامان بنا ہوا ہے۔[4]

۱۔ عورت قرآن و سنت اور تاریخ کے آئینے میں، پروفیسر ڈاکٹر عابدہ علی، پبلشرز، قرآن منزل، لاہور، س ن، ص:۸۷۹

۲۔ انٹرنیٹ موبائل اور کمپیوٹر کی تباہ کاریاں۔۔۔ لمحہ فکریہ، عین الحیاترمذی، روزنامہ نوائے وقت، ۳۱مارچ ۲۰۱۷

۳۔ سوشل میڈیا اور ابلاغ فحش کی لامحدود سرحدیں، سلمان علی، جسارت سنڈے میگزین، ۴ فروری ۲۰۱۸

۴۔ سوشل میڈیا اور ابلاغ فحش کی لامحدود سرحدیں، سلمان علی، جسارت سنڈے میگزین، ۴ فروری ۲۰۱۸

ڈش، کیبل اور انٹرنیٹ یہ وہ آلات ہیں جن کے ذریعے فحش فلمیں، غیر اخلاقی گانے، عریاں تصاویر مسلم معاشرے میں دکھائی جاتی ہیں۔ اس قسم کی تمام ایجادات کو مسلم معاشرے میں جنسی بے راہ روی اور شہوانی خواہشات کو پھیلانے کا بہترین ذریعہ سمجھ سکتے ہیں۔ موبائل اور انٹرنیٹ کلچر اس وقت ضرورت سے زیادہ فتنہ بن چکا ہے۔

بے حیائی کے فروغ میں ٹی وی کا بہت بڑا کردار ہے۔ جیسے جیسے چینلوں کی تعداد میں اضافہ ہوا بے حیائی بڑھتی گئی، اس وقت چند اسلامی چینلوں کے سواہر ٹی وی چینل پر عریانی اور فحاشی کو ہی فروغ دیا جارہاہے -مغرب کی اندھی تقلید اور مردوخواتین باہم ورزش اور یوگا ورزش بھی دیکھائی جارہی ہے، بے حیائی کا شرمناک مظاہرہ مارننگ شو میں کیا جارہاہے۔ شوز ہو یامارننگ شوز اور ڈرامے بے حیائی عروج پر ہے۔ ٹی وی پر کھانا پکانے، میک اپ، فیشن شوز، ڈراموں کے نام پر فحاشی بے حیائی کا یہ زہر قطرہ قطرہ کرکے ہمارے معاشرے کے دل ودماغ میں اتارا جارہاہے- اس عادت بد کی وجہ سے رفتہ رفتہ عورت سے شرم وحیا ختم ہورہی ہے جو کہ بنیادی ذمہ دار ہوتی ہے کسی بھی خاندان و نسل کی اخلاقی باحیاتربیت کرنے کی، لہذا شرم وحیا جاتے رہنا نہ صرف عورت کے دین کے لیے نقصان دہ ہے بلکہ اس فطرت کے خلاف بغاوت ہے جس پر اس سے خالقِ کائنات نے پیدا کیا ہے۔[1]

جدید ذرائع ابلاغ کے جتنے بھی ذرائع وسائل ہیں ان کے مثبت پہلوؤں کا اگر جائزہ لیا بھی جائے تو زیادہ سے زیادہ بیس فیصد فائدہ ہوگا جبکہ اس کے برعکس عصر حاضر میں بڑتی ہوئی بے حیائی اور اخلاقی بے راہ راوئی کا ستر فیصد دارومدار ان جدید ذرائع، انٹرنیٹ، موبائل کلچر و سوشل میڈیا وغیرہ ہی کو قرار دیا جاتا ہے جس کی پہنچ سے صرف ایک کلک پر انسان اپنے سالوں اور زندگی بھر کی حیااور ایمانی قوت کھو بیٹھتاہے اور احساس وادراک بھی نہیں رکھتا۔

۱-لباس وحجاب کی کتاب، حافظ عمران ایوب، فقہ الحدیث پبلی کیشنز، لاہور، نومبر ۲۰۱۱ء، ص:۱۳۷

فصل دوم

بد نظری اور حیا پر اس کے اثرات کا جائزہ

عصر حاضر میں بے حیائی کے بہت سے اسباب ہیں، جن کا تعلق کسی نا کسی صورت جدید ٹیکنالوجی کے غلط استعمال سے منسوب ہے، ان میں سے ایک بنیادی سبب بد نظری و نظر کی بے احتیاطی بھی ہے، نظر کی حفاظت میں کوتاہی بے حیائی کی بنیاد، فتنہ و گمراہی کا ذریعہ اور منکرات و معاصی کا سب سے بڑا محرک ہے۔

بد نظری کی حقیقت:

بد نظری کا حاصل یہ ہے کہ کسی غیر محرم پر نگاہ ڈالنا، بالخصوص جبکہ شہوت کے ساتھ نگاہ ڈالی جائے، یا لذت حاصل کرنے کے لیے نگاہ ڈالی جائے خواہ غیر محرم کی تصویر کیوں نہ ہو۔ اور ایسی چیز کو دیکھنا جس سے شریعت نے روکا ہو۔[۱]

بعض لوگ بد نظری میں مبتلا ہوتے ہیں یعنی غیر محرموں کی طرف بے باکانہ دیکھتے ہیں اور اس کی ذرا پروا نہیں کرتے بلکہ یہ ایسا مرض ہے کہ اس سے بہت کم لوگ پاک ہیں کیونکہ اکثر ان گناہوں سے لوگ بچتے ہیں جن کے ارتکاب میں رسوائی کا خیال ہو اور اس گناہ میں رسوائی نہیں ہوتی۔ اسلئے کہ اوّل تو دوسرے کو نظر کی خبر ہی کیونکر ہو سکتی ہے۔ دوسرے اگر نظر کی اطلاع ہو بھی جائے تو نیت کی کیا خبر۔ بعض لوگ اس سے بھی بچتے ہیں کیونکہ سمجھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس کے وقوع اور علم سے کسی کو بد گمانی پیدا ہو جائے۔ اس لئے اس بھی بچتے ہیں۔ لیکن ان کے قلب میں یہ مرص شہوت کا ہوتا ہے اور اس قلبی مرض کے باوجود یہ شخص اپنے کو پرہیز گار سمجھتا ہے۔[۲]

ہمیں اپنی حالت دیکھنی چاہیئے کہ ہمارے اندر اس معصیت سے بچنے کا کتنا اہتمام ہے۔ موجودہ دور میں اگر کوئی بدکاری سے تو محفوظ ہیں لیکن جدید ٹیکنالوجی کے بدولت بہت کم لوگ ہے جو سکرین کی بد نظری سے محفوظ ہو۔

بد نظری کی ممانعت:

قرآن مجید میں بہت صراحت کے ساتھ مسلمانوں کو غضِ بصر یعنی نگاہوں کو پست رکھنے کی تلقین کی گئی ہے، قرآن کریم کے عمومی خطاب کے برعکس اللہ تعالی نے اس بارے میں ایک جگہ ساتھ مخاطب کرنے کی بجائے مؤمن مرد و مؤمن عورت دونوں کو الگ الگ حکم دیا۔

چنانچہ سورہ نور میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱-اصلاحی خطبات، مفتی تقی عثمانی، میمن اسلامک پبلشرز، کراچی، سن ن، ص:۵

۲-بد نگاہی کا وبال اور اس کا علاج، مولانا اشرف علی تھانوی، ادارہ اسلامیات، ممبئی، ۱۴۳۰ھ، ص:۲۴

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴾[1]

"مؤمن مردوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھا کریں اور عصمت کی حفاظت کا اہتمام کریں، کیونکہ یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے باخبر ہے-"

دوسری جگہ ساتھ ہی ارشاد ہے:

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ﴾[2]

"اور مسلمان خواتین سے کہہ دیں کہ اپنی نظریں جھکا کر رکھے اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کا اہتمام کریں"

چنانچہ مذکورہ آیات کے تحت نامحرم کو دیکھنا، چھونا، ملاقات کرنا وغیرہ یہ سب حرام و ناجائز اور زنا کے اسباب میں سے ہے-[3]

دین اسلام نے معاشرے میں پاکیزگی اور جنسی نظم وضبط پیدا کرنے کے لئے مکمل تعلیمات دی ہیں چونکہ بے حیائی اور فحاشی کی ابتدا بری نظر سے ہوتی ہے، اس لیے اسلام میں نظر کا پردہ ہے- مادہ پرستی کے اس دور میں موجودہ معاشرے میں نظر کی حفاظت بہت مشکل ہے کیونکہ تعلیم، ملازمت بازاروں اور میڈیا، ٹیلی وژن اور انٹرنیٹ سے بھرپور دنیا کڑی آزمائش میں مبتلا کر دیتی ہے، جس میں اگر انسان نظر نیچی رکھنے کی عادت ڈال لیں تو برائی ،بدکاری اور بے حیائی سے بچ سکتا ہے-[4]

بد نگاہی کرنے والوں کو خبردار کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ﴾[5]

"اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت سے بھی باخبر ہے اور سینوں میں چھپے بھیدوں کو بھی جانتا ہے-"

۱-سورہ النور:۲۴/۳۰

۲-سورہ النور:۲۴/۳۱

۳-بد نظری ایک سنگین اور خطرناک گناہ، حضرت مولانا مفتی محمد سلمان زاہد 'علم الدین پبلی کیشنز، لاہور، س ن، ص:۴

۴-اللہ کے احکام، محمد شریف اشرف، الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب لاہور، مئی ۲۰۰۰، ص:۲۱۰

۵-سورہ غافر:۴۰/۱۹

یعنی جو لوگ نظروں کی حفاظت نہیں کرتے ہیں خواہ وہ اپنے اس گناہ کو مخلوق سے چھپا کر بھی کریں تو بھی اللہ تعالیٰ کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے اس لیے انہیں چاہیئے کہ کسی بھی حرام فعل کا مرتکب ہوتے وقت اگر اور کوئی بھی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی پاک ذات سے شرم وحیا کرے اور اپنی نظروں کی حفاظت کا اہتمام کرے۔

بد نظری کو آنکھ کی زنا کہا گیا ہے اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کے نبی پاک ﷺ سے حدیثِ مبارکہ میں روایت ہے:

((إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَاأَدْرَكَ ذَلِكَ لاَمَحَالَةَ فَزِنَا العَيْنِ النَّظَرُ وَ زِنَا اللِّسَانِ المَنْطِقُ وَالنَّفْسُ تَمَنَّى وَتَشْتَهِي وَالفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ كُلَّهُ وَيُكَذِّبُهُ))[1]

"اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے ہر کسی کے واسطے زنا سے حصّہ مقرر ہے جو ضرور ہونے والا ہے تو زنا آنکھوں کا دیکھنا ہے)اجنبی عورت کو شہوت سے (اور زنا زبان کا باتیں کرنا ہے)اجنبی عورت سے شہوت کے ساتھ (اور زنا نفس کا خواہش کرنا ہے اور فرج ان کو سچا کرتی ہے یا جھوٹا۔"

لہٰذا اس حدیث سے بھی واضح ہو جاتا ہے کہ نگاہوں سے ناجائز دیکھنے کو آنکھ کے زنا قرار دیا گیا ہے، بد نظری اور نظر کی حفاظت نہ کرنا ہی دراصل زنا کی پہلی سیڑھی ہے۔

عصرِ حاضر میں بد نظری کے اسباب کا عام ہونا:

سوشل و الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ بد نظری کو فروغ مل رہا ہے، موجودہ دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ جنسی بے روی بڑھ رہی ہے۔ اور اس کا نقطہ آغاز بد نظری ہے۔ جب سوشل اور الیکٹرانک میڈیا پر فحش لٹریچر کی ترویج و اشاعت بر سر عام ہوتی ہے تو لا محالہ اس کے اثرات معاشرے پر بھی نظر آتے ہیں اور اسی وجہ سے ہمارے معاشروں میں روز بروز جنسی طور پر ہراساں کیے جانے اور زیادتی کے بعد قتل کی وارداتیں بڑھتی جا رہی ہیں۔

بد نظری کے اسباب میں ایسے تمام عریاں تصاویر، اشتہارات، اخبارات اور فلموں اور ٹی وی و میڈیا پر دیکھی جانے والی رقص اور بے ہودہ مواد ہے جو بد نظری اور بے حیائی کا موجب ہیں۔[2]

اسی طرح ہر شہر کے بڑے بڑے چوراہوں، گزر گاہوں وغیرہ پر کوئی نہ کوئی سائن بورڈ نصب ہوتا ہے جن پر عورتوں کے بڑے بڑے فحش مجسمے اور تصاویر نصب ہوتی ہیں، جس کا اثر بد نظری اور شہوانی جذبات کی صورت

۱- صحیح مسلم، کتاب القدر، باب قدر علی ابن آدم حظہ من الزنا، حدیث: ۶۵۶۰، ص: ۲/ ۳۳۶

۲- آفات نظر اور ان کا علاج، ارشاد الحق اثری، ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد، اپریل ۲۰۰۸، ص: ۶۵

میں آنکھ کے ذریعے انسانی دماغ اور اعمال کا حصہ بن رہے اور اس کے نتیجے میں بے حیائی اب ہر معاشرے کا حصہ بن رہی، حیا اور نظر کی حفاظت مشکل ہے-چنانچہ آج سڑکوں پر چلتے ہوئے ایک شریف اور دین دار انسان کے لئے بھی نگاہوں کو بچانا مشکل ہو گیا ہے۔[۱]

بد نظری اور بے حیائی کے اسباب میں سب سے محرک اور بدترین سبب فحش مواد کا دیکھنا ہے جو انٹرنیٹ پر آسانی سے مختلف ویب سائٹس اور فلموں کی صورت میں دستیاب چونکہ بد نظری کرنے والے کے اعضاء و جوارح اور حواسِ خمسہ متحرک ہو جاتے ہے اور بد نظری کے سبب قلب عجیب وسواس و کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہے لہذا بد نظری کرنے والے کا قلب اور قالب دونوں کشمکش میں مبتلا ہو کر کمزور ہو جاتے ہیں-اس لیے بد نظری کو بد فعلی کی پہلی سیڑھی قرار دیا جاتا ہے جس کی آخری منزل بد فعلی و زنا ہے۔[۲]

پوری دنیامیں فحش موادد یکھنے میں جو دس ممالک سر فہرست ہیں ، ان میں سے پہلے چھ ممالک اسلامی ہیں۔ پاکستان کے بعد مصر کا نام آتا ہے۔ مصر کے بعد ایران، مراکش، سعودی عربیہ اور ترکی کا نمبر آتا ہے-[۳]

فحش فلموں کے لئے ایک جدید قسم کی ٹیکنالوجی کا استعمال شروع ہو گیا ہے، یہ ٹیکنالوجی "ورچوئل رئیلٹی" ہے، جس کی مدد سے صارفین فلم کے مناظر کو یوں دیکھیں گے گویا یہ سب کچھ ان کے اردگرد حقیقی طور پر ہو رہا ہو، جبکہ وہ خود کو بھی اس کا حصہ بنا سکیں گے۔[۴]

ایک تازہ برطانوی سروے رپورٹ میں نوجوانوں کے آن لائن مشاغل اور سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کی گئی ہے اور آن لائن فحاشی کے منفی اثرات کا جائزہ لیا گیا۔

"انسٹیٹیوٹ آف پبلک پالیسی ریسرچ" کی جائزہ رپورٹ کے مطابق، برطانیہ میں ۱۱ برس سے کم عمر بچے باقاعدگی سے آن لائن فحش مواد سے کسی نا کسی صورت میں سامنا کرتے ہیں جبکہ ۱۴ برس کی عمر تک ۵۴ فیصد بچے ویب پر فحش اور عریاں ویڈیوز دیکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ 80 فیصد نوجوانوں نے بتایا کہ آن لائن فحش مواد تک رسائی حاصل کرنا کوئی مشکل بات نہیں ہے کیونکہ وہ خود اسکول کے دنوں میں ہی ویب کی تاریک دنیا سے واقف ہو چکے تھے۔[۵]

۱-پردہ اور حقوقِ زوجین، محمد کمال الدین، المیزان ناشران و تاجرانِ کتب لاہور، سن ن، ص:۱۲۸

۲-بد نظری کے چودہ نقصانات، مولانا شاہ حکیم محمد اختر، کتب خانہ مظہری، کراچی، سن ن، ص:۱۳۰

۳- فحش مواد کا نشہ، طیبہ ضیاء، روزنامہ نوائے وقت، ۱۳ دسمبر ۲۰۱۷

۴- نئی قسم کی فحش فلمیں، لاس اینجلس (نیوز ڈیسک)، روزنامہ پاکستان، ۱۰ نومبر ۲۰۱۷

۵- آن لائن پورن گرافی نوجوانوں کے روزمرہ معمولات کا حصہ: رپورٹ، وائس آف امریکہ، ۲۴ اگست ۲۰۱۴،

حالیہ عرصے میں کئی سروے رپورٹس میں بتایا گیا ہے کہ دنیا میں فحش فلمیں دیکھنے کا رجحان بہت زیادہ بڑھ چکا ہے۔ اس قبیح لت کے جہاں کئی اور نقصانات ہیں وہیں اب ماہرین نے ایک ایسے نقصان کا انکشاف کر دیا ہے ماہرین کی ٹیم کے سربراہ ڈاکٹر اینڈریو کا کہنا تھا کہ "اس وقت انٹرنیٹ پر فحش مواد کے عادی لوگوں میں اکثریت کی عمریں ۱۳ سے ۲۵ سال کے درمیان تھیں۔[1]

لہٰذا نئی نسل کو بے راہ روی سے بچانے کی خاطر فحش مواد دیکھنے کے مختلف ذرائع کا خاتمہ بہت ضروری ہے، جن میں سے موبائل فون، انٹرنیٹ، سی ڈیز، فلیش ڈرائیوز، ڈش ٹی ویز وغیرہ شامل ہیں۔ سی ڈیز سنٹر اور موبائل سنٹروں کے خلاف سخت قانونی کارروائی ہونی چاہئے، جو اس قسم کے مواد کو پھیلانے کے بڑے ذرائع ہیں۔ کمپیوٹر، انٹرنیٹ وغیرہ کے جائز استعمال کی شریعت میں کوئی ممانعت نہیں ہے لیکن ان میں فحش و عریاں تصویریں دیکھنے، گانا سننے، فلمیں دیکھنے اور ڈرامہ وغیرہ سے دل بہلانے کی اجازت ہرگز نہیں ہے کیونکہ تصاویر اور گانا وغیرہ فواحشات میں داخل ہیں اور فواحشات پر انتہائی سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں اس لیے ہر مسلمان کو اعتدال کے اندر رہتے ہوئے پرہیز گاری کی زندگی بسر کرنی چاہیے۔ ہمیں اللہ رب العزت کی عطا کردہ تمام نعمتوں کو درست، معقول، اور انتہائی جائز مقاصد کیلئے استعمال کرنا چاہیے وگرنہ یہ اشیاء، یہ نعمتیں عطا کرنے والا اپنی نعمتوں کے غلط استعمال پر انہیں واپس بھی لے سکتا ہے اور بیشک وہ اس پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سے ہمیں (بنی نوع انسان) کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ﴾ [2]

"اور اگر ہم چاہیں تو اس جگہ (جہاں لوگ کوئی برائی کرنے میں مشغول ہوں یا جس وقت کوئی برا کام کر رہے ہوں) تو ان کی آنکھیں مٹا دیں وہ راستے پر جب دوڑنا چاہے گے تو بھلا پھر کیسے دیکھ پائے گے۔"

اس کے بعد پھر فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ﴾ [3]

۱- جو نوجوان انٹرنیٹ پر فحش فلمیں دیکھتے ہیں، لندن (مانیٹرنگ ڈیسک)، روزنامہ پاکستان، ۱۹ اگست ۲۰۱۷

۲- سورہ یٰسین: ۳۶/۶۶

۳- سورہ یٰسین: ۳۶/۶۷

"اگر ہم چاہیں تو وہی پر (جہاں وہ کوئی برائی یا خلاف شرع کام کر رہے ہوں) ان لوگوں کو مسخ کر کے بدل دیں تو اس قابل نہیں رہے گے کہ آگے یا پیچھے پلٹ سکیں۔"

انسان کی نگاہ جب قابو میں نہ رہے تو پھر یہ اکثر فواحش اور اس سے آگے بڑھ کر بڑے گناہ تک لے جانے کا سبب بنتی ہے پھر جب وہ بار بار دیکھتا ہے تو کالے دھبوں سے اُس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد گناہ کا احساس اُس کے دل سے نکل جاتا ہے۔ اس کی نگاہ مسلسل زناکاری کرتی رہتی ہے۔[1]

جب آنکھ دیکھتی ہے اور کان سنتے ہیں تبھی دل میں کچھ کرنے کی حرکت پیدا ہوتی ہے، اس بارے میں خبر دار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾ [2]

بے شک کان اور آنکھ اور دل سب سے متعلق باز پرس (پوچھ گچھ) کی جائے گی (کہ تو نے ان سے کیا کیا کام لیا اور ان کو کن کن مقاصد کیلئے استعمال کیا۔"

بلکہ اس کے بارے میں اور بھی زیادہ وضاحت سے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ آنکھ کل روز قیامت بندے کے خلاف خود گواہی دیں گی، فرمان الٰہی ہے:

﴿حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [3]

"حتیٰ کہ جب وہ پہنچ جائے ان کے پاس تو ان کے کان اور آنکھیں اور ان کی جلد ان کے بارے میں گواہی دیں گے جو اعمال وہ کرتے تھے۔"

بے حیائی وبے پردگی کے اس پر فتن دور میں بد نگاہی جس قدر پھیل رہی ہے وہ اصحاب فکر و نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔ معاشرے کی اس قبیح حرکت اور بدترین عادت نے پوری قوم کا اخلاق لحاظ سے کمزور کر کے رکھ دیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں اغوا، گینگ ریپ (زنا بالجبر) اور ظلم و زیادتی کے واقعات وقوع پذیر ہو رہے ہے۔ اس پر فتن دور

۱۔ کتاب وسنت کے حوالے سے مسائل کا حل، مفتی نذیر احمد قاسمی، دارالافتاء دارالعلوم رحیمیہ، بانڈی پورہ، ۸ دسمبر ۲۰۱۷

۲۔ سورہ بنی الاسرائیل: ۳۶/۱۷

۳۔ سورہ فصلت: ۲۰/۴۱

میں ہر مسلمان مرو عورت کو چاہیے کہ خصوصی طور پر نظر کی حفاظت کا اہتمام کریں تا کہ ایمان کی حلاوت اور قلب کا نور نصیب ہو۔[1]

غضِ بصر کے بارے میں قران وسنت کی تعلیمات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے، ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: "يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ، فَإِنَّ لَكَ الْأُولَى وَلَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ".)) [2]

آپ نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا: علی! اجنبی عورت پر نگاہ پڑنے کے بعد دوبارہ نگاہ نہ ڈالو کیونکہ پہلی نظر تو تمہارے لیے جائز ہے، دوسری جائز نہیں۔"

چونکہ پہلی نظر بغیر قصد و اختیار کے پڑی ہے اس لئے اس پر کوئی گناہ نہیں، اور دوسری نظر چونکہ قصداً ہو گی اس لئے اس پر گناہ ہو گا۔ لہٰذا اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے ہستی اور صحابہ کرام کو غضِ بصر کی تلقین کی تو آج کے مسلمان کیسے اس حکم سے خود کو آزاد سمجھ سکتے ہیں۔ کیونکہ آج کل کا دور تو بلا شک و شبہ پر فتن دور ہے جس سے بڑے بڑے فقہاء و علماء اور متقین اسلاف پناہ مانگتے تھے، عصرِ حاضر میں ہر متقی انسان کے لئے شکوک و شبہات سے اجتناب ناگریز ہے کیونکہ ہر طرف بے حیائی اور بے پردگی کا ماحول ہے، چنانچہ ایسے میں غضِ بصر اور نگاہ کی حفاظت کا احساس ہی واحد راستہ ہے جس کے ذریعے ایمانی قوت اور بقاء کا اہتمام کیا جا سکتا ہے۔

۱- بد نظری اور عشق مجازی کی تباہ کاریاں اور اس کا علاج، مولانا شاہ حکیم محمد اختر، کتب خانہ مظہری، کراچی، سن م، ص:۱۱

۲- سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب من غضِ بصر، حدیث:۲۱۴۹، ص:۱/۳۲۷

فصل سوم

فیشن اور جدت لباسی کے حیا پر اثرات

لباس کی اسلامی اہمیت اور شرعی حدود و مقاصد:

لباس انسانی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ انسان اور لباس کا تعلق زمانہ قدیم سے ہے۔ لباس کا بنیادی و شرعی مقصد ستر پوشی ہے جس کا ثبوت قرآن کریم میں یوں آتی ہے:

﴿يَا بَنِي اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴾[1]

"اے اولادِ آدم بے شک ہم نے نازل کیا تم پر پوشاک (لباس) تاکہ اس سے اپنی قابل ستر اعضاء کو چھپا کر رکھ سکو اور واسطے زینت کے، اور سب سے بہتر لباس تقوی کا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ شاید وہ (انسان) نصیحت حاصل کر سکیں۔"

شرعاً لباس اُسے کہتے ہیں جو انسان کے ستر کے اعضاء کو اچھی طرح چھپادے۔ستر ایک شرعی اصطلاح ہے جس سے مراد بدن کے ان اعضا کو دوسروں کی نظروں سے چھپانا ہے، جنہیں ننگا رکھنا حیا کے منافی ہے۔ستر چھپانے میں حدود کے بارے میں آپ ﷺ سے حدیثِ پاک میں تفصیل یوں منقول ہے:

((عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ : قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَوْرَاتُنَامَانَأْتِي مِنْهَاوَمَا نَذَرُ؟قَالَ«احْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّامِنْ زَوْجَتِكَ أَوْمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ» قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِذَا كَانَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ؟ قَالَ:إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَرَيَنَّهَا أَحَدٌ فَلَا يَرَيَنَّهَا، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا كَانَ أَحَدُنَا خَالِيًا؟ قَالَ:اللَّهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَا مِنْهُ مِنَ النَّاسِ))[2]

"حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کیا کہ میں نے پوچھا، اپنا ستر کس سے چھپائیں اور کس سے نہ چھپائیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سوائے اپنی بیوی اور لونڈی کے سب سے چھپا کے رکھو۔ میں نے عرض کیا جب لوگ آپس میں بیٹھے اور ایک ساتھ موجود ہوں؟ تو فرمایا: اگر ہو سکے کہ تمہارے ستر کو کوئی نہ دیکھے تو ضرور ایسا ہی کرو۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول ﷺ! اگر کوئی اکیلا ہو یعنی تنہائی میں؟ ارشاد فریا: اللہ تعالیٰ مخلوق سے زیادہ اس بات کا حق دار ہے کہ اللہ تعالیٰ سے شرم وحیا کی جائے۔"

۱-سورہ فصلت:۴۰/۲۶

۲-سنن ابی داوٗد، کتاب الحمام، باب فی التعری، حدیث:۴۰۱۷، ص:۲/۲۰۱

دوسری جگہ ستر کے بارے میں ارشادِ رسول ﷺ ہے:

((لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عُورَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى عُورَةِ الْمَرْأَةِ)) [1]

کہ نہ تو کوئی مرد کسی مرد کے ستر کو دیکھے اور نہ ہی کوئی عورت کسی عورت کے ستر کو دیکھے ۔"

لہٰذا لباس کے ذریعے انسان کا بنیادی مقصد ستر کا چھپانا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لباس کا جو دوسرا مقصد زیب وزینت بتایا ہے۔ انسان کی فطرت میں یہ چیز رکھی گئی ہے کہ وہ خوب صورت بننا اور خوب صورت لگنا نیز خوب صورت چیزوں کو پسند کرتا ہے۔

لباس کا شمار اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں میں سے ہوتا ہے جن کا اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں نام لے ذکر کیا ،ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَه عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ﴾ [2]

"اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کرتے (لباس) بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں اور زرہیں تمہیں لڑائی میں بچاتی ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ پورا کرتا ہے اپنا احسان تم پر تاکہ تم اس کے فرمابردار بن جاؤ۔"

یہاں پر لباس وکرتوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص نعمتوں میں شمار کر کے اس کے فوائد بتا کر اپنے احسان کو بیان فرمایا جس سے لباس کی اہمیت بطورِ نعمت واحسانِ باری تعالیٰ ہونا بیان فرمایا۔

لباس چونکہ انسان کے جسم کے قریب تر ہوتا ہے اس لئے لباس انسان کو سردی وگرمی سے دفاع کرتا ہے اور انسان کی عزت وزینت کی علامت بھی ہے،انسان کے ظاہری عیوب کو چھپاتا ہے اور ستر کی حفاظت کرتا ہے لہٰذا لباس کے متعلق ان آیات میں مندرجہ ذیل باتیں بتائی گئی ہیں:

۱- لباس وہ نعمت ہے جو بارگاہِ ربانی سے خصوصی طور پر اولادِ آدم کے لیے نازل ہوا، چنانچہ دنیا کی کسی اور مخلوق کو لباس کا مکلف نہیں ٹھہرایا گیا۔

۲- لباس جیسی اہم، قیمتی اور خصوصی نعمت کا مقصد انسانی بدن کے ان حصوں کو ڈھانپنا ہے جن کو ننگے رکھنا باعثِ ننگ وعار ہے۔

۱- سنن ابی داؤد، کتاب الحمام، باب فی التعری، حدیث:۴۰۱۸، ص ۲/ ۲۰۲

۲- سورہ النحل:۱۶/ ۸۱

۳- لباس کا مقصد جسم کو خوب صورتی عطا کرنا ہے، انسان ننگے بدن ہو تو وہ بدصورت لگتا ہے۔ لباس جتنا خوب صورت ہو گا انسان اتنا ہی زیادہ خوب صورت نظر آئے گا۔

۴- تقویٰ کا لباس ہی بہتر قرار دیا اور تقوی سے مراد ہے کہ اللہ کے خوف سے منع کردہ امور کو چھوڑ دینا اور جو ہدایات اس نے دی ہیں انہیں اختیار کرنا۔ یہاں یہ واضح کیا گیا ہے کہ لباس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو ہدایات دی ہیں وہی لباس پہننا تقویٰ کا تقاضا ہے۔

۵- لباس اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ہے اور ربانی ہدایات کے مطابق لباس پہننا نصیحت کے حصول کا مظہر ہے۔

لباس کی اقسام اور اُن کے احکام

لباس کی ابتداءً دو قسمیں ہیں: (۱) ظاہری (۲) معنوی

ظاہری لِباس: وہ لِباس جس کے ذریعہ "تَن" کو ڈھانپا جائے اور اِس لِباس کے قرآن کریم نے دو اوصاف بیان کیے ہیں: ایک مکمل ستر پوشی اور دوسرا وصف راحت و زینت۔

معنوی لِباس: وہ لِباس جس کے ذریعہ انسان اپنے "مَن" کی گندگیوں کو ڈھانپ لے۔ اور اِس لِباس کو قرآن کریم نے "لِباسِ تقویٰ" کہا ہے، اور یہی لِباس سب سے افضل ہے۔

پھر حکم کے اعتبار سے ظاہری لِباس کی پانچ قسمیں ہیں:

فرض: وہ لِباس جس سے ستر پوشی اور سردی گرمی کے بچاؤ کا فائدہ حاصل ہو۔

مستحب: یعنی ستر کے اعضاء کو چھپانے کے بعد وہ زائد وہ کپڑے جس کے ذریعہ تجمّل اور زینت حاصل کی جائے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہو۔ اِس کے علاوہ جمعہ، عیدَین اور لوگوں کے مجمع میں جانے کے لئے بھی زینت کے کپڑے پہننا مستحب ہے، بشرطیکہ فخر و تکبّر کی غرض سے نہ ہو۔ مکروہ: وہ کپڑا جسے پہن کر تکبّر اور غرور کے پیدا ہونے کا ڈر ہو اور اس طرح کا لباس بھی مکروہ ہے کہ کوئی غنی صاحبِ حیثیت آدمی پھٹے پرانے کپڑے پہنے۔[1]

حرام: وہ کپڑا جسے تکبّر اور غرور کی نیت سے پہنا جائے۔ اِسی طرح اس میں مَردوں کے لئے ریشم کا کپڑا پہننا بھی داخل ہے۔

مُباح: مذکورہ بالا صورتوں کے علاوہ لِباس کی دوسری صورتیں جائز اور مباح ہیں۔[2]

۱-- لباس کے اسلامی آداب و مسائل، مولانا مفتی محمد سلمان زاہد، علم الدین پبلی کیشنز، لاہور، سن ن، ص ۱۸

۲-- لباس کے اسلامی آداب و مسائل، ص: ۱۹

لباس کے مقاصد

چنانچہ لباس کے مخصوص مقاصد ہے جو کچھ اس طرح سے بیان کئے جاتے ہیں:

۱۔لباس کا مقصد ستر پوشی (جسم ڈھانپنے) اور قابل ستر جگہوں کا ڈھانپنا ہے۔

۲۔لباس انسان کی عزت وزینت کا باعث ہے۔

۳۔لباس جسمانی عیوب اور شرم گاہیں چھپاتا ہے۔

۴۔عبادات کے وقت لباس کے ذریعے اپنے آپ کو آراستہ کرنا چاہیے۔

۵۔لباس جسم کو موسمی اثرات سے محفوظ رکھتا ہے۔

۶۔لباس میں بے جا اسراف اور حد سے نکل جانے کی ممانعت ہے۔

۷۔سب سے بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔[1]

لباس میں جدت وفیشن، اسلامی نقطہ نظر اور حیا پر اثرات

فیشن کسی نہ کسی صورت ہر خاص وعام فرد کی زندگی میں شامل رہتا ہے ہر طبقے کے افراد اپنے اپنے معیار اور حیثیت کے مطابق اسے اپناتے نظر آتے ہیں۔ فی زمانہ ہر چیز کے استعمال میں فیشن کا لفظ کثرت سے سننے میں آتا ہے۔ آج کل ہر چیز کا استعمال فیشن کے تقاضوں کے مطابق کیا جاتا ہے اور یہ صرف لباس، میک اپ، زیورات اور ہیئر اسٹائل تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ فرنیچر، گھر کی آرائش اور کمروں میں کلر اسکیم وغیرہ یہ سب باتیں فیشن کے مطابق کی جاتی ہیں۔ الیکٹرونک میڈیا ہو یا پرنٹ میڈیا ہر جگہ فیشن کی اہمیت دیکھی جا سکتی ہے۔ انسان اپنی فطرت کے مطابق زندگی میں نت نئے رنگ ڈھونڈتا ہے۔ ایک ہی جیسی چیز اُسے یکسانیت میں مبتلا کر دیتی ہے۔ فیشن یا تبدیلی اس کی زندگی میں نئی رنگینیاں اور رعنائیاں پیدا کر کے یکسانیت سے نجات دلاتی ہے۔

بیسویں صدی میں ۶۰، ۷۰، ۸۰، ۹۰ کی دہائیوں کے بعد ہم اکیسویں صدی میں قدم رکھ چکے ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو آج بھی فیشن ہر روپ میں اپنی مجموعی شکل برقرار رکھے ہمارے سامنے ہے۔ الیکٹرونک میڈیا کی بدولت اب ہر ملک کی ثقافت، تہذیب اور ان کا موجودہ میں فیشن عام کرنے میں فلموں کا کردار بہت اہم رہا ہے۔ ۶۰ کی دائی میں فیشن بہت زیادہ عام نہیں تھا مگر ۷۰ کی دہائی میں فیشن اپنے عروج پر تھا۔ اس دہائی کو مکمل طور پر فیشن

۱۔لباس، ستر، حجاب اور زینت ونمائش، ڈاکٹر طارق ہمایوں شیخ، فہم قرآن انسٹی ٹیوٹ، جنوری ۲۰۱۰ء، ص:۱۴

کی دہائی قرار دیا جاسکتا ہے۔ ۷۰ کی دہائی میں نا صرف لباس بلکہ میک اپ اور ہیئر اسٹائلز نے بھی نہایت جدت اختیار کی۔[1]

اسلام نے حد شرعی و حد اعتدال میں رہتے ہوئے جائز و پاک چیزوں کے ذریعہ ہر قسم کی زیب زینت اور آرائش و زیبائش کی اجازت دی ہے-اسلام فطرت کش یعنی فطرت کو ختم کرنے والا نہیں بلکہ فطرت نواز ہے، جو فطری تقاضوں اور خواہشوں کو روک کر انسان پر زندگی کو تنگ نہیں کرتا بلکہ آرائش و فیشن اور زیب و زینت کے بارے میں تو اسلام میں عورت کو اجازت ہے کہ اخلاقی حدود میں رہ کر وہ ہر طرح کے فیشن اور بناؤ سنگار کرے راہِ اعتدال پر رہتے اور خوب صورت بنے ،اسی طرح مرد کو بھی اجازت ہے-آنحضرت ﷺ سے اس بارے میں اجازت کے ساتھ تلقین بھی موجود ہے کہ کس طرح انسان کو اپنے صفائی اور آرائش کا اہتمام کرنا چاہیئے۔[2]

اس بارے میں حدیثِ پاک میں بھی جواز اور حدود کے ساتھ اہتمام کا جواز منقول ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

(("قَالَ رَسُولَ اللهِ:" كُلُوا وَاشْرَبُوا، وَتَصَدَّقُوا وَالْبَسُوا مَا لَمْ يُخَالِطْهُ إِسْرَافٌ أَوْ مَخِيلَةٍ")) [3]

"کھاؤ پیو، صدقہ و خیرات کرو، اور پہنو ہر وہ لباس جس میں اسراف و تکبر)فضول خرچی اور گھمنڈ (کی ملاوٹ)نہ ہو"

اس کے ساتھ اپنے عمل سے بھی امت کو یہی تعلیم دی کہ کھانے پینے کی طرح لباس کے معاملے میں بھی شریعت میں وسعت ہے۔[4]

چنانچہ ہماری شریعت نے ہمیں ہار سنگھار سجنے سنورنے سے منع نہیں کیا۔ صرف اتنا حکم ہے کہ فیشن کیا جائے۔ مگر حد میں رہ کر کیا جائے۔ اپنی روایات اپنی شریعت، کتاب اللہ کے احکامات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کیا جائے۔ تاریخ گواہ ہے جب بھی کوئی چیز حد سے بڑھ جائے تو اس کا نتیجہ صرف نقصان کی صورت میں ہوا ہے، لہٰذہ فیشن کو حدود میں رہ کر کرنا نا صرف جائز ہے بلکہ احسن ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صورت اور جسم اور اپنے شخصیت کا خیال رکھے، حلال زیب وزینت سے متعلق فرمان باری تعالیٰ ہے:

۱-فیشن ہر دور کی ضرورت، نسرین شاہین ۵ مئی ۲۰۱۵، https://www.urdupoint.com/women/article/

۲-تحفتہ النساء مولانا محمد کمال الدین، المیزان ناشران و تاجرانِ کتب، لاہور، سن ۲۰۰۷، ص ۱۲۹

۳-سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب البس ماشئیت، حدیث: ۳۶۰۵، ص ۲/ ۲۴۶

۴-کیا اسلام میں فیشن ایبل کپڑے پہننے کی اجازت ہے ؟، نیوز ڈسک، روزنامہ پاکستان، ۲۷ اپریل ۲۰۱۶

﴿يَا بَنِي اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْن﴾ [1]

"اے اولادِ آدم لباس و زینت کا اہتمام کیا کرو ہر نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو مگر اسراف نہ کرو (حد سے نہ نکلو) کہ اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔"

اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں واضح ہے کی اسلام میں لباس کے ذریعے زیب وزینت بلکل جائز ہے مگر حدِ اعتدال میں رہتے ہوئے اور اسراف یعنی حد سے بڑھ جانے کو منع فرمایا۔

ایک صحابی کے بارے میں واقع منقول ہے کہ انہیں زیب و زینت اختیار کرنا پسند تھا اور خوش لباس تھے چنانچہ انہوں نے رسول پاک ﷺ سے اس بارے میں وضاحت پوچھی کہ کہی یہ سب تکبر کے زمرے میں تو نہیں آتا، لہٰذا فرمایا کہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ میرے کپڑے اچھے ہوں، میری چپل اچھی ہو تو کہی یہ عادت تکبر تو نہیں؟ اس پر ان کو جواب دیا:

((اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الجَمَالَ، وَلٰكِنَّ الكِبْرَ مَنْ بَطَرَ الحَقَّ وَغَمَصَ النَّاسَ)) [2]

"بے شک اللہ تعالیٰ خوبصورتی کو پسند کرتے ہیں (لہٰذا یہ کوئی تکبّر نہیں) متکبّر وہ شخص ہے جو حق کے سامنے اکڑے اور لوگوں کو ذلیل سمجھے۔"

زیب وزینت اختیار کرنا اور خوبصورت نظر آنا ہر انسان کی فطری خواہش ہے جس میں کوئی قباحت نہیں جب تک جائز حدود میں رہ کے اختیار کیا جائے، بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بھی ایسے لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو صفائی پسند ہو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کے قدردان ہو۔

زیب وزینت کے حد میں رہ کر اختیار کرنے کے جواز کے بارے میں بلکل صریح الفاظ میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِي اَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيَاتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ [3]

۱-سورہ الاعراف ۷: /۳۱

۲-سنن ترمذی، کتاب البر والصلۃ، حدیث نمبر: ۱۹۹۹، ص: ۲ /۱۲۷

۳-سورہ الاعراف ۷: /۳۲

"کہہ دیں بھلا کون ہے جو حرام کرتا اللہ تعالیٰ کی اس زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کی ہے اور کون کھانے کی ستھری چیزوں کو حرام کرتا ہے، کہہ دو دنیا کی زندگی میں یہ نعمتیں اصل میں ایمان والوں کے لیے ہیں قیامت کے دن خالص انہیں کے لیے ہو جائیں گی، اسی طرح ہم آیتیں مفصل بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں۔"

زیب وزینت اور جائز فیشن انسان کی شخصیت میں وقار اور نفاست کا ذریعہ ہے اور ہر دور کی ضرورت ہے اس لیے اسلام میں اس طرح کی تنگ نظری یا ایسے احکامات نہیں دیں جو خلافِ فطرت اور انسان کی زندگی کو تنگ کرنے کا باعث بنے بلکہ حدود بھی رکھے تو اس لیے تاکہ بنی آدم کسی بھی فتنے میں پڑھنے اور گمراہ ہونے سے محفوظ رہ سکیں۔

لباس میں جدت اور فیشن کے حیا پر منفی اثرات:

موجودہ دور میں فلم، ٹی وی ڈرامے، اشتہارات، اخبارات میں فلمی ستاروں کو دیکھ کر عمومی طور پر لباس میں وہی فیشن رائج ہو رہے ہیں اور یہ خیال عام ہے کہ کہ اگر ان جیسا لباس نہ پہنیں تو ترقی یافتہ، روشن خیال نہ کہلائیں گے بلکہ ان ہی فیشن کے اپنانے سے شمار ولڈ کلاس میں ہو گا۔[1]

پاکستان میں میڈیا کی ترقی، چینلز، انڈیا کے ڈراموں اور فلموں اور انٹرنیٹ بھی ایک ذریعہ ہے جس سے پوری دنیا کے جدید فیشن تک رسائی ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف اسی ایک عشرے میں پاکستان کے ماڈلز اور ڈیزائنر بھی بہت مقبول ہوئے ہیں اور ان کی نقل بھی بہت کی جاتی ہے۔ چنانچہ اس ترقی یافتہ دور میں لباس صرف جسم ڈھانپنے کی بنیادی ضرورت ہی نہیں رہا بلکہ انسانی خوبصورتی میں انفرادیت کے اظہار کا ذریعہ بھی ہے۔ فیشن اور آرائش وزیبائش میں لباس کو ہمیشہ ہی بنیادی اہمیت حاصل رہی ہے۔

فتنہ برہنگی کے لیے اس نے عورت کو اپنا آلہِ کار بنایا کیونکہ جب بنی سنوری نیم برہنہ عورت مرد کے سامنے آتی ہے تو مرد متقی ہونے کے باوجود عورت کی خواہش میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ لباس کے جدید فتنوں اور برہنگی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو خبر دار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿يَا بَنِي اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا اِنَّه يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُه مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ﴾[2]

۱-روشن خیالی کے نام پر فحاشی فیشن بن گئی، محمد عرفان چودھری، روزنامہ نوائے وقت، ۱۷ اگست ۲۰۱۷

۲-سورہ الاعراف: ۷/ ۲۷

"اے اولادِ آدم تمہیں شیطان نہ بہکائے جیسا کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا ان سے ان کے کپڑے اتروائے تاکہ تمہیں ان کی شرمگاہیں دکھائے، وہ اور اس کی قوم تمہیں دیکھتی ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے۔"

لہٰذا عصر حاضر کے فیشن اور جدت کے نام پر لباس میں ہونے والی چند بنیادی اور غیر شرعی نقائص درجہ ذیل ہیں۔

۱۔لباس میں برہنگی اور عریانیت:

آجکل مردوں اور عورتوں میں ایسے لباس رائج ہوگئے ہیں جس میں اس کی کوئی پرواہ ہی نہیں ہے کہ جسم کا کون سا حصہ کھلا ہوا ہے اور کون سا ڈھکا ہوا ہے۔ حالانکہ اسلام میں ستر کا حکم یہ ہے کہ مرد کے لئے مرد کے سامنے ستر کھولنا جائز نہیں اور عورت کے سامنے عورت کو ستر کھولنا جائز نہیں۔ مثلاً اگر کسی عورت نے ایسا لباس پہنا ہے جس سے سینہ کھلا ہوا ہے، پیٹ کھلا ہوا ہے، بازو کھلے ہوئے ہیں تو اس عورت کو اس حالت میں دوسری عورتوں کے سامنے آنا بھی جائز نہیں نا کہ وہ اس حالت میں مردوں کے سامنے آئے۔ اس لئے کہ یہ اعضا اس کے ستر کے حصے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

(("لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عُورَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى عُورَةِ الْمَرْأَةِ")) [۱]

"کوئی مرد دوسرے مرد کا اور کوئی عورت دوسری عورت کا ستر نہ دیکھے۔"

اسلام کبھی بھی ادھ ننگے پن یا عریانیت کی اجازت نہیں دیتا۔ جہاں دوسری برائیوں کو دور کرنے پر زور دیتا ہے وہیں لباس کے معاملے میں شائستگی، وقار، نفاست، خوبصورتی کی تعلیم دیتا ہے۔ جب کہ موجودہ دور میں یہ فیشن ہے کہ لڑکے عموماً پورے کپڑے پہنتے ہیں جبکہ لڑکیاں اور عورتیں کھلے عام نامکمل مختصر اور کم کپڑے پہنتی ہیں جو فتنہ و فساد کا سبب بنتے ہیں۔ خصوصی طور پر جب عورت خوبصورت ہو ملن سار، خوش گفتار اور خوش لباس ہونے کے ساتھ بے پردہ ہو تو مردوں کے لیے فتنے میں پڑنے کے اندیشے بڑھ جاتے ہیں، جیسا کہ موجودہ دور میں لباس کی جدت سے ہمارے اسلامی معاشرے میں بھی اس کے حیا پر منفی اثرات سب کے سامنے واضح طور پر موجود ہے۔ [۲]

موجودہ دور کے جدید فیشن میں جس قسم کے لباس کا استعمال ہوتا ہے وہ سب فتنے اور قیامت کی ان نشانیوں پر مشتمل ہے جن کی طرف احادیث مبارکہ میں بھی اشارہ کیا گیا اور جس سے سماج میں جو خرابیاں و برائیاں پیدا ہوتی

۱۔ سنن ابی داؤد، کتاب الحمام، باب فی التعری، حدیث:۴۰۱۸، ص ۲/ ۲۰۲

۲۔ پردہ، ابوالاعلی مودودی، ص:۳۱

ہیں وہ دنیا دیکھ رہی ہے۔ اس طرح کے لباس میں بے حیائی اور بے پردگی کو بے لباس ہونے جیسا شمار کیا جاتا ہے، حدیث مبارکہ میں ارشاد ہوا:

((سُبحَانَ اللّٰہِ مَاذَا أُنْزِلَ اللَّیْلَةَ مِنَ الفِتَنِ وَ مَاذَا فُتِحَ مِنَ الخَزَائِنِ، أَیْقِظُوا صَوَاحِبَاتِ الحُجَرِ، فَرُبَّ کَاسِیَةٍ فِي الدُّنْیَا عَارِیَةٍ فِي الآخِرَة))[1]

ایک دن رسول پاک ﷺ بیدار ہوئے تو فرمایا: پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات آج کی رات بہت سے فتنے اتارے گئے اور بہت سے خزانے کھولے گئے۔ ان حجروں میں سونے والیوں کو جگاؤ، کیونکہ دنیا میں بہت سی کپڑے پہننے والیاں ایسی ہیں جو آخرت میں برہنہ ہوں گی۔

تنگ اور باریک لباس:

اس لیے عصر حاضر میں لباس میں فیشن کے نام پر جو تبدیلیاں آئی ان میں سب سے بڑا فتنہ باریک لباس کا ہے، زیادہ تر لباس ایسے متعارف کرائے جاتے ہے جو باریک ہے اور تنگ ہو، باریک لباس کو بغیر کسی دوسرے موٹے کپڑے کے ملائے استعمال کرنا اور پہننا جائز نہیں بلکہ بے پردگی اور بے حیائی کا باعث ہے-عورتوں کے لئے ایسا تنگ اور باریک و چست لباس، جس کو پہننے میں ان کا جسم نظر آئے یا اعضاء کی ساخت اور بناوٹ واضح ہو رہی ہو، ایسا لباس شرعیت کے مزاج اور لباس کے مقاصد کے خلاف ہونے کی بنا پر ناجائز اور حرام ہے-ایسا لباس پہننے والی عورتوں کے بارے میں سخت وعید آئی ہیں، جیسا کہ اس بارے حدیث پاک میں بیان ہوا:

((صِنفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِیَاطٌ کَأَذْنَابِ الْبَقَرِ یَضْرِبُونَ بِهَاالنَّاسَ، وَنِسَاءٌ کَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ،مُمِیلاَتٌ مَائِلاَتٌ، رُءُوسُهُنَّ کَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ،لاَ یَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلاَ یَجِدْنَ رِیحَهَا،وَإِنَّ رِیحَهَا لَیُوجَدُ مِنْ مَسِیرَةِ کَذَا وَ کَذَا"))[2]

"دوزخیوں کی ایسی دو قسمیں جن کو میں نے نہیں دیکھا: ایک تو وہ لوگ جن کے پاس کوڑے ہیں بیلوں کی دموں کی طرح کے لوگوں کو اس سے مارتے ہیں۔ دوسرے وہ عورتیں ہیں جو پہنتی ہیں مگر ننگی ہیں)یعنی ستر کے لائق اعضا کھلے ہیں ایسے باریک ہوتے ہیں جن میں سے بدن نظر آتا ہے تو گویا ننگی ہیں (سیدھی راہ سے بہکانے والی، خود بھٹکنے والی، ان کے سر بختی)ایک قسم ہے

---

1 صحیح بخاری، کتاب العلم، باب العلم والعظتہ، حدیث:۱۱۸، ص:۱/۱۹

۲- صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینتہ، باب النساء الکاسیات العاریات، حدیث:۵۵۸۲، ص:۲/۲۰۵

اونٹ کی (اونٹ کی کوہان کی طرح ایک طرف جھکے ہوئے ہیں وہ جنت میں نہ جائیں گی بلکہ اس کی خوشبو بھی ان کو نہ ملے گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی دور سے آتی ہے۔"

نیم عریاں لباس اور پھٹی ہوئی جینز آج کے دور میں فیشن کا لباس سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ پھٹے ہوئے کپڑوں کو پیوند لگا کر پہننے کا حکم ہے۔

اس لیے لباس میں جدت و فیشن اپناتے ہوئے مردوں کے لئے عورتوں اور خواتین کے لیے مردوں کے مشابہ لباس خواہ رنگ میں ہو یا بناوٹ میں ہو تو اس کا پہننا درست نہیں ہو گا، جیسے پینٹ شرٹ اور کرتہ وغیرہ مردوں کے لیے ہے اسی طرح سرخ رنگ اور جو عورتوں کے لئے تیار کیے جانے والے چھینٹ اور چھاپے دار کپڑے ہیں ان کے استعمال سے مردوں کو اجتناب کرنا چاہیئے جبکہ خواتین کو مردوں جیسی مختصر قسم کی شرٹ یا لباس نہیں پہننا چاہیئے جو ان کے لیے ستر و حیا کے تقاضوں پر پورہ نہ اترے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے جسم کا فطرتاً ممتاز اور نزاکت کے ساتھ تخلیق فرمایا ہے کہ اس کے جسم کا ہر حصہ حسن و جمال کے ساتھ مخصوص فتنہ اور تحریک رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔[1]

۳-لباس میں مغربی طرز اور کفار کی مشابہت

اسی حکم میں مسلمانوں کو غیر مسلم قوموں کی لباس سے متعلق مشابہت سے منع فرمایا گیا ہے۔ کفار کی مشابہت کے بارے میں حدیثِ پاک میں ارشاد فرمایا:

(("مَن تَشَبَّهَ بِقومٍ فهُوَ مِنهُم"))[2]

"جس نے کسی اور قوم کی مشابہت اختیار کی تو گویا وہ اس قوم میں سے ہے۔"

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا))[3]

عالمی طور پر دیکھیں تو جو قوم جتنی ترقی یافتہ ہوتی جارہی ہے اتنی اس کی کم لباسی بڑھتی جارہی ہے۔ ایسے لباس تیار کئے جارہے ہیں جن کو پہن کر بھی انسان بے لباس معلوم ہوتا ہے لباس، گفتار، چال ڈھال فیشن کے نام پر بے حیائی کے سانچے میں ڈھل کر فحاشی کی حدوں کو چھورہی ہے۔ اخلاق اور شرم و حیا کے ساتھ لباس کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ بات بھی نہیں کہ ہمارا اسلام زیب و زینت کی اجازت نہیں دیتا اگر منع ہے تو بے حیائی والے اور ایسے

۱-عورت عہدِ رسالت میں، عبد الحلیم ابو شقہ، نشریات میٹرو پرنٹرز، لاہور، سن ۲۰۰۷ء، ص:۲۹۵

۲-سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ، حدیث:۴۰۳۱، ص:۲/۲۰۳

۳-جامع ترمذی، کتاب الاستئذان والآداب، باب فی کراھیۃ اشارہ الید، حدیث:۲۶۹۵، ص:۲/۸۹

کپڑے کہ جس کے ہوتے بدن بظر آئے تو یہ ننگا نظر آنا منع ہے۔ جس لباس میں اعتدال کے اصول ہوں، لباس میں نہ ہی اتنی زیب و زینت ہو کہ اسراف کی حدودوں کو چھونے لگے اور نہ ہی اتنا سادہ کہ بے ڈھنگ اور معیوب لگے، لباس کے بارے میں بھی شریعت نے انسان کو معتدل راہ اختیار کرنے کی تلقین کی جو وقت کے تقاضوں اور فیشن کے ساتھ ساتر بھی ہو، نہ بہت زیادہ عیش و عشرت والے لباس کو اپنانا چاہیئے اور نہ ہی پھٹا پرانا لباس جو اپنی حیثیت اور وسعت سے کم تر ہو، یہی اعتدال ہے جو لباس سے متعلق حدود و قیود کی تفصیل میں بطور مثال ہمارے لئے موجود ہے۔

فصل چہارم

مخلوط کلچر کے حیا پر منفی اثرات

مخلوط معاشرے یا مخلوط کلچر سے مراد ایک ایسا معاشرہ جس میں اجنبی مرد اور عورت جن میں کوئی بھی حرمت کا رشتہ نہ ہو، بلا جھجک ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اپنی زندگی کے فرائض انجام دیں اور اجتماعات و تقریبات میں مردوزن بغیر کسی تمیز کے ایک جگہ اکٹھے ہو، اٹھے، بیٹھے، ایک ساتھ مجوزہ امور انجام دیئے جائیں، ایک ساتھ کھانا کھایا جائے، ایک ساتھ تفریح اور نشست وبرخاست رکھی جائے۔[1]

مخلوط معاشرے کی ابتدا کہاں سے ہوئی؟ یہ جاننا ایک مشکل امر ہے لیکن اس دعوے میں کوئی اشتباہ نہیں ہے کہ اس کی ابتدا ان معاشروں میں ہوئی جن میں الہامی تعلیمات سے انتہائی زیادہ روگردانی اور دوری ہے۔دور حاضر میں اسلام سے دوری کی وجہ سے جہاں بہت سے مسائل اور غیر شرعی کاموں نے جنم لیا ہے وہاں ایک مسئلہ نامحرموں کا باہمی اختلاط بھی ہے۔ ہمارے ہاں کسی بھی قسم کی محفل ہو یا کوئی بھی دعوت ہو، وہاں اختلاط مردوزن بہت عام سی بات بن گئی ہے۔ یہ اختلاط تب بہت بڑھ جاتا ہے جب کوئی فنکشن وغیرہ ہو۔ اور خاص طور پر شادی بیاہ کی تقریبات، بازاروں اور تعلیمی اداروں میں بھی اختلاط، مردوزن عام ہے۔

"ناصرہ ایم شاہ" نے پاکستانی وومن کے حوالے سے لاہور کے اندرون شہر کی گھریلو خواتین کا سروے کیا۔

اور اس سروے کی تحقیقی رپورٹ پیش کرتے ہوئے بیان کرتی ہیں۔ "۸۷ فیصد خواتین چادر یا برقع پہنتی تھیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان کی اکثر خواتین پردہ کرتی تھی۔ شہری علاقے میں اعلیٰ تعلیم یافتہ شہری خواتین میں پردے کا تناسب کم تعلیم یافتہ خواتین سے کم تھا۔ گویا یہ معاشرے کا ایک تلخ المیہ ہے کہ جوں جوں خواتین میں تعلیم اور آزادی کا تناسب بڑھتا جارہا ہے اتنا ہی پردے کا تناسب بتدریجاً گررہا ہے۔"[2]

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مخلوط ثقافت و آزادانہ میل جول سے خواتین کی حیا اور پردے پر منفی اثرات مرتب ہورہے ہیں۔

اختلاطِ مروزن کو مسلمان معاشروں میں عام کرنے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ مسلمان خواتین تہذیب مغرب کی تجلیات سے خیرہ ہو کر اسی کی پیروکار بن جائیں اور اسلامی اعلیٰ اقدار و اخلاق کو بھول جائیں، اپنی مذہبی و تہذیبی ذمہ داریوں سے غافل ہو جائیں، اپنے فطری کاموں اور فرائض کو چھوڑ کر یورپ کی بے حجابانہ اور عریاں آزادی کے حصول کے لیے پوری طرح سے سرگرم ہو جائیں۔ مغرب معاشرت میں آزدانہ اختلاط ترقی یافتہ ہونے کی

۱۔ مخلوط معاشرہ، ام عبد منیب، مشربہ علم وحکمت دار الشکر، لاہور، شعبان ۱۴۲۹ھ، ص:۷

۲۔ عورت قرآن وسنت کے آئینے میں، ڈاکٹر عابدہ علی، قرآن منزل پبلشر، لاہور، س ن، ص۸۸۱

علامت ہے اور اسی آزادی کی دعوت اہلِ مغرب ہر طرح کے وسائل استعمال کر کے دے رہے ہیں، میڈیا کا تمام تر زور اسی پر ہے۔[1]

عورتوں اور مردوں کے آزادانہ میل جول اور ربط کی وجہ سے حیا پر نقصانات مرتب ہو چکے ہیں۔ مغربی معاشرے کے دانشوروں فلسفیوں اور سائنس دانوں نے بھی اس پر کھل کر روشنی ڈالی ہے۔

ڈاکٹر ایلکس کارل اپنی کتاب "انسان غیر معروف میں یہ الفاظ بیان کرتے ہیں:

"موجودہ معاشرے میں اخلاقی حس بالکل ختم ہو چکی ہے، وہ عورت جس کے کئی بچے ہیں جو اپنے آپ کو بچوں کی تعلیم و تربیت اور گھر تک محدود رکھتی ہے اپنا کاروبار نہیں کرتی یا مردوں کے شانہ بشانہ کام نہیں کرتی اس کو اب کمزور ذہن کا مالک سمجھا جاتا ہے۔ جنسی اخلاقیات کو پس پشت ڈال دیا گیا اور سائنسی تہذیب کے معجزات کے باوجود انسان کی شخصیت میں سے حیا کا عنصر مٹتا جا رہا ہے"[2]

آزادی نسواں اور اختلاط کے عام ہونے سے معاشرے میں حیا کا قیام ناگریز ہوتا جا رہا ہے۔

وہ نظام جس میں عورت کے میدان عمل میں اترنے اور کارخانوں میں کام کرنے کو ضروری قرار دیا گیا، اس سے ملک کو چاہے کتنی بھی دولت و ثروت مہیا ہو جائے، مگر یہ بات یقینی ہے کہ اس سے اس کی حیا اور گھریلو زندگی کی عمارت زمیں بوس ہو کر رہ گئی ہے۔[3]

مخلوط نظام تعلیم کی وجہ سے بھی حیا کا فقدان عام ہو رہا ہے، اس کی تاریخ زیادہ پرانی نہیں ہے، یہ دور حاضر کے اہل مغرب کی ایجاد ہے، دنیا کی قدیم تہذیبوں کے حامل ترقی یافتہ قوموں میں بھی مخلوط تعلیم کا رواج نہیں ملتا، تاریخ کے ہر دور میں لڑکوں اور لڑکیوں کے الگ الگ نظام تعلیم رائج تھا، مخلوط تعلیم کا سب سے برا اثر نئی نسل کے اخلاق پر پڑ رہا ہے۔

مخلوط معاشرت اور مخلوط تعلیمی ماحول کی وجہ سے نوجوانوں میں حیا ور جھجک کا مادہ کم ہوتا جا رہا ہے، نا صرف مردوں بلکہ لڑکیوں میں بھی اجنبی مردوں اور لڑکوں سے بلا جھجک بات چیت کرنا، تعلقات قائم کرنا، ہاتھ ملا وغیرہ ایک عام معمول بنتا جا رہا ہے جو کہ حیا کے اٹھ جانے اور فواحش کی طرف جاتے ہوئے راستے ہیں۔[4]

۱- مغربی نظامِ معاشرت کی ابتری، محمد اسجد قاسمی، اسلامک ریسرچ اکیڈمی، شمارہ یکم جنوری ۲۰۰۷ء

۲- دور جدید میں مسلمان عورت کا کردار، افضل الرحمن، (مترجم)، محمد ایوب منیر، فیروز سنز لمیٹڈ، کراچی۔ ۱۹۹۴، ص: ۵۳۷

۳- آزادئ نسواں کا فریب، الحاد، الحاد جدید کا عالمی محکمہ، ۱۳ نومبر ۲۰۱۴ء

۴- مخلوط تعلیم اور اسکے مضمرات، ام اندلیب، مشربہ علم وحکمت دار الشکر، لاہور، شعبان ۱۴۲۹ھ، ص: ۱۲

موجودہ زمانے میں آزادانہ اختلاط کی وجہ سے معاشرے میں بے حیائی اور بدکاری پھیل گئی ہے۔ چنانچہ آج یہ صورتحال ہے کہ ایک شخص خواہ بازار میں ہو یا تاجر ہو، کارخانہ کا ملازم ہو، کالج کا طالب علم ہو یا آفس کا کلرک خواہ وہ معلم ہو یا عام آدمی کسی ہوٹل میں بیٹھا ہو یا پارک میں سیر و تفریح کر رہا ہو، ہر جگہ صنف مقابل گناہ اور بدنگاہی کا پیغام لیے ہوتی ہیں۔ زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں ملتا جس میں عورت اور مرد کا ایک ساتھ عمل دخل کو لازم نہ کر دیا ہو۔ جب تک عورت اور مرد کے آزادانہ اختلاط کو ختم نہیں کیا جاتا معاشرہ اس بے حیائی اور شہوت پرستی سے نجات نہیں پا سکتا۔[1]

چند سال قبل فرانس کی ایک سرکاری رپورٹ منظر عام پر آئی تھی جس کے اہم نکات یوں تھے:

> " 15 سال کی ریسرچ سروے رپورٹس سے ثابت ہوتا ہے کہ سامنے آتی ہے کہ مخلوط تعلیمی ادارے صنف نازک کے لئے در اصل شکار گاہیں ہیں، ان تعلیمی اداروں کے ماحول اور مردو خواتین کے لئے آزادانہ اختلاط کے زیادہ مواقعوں سے ماحول نے تعلیمی گراف کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ "[2]

اسلام میں اختلاط سے بچاؤ کی تلقین و تعلیم:

غیر مسلم معاشرے کے برعکس اسلام مردوزن کے بے حجابانہ اختلاط کو انسانی معاشرہ کے لئے تباہ کن قرار دیتا ہے، اس سے شرم و حیا کا جنازہ نکلتا ہے، اسلام میں تعلیم نسواں سے روکا نہیں گیا، البتہ اسلام تعلیم کے ذریعہ معاشرے میں بگاڑ نہیں چاہتا، نوجوان مخلوط کلچر و تعلیم کی وجہ سے ایسے معاملات اور الجھنوں کا شکار ہو رہے ہیں جو ان کے بہتر مستقبل کے لئے مسلسل خطرے کا باعث ہے۔ البتہ اگر اداروں میں ایک اچھا ماحول فراہم کیا جائے جہاں مخلوط تعلیم کے باوجود حیادار ماحول ہوں اور طلبا و طالبات مثبت Activities کی طرف مائل رہیں، ان کا زیادہ تر وقت علمی سرگرمیوں میں گزرے، لباس، گفتگو وغیرہ کے انداز میں نکھار لایا جائے اور بے ہودگی سے حتی الامکان دور رکھنے کی کوشش کی جائے کیونکہ ذہنی اور اخلاقی تربیت ہی در اصل ان کی بہترین شخصی رہنمائی کی ضامن ہے۔ نوجوان طلبا و طالبات میں حدود کا ادراک بیدار کیا جائے اور ایک دوسرے کو عزت دینے، احترام کرنے اور ایک دوسرے کے کام آنے کے حوالے سے ان کی مکمل رہنمائی کا اہتمام کیا جائے۔

۱۔ عورت اسلامی معاشرے میں، مولانا جلال الدین انصر، اسلامک پبلشرز لمیٹڈ، لاہور، اکتوبر ۲۰۰۲، ص:۳۷۹

۲۔ مخلوط تعلیم کے مہلک اثرات، سید احمد ومیض ندوی، ۳۱ مئی ۲۰۱۶، http://mazameen.com/

اسلام اختلاط کی صورت میں مرد و خواتین کو تاکید کرتا ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، چنانچہ سورہ نور میں مرد و خواتین میں سے ہر ایک کو الگ الگ خطاب کر کے نگاہیں نیچے رکھنے کی تاکید کی گئی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾[1]

"ایمان والوں کو کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کو بھی محفوظ رکھیں، یہ ان کے لیے بہت پاکیزہ ہے، بے شک اللہ جانتا ہے جو اعمال وہ کرتے ہے۔"

جب کہ اسی سورت کی اگلی آیت میں مسلمان خواتین کو الگ اور تفصیل سے مخاطب فرما کر اللہ تعالیٰ نے انہیں آداب و احکامات واضح فرمائیں، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾[2]

"اور ایمان والیوں کو بتا دو کہ نگاہ کی حفاظت کریں اور اپنی عصمت کی بھی اور اپنی زینت کو سوا اس کے جو خود واضح ہو اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں، اور اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں۔"

سورۃ الاحزاب میں بھی خواتین کی بلاضروت گھر سے نکلنے کی ممانعت اور اپنے گھروں میں زیادہ وقت گزارنے کی ترغیب و تائید کی گئی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى﴾[3]

"اور اپنے گھروں کے اندر رہو اور زمانہ جاہلیت کی طرح باہر حسن و نمائش نہ دیکھاتی پھیرو۔"

اسلام میں عورتوں کو بلاضرورت باہر نکلنے سے منع کیا گیا، ضروریاتِ زندگی کو پورہ کرنے کے لئے اگر باہر جائے بھی تو آداب اور حدود میں اجازت ہے۔ جیسا کے حکم باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَاتَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا﴾[4]

۱-سورہ النور: ۲۴/ ۳۱

۲-سورہ النور: ۲۴/ ۳۲

۳-سورہ الاحزاب: ۳۳/ ۳۳

۴-سورہ الاحزاب: ۳۳/ ۳۲

"اور اگر تمہارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف و تقویٰ ہو تو ان سے (نا محرم مردوں سے) ایسے نرم لہجے میں بات نہ کرو کہ اس سے کوئی طمع پیدہ ہو اس شخص کے دل میں جس کے دل میں کسی قسم کا مرض (چور) ہو، اور معروف طریقے سے بات کرو۔"

لڑکیوں کا نصابِ تعلیم، نظامِ تعلیم اور معیارِ تعلیم مذکورہ بالا مقاصد کے تحت مرتب و مدون اور مردوں سے بالکل الگ اور جداگانہ ہونا چاہیے، اگر تعلیم نسواں سے اس کے صحیح فوائد حاصل کرنے ہیں تو مخلوط تعلیم کو ختم کرنا قطعی لازم ہے، اس لیے کہ مخلوط تعلیم تو اسلامی روح کے بھی قطعی منافی ہے اور ذہنی و فکری آسودگی اور اخلاقی پاکیزگی کے لیے بھی، اس کی اجازت کسی صورت میں بھی نہیں دی جاسکتی ہے۔[1]

اسلام نے انسانی شرم وحیا کی جو شکل سامنے رکھی ہے وہ کسی اور مذہب میں نہیں پائی جاتی، اسلام میں خواتین کو کاروبار اور ہر کام کرنے کی اجازت ہے مگر حیا و عفت کی حفاظت و بقا پہلے کی جائے۔ عصرِ حاضر میں چونکہ حالات ایسے ہے کہ اختلاط مرد و زن عرف میں بھی معمول بن چکا ہے، کوئی بھی فیلڈ ہو، اس کے بغیر تصور نہیں اور نہ ہی اس کا مکمل طور پے خاتمہ ممکن ہے لہذا مجبوراً اگر اختلاط والی جگہوں میں تعلیم و ملازمت اور دیگر ضروری امور انجام دینا مجبوری ہو تو مرد و زن دونوں کی ذمہ داریاں بھی مسلمان ہونے کے ناطے بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ مکمل طور پر دین اسلام اور قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے افعال انجام دیں اور ہر لمحہ نظر اور حیا کی حفاظت کے احساس کے ساتھ رہیں، اس بارے میں ذرا سی غفلت انسان کو ایمان کی خلاوت اور کمزوری میں مبتلا کر سکتی ہے۔

۱- ہمارا تعلیمی نظام، مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ، میمن اسلامک پبلشرز، کراچی، س ن، ص:۳۲

باب چہارم

حیا کو معاشرے میں بحثیتِ اخلاقی قدر اجاگر کرانے کی تدابیر

فصل اوّل

عبادات، تزکیہ نفس اور تقویٰ

موجودہ دور میں حیا وعفت کی بقا کے لیے نو عمر جوانوں کی تربیت اسلامی عقیدے پر کرنا ضروری ہے، انہیں بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ سے حیا کی ترغیب دیں، یہ دونوں چیزیں حیا کی تحفظ کا بہترین ذریعہ ہیں، نیز تربیت اور تزکیہ سمیت اللہ تعالی کو اپنا نگران سمجھنے کے لیے کارگر ہیں۔ جس دین سے ہم نسبت رکھتے ہیں یہ دین سراپا اخلاقیات کا دین ہے، حیا سے متصف شخص کا دینی تشخص برقرار رہتا ہے اور اس کا اخلاق بلند ہوتا ہے، وہ رب سے حیا کرتے ہوئے گناہوں کا کبھی ارتکاب نہیں کرتا۔ اس دور میں اگر کوئی فتنوں اور فواحش سے محفوظ رہ سکتا ہے یا اپنے اہل واعیال کو ان سے دور رکھ سکتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات اور عبادات کے ذریعے تربیت و اصلاح کا فروغ ممکن بنایا جائے۔

عبادات کے ذریعے حیا کا حصول:

اسلامی عبادات، انفرادی اصلاح و تربیت کے ذرائع بھی ہیں اور ان سے اجتماعی تربیت بھی حاصل ہوتی ہے، مثلاً نماز میں اللہ تعالیٰ نے وہ خاصیت و تاثیر رکھی ہے کہ جو بھی نماز کی پابندی کریں گا تو اس کا دل گناہوں سے زنگ آلودہ نہیں رہے گا اور اس کے دل سے غفلت و گناہوں کی سیاہی مٹ جاتی ہے اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے نماز کو خاص طور پر فواحش و منکرات اور بے حیائی کے سد باب کے لیے مقرر فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ﴾[1]

"اور نماز کو قائم رکھو کہ بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی اور منکرات کے ارتکاب سے اور اللہ کی یاد بہت اونچا کام ہے اور اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے جو کچھ تم عمل کرتے ہو۔"

نماز پڑھنے کا ثمرہ ہی یہی ہے کے انسان کو ہر قسم کے ناشائستہ حرکتوں اور بے حیائی سے روک دے۔ اگر کسی کی نماز اس سے ان باتوں سے نہیں روکتی تو اس کے نماز میں کمی ہے۔ نماز میں تین چیزیں ہوتی ہے، اخلاص، اللہ کا خوف اور اللہ کا ذکر، اس لیے ان باتوں کا اہتمام اپنی نمازوں کے اندر پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ ہمیں نماز سے اصل مقصد حاصل ہو سکے جس میں سے ایک مقصد بے حیائی اور منکرات سے حفاظت ہے جیسا کہ ربِ کائنات نے خود کلامِ پاک میں منکر اور بے حیائی کے امراض کو نماز کے ذریعے ختم کرنے کا علاج متعین فرمایا ہے۔

۱۔ سورۃ العنکبوت: ۲۹/۴۵

روزہ کے ذریعے حیا کا حصول:

روزے کا مقصد تقویٰ کا حصول ہے اور جب انسان کے اندر جتنا زیادہ تقویٰ یعنی کہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہو گا اتنی ہی زیادہ اس میں حیا ہو گی اور وہ فواحش سے بچا رہے گا۔روزے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿یأَیُّهَا الَّذینَ امَنوا کُتِبَ عَلَیکُمُ الصِّیامُ کَما کُتِبَ عَلَی الَّذینَ مِن قَبلِکُم لَعَلَّکُم تَتَّقونَ﴾[1]

"اے اہلِ ایمان فرض کئے گئے ہیں تم لوگوں پر روزے جیسا کہ فرض تھے تم سے پہلے لوگوں پر اس وجہ سے تاکہ تم میں پرہیز گاری پیدا ہو۔"

اس سے روزے کا مقصد واضح ہے جو پرہیز گاری ہے اور روزے کے ذریعے انسانی نفس کی تربیت و اصلاح اور قوتِ برداشت کو بڑھایا جاتا ہے، دن بھر صرف اللہ تعالیٰ کے خوف سے اور حکمِ باری تعالیٰ کی اطاعت میں جب کھانا پینا اور باقی سب ممنوع امور سے بچا رہتا ہے تو اس سے ایمان کا لیول بڑھ جاتا ہے، انسان کی زندگی اور اخلاق و کردار میں پاکیزگی آجاتی ہے۔روزے کے بارے میں رسول پاک ﷺ نے فرمایا:

((الصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَلاَ يَرْفُثْ وَلاَ يَجْهَلْ، وَإِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ أَوْ شَاتَمَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ. مَرَّتَيْنِ))[2]

"روزہ ایک ڈھال ہے جہنم سے بچنے کے لیے، کیونکہ روزہ دار فحش باتیں نہیں کرتا اور نہ باتیں کرتا ہے جہالت کی اور جب کوئی اس کے ساتھ لڑائی کریں یا اسے گالی دے تو چاہیئے کہ وہ جواب یہ دیں کہ میں روزہ دار ہوں اور یہ الفاظ دو مرتبہ دوہرائے۔"

روزے نفسانی خواہشات پر کنٹرول اور عفت و حیا کو قائم رکھنے کا سبب ہے نوجوانوں کے لیے اور اسلام میں اس کی ترغیب دی، جیسا کہ اس بارے حدیث میں ارشاد ہے:

((" يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ "))[3]

۱- سورۃ البقرہ:۲/۱۸۳

۲- صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب فضل الصوم، حدیث:۱۸۹۴، ص:۱/۳۰۴

۳- صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم، حدیث:۵۰۶۶، ص:۲/۳۳

"اے نوجوانوں کی جماعت جو کوئی استطاعت رکھے تم میں سے تو اس کو چاہیئے کہ نکاح کریں کیونکہ یہ بہتر ہے ذریعہ ہے غضِ بصر اور شرم گاہوں کی حفاظت کا مگر جو کوئی نکاح کی استطاعت نہ رکھے تو اس کو چاہیئے کہ روزے رکھے کیونکہ روزہ جنسی ہیجان کو ختم کرتا ہے۔"

روزے کے ذریعہ انسان منکرات و بے حیائی کے کاموں کو ترک کر دیتا ہے، جیسا کہ ایک اور روایت میں نبی کریم ﷺ سے منقول ہے:

((مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْجَهْلَ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلاَ حَاجَةَ لِلَّهِ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ))[1]

"روزہ رکھنے کے باوجود بھی اگر کوئی شخص جھوٹ کو اور جہالت و غلط امور کو نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی حاجت نہیں اس بات کی کہ وہ کھانا اور پینا چھوڑ دیں۔"

یعنی روزے دار کا مقصد اللہ تعالیٰ کے نزدیک محض اس کی بھوک پیاس پر پابندی نہیں بلکہ اس سے اصل مقصد اس کے اندر قوتِ برداشت، ترکِ منکرات اور نفسانی خواہشات پر کنٹرول حاصل کرنا ہے اس لیے اگر وہ جھوٹ اور جہالت و منکرات کو نہیں چھوڑتا تو پھر اس روزے اور بھوک و پیاس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

زکوٰہ اور حج کے ذریعے بے حیائی کا سدباب:

زکوٰۃ اور حج بھی اسلامی عبادات کے وہ بنیادی ارکان ہے جن کے سبب انسانی عمل و کردار میں پاکیزگی اور حیا کا وصف شامل ہو جاتا ہے، گناہوں اور فواحش سے پاک کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں نماز اور زکوٰۃ کے ادا کرنے کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ﴾ [2]

اگر قائم رکھو تم نماز اور زکوٰۃ دیتے رہو اور ایمان لے آؤ میرے رسولوں اور ان کی مدد کرو گے اور قرض دیتے رہو اللہ تعالیٰ کو بھلائی کے ساتھ تو میں دور کر دونگا تم سے تمہارے گناہ اور داخل کروں گا تمہیں ایسی باغوں میں کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہو گی۔"

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ دینے والوں کے بارے میں فرمایا:

۱۔سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب ماجاء الغیبۃ والرفث لصائم، حدیث:۱۶۸۹، ص:۳/ ۱۲۴

۲۔سورۃ المائدہ:۵/ ۱۲

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾[1]

"بے شک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے انصاف اور اچھائی کی اور عطا کرنے (زکوٰۃ) کی اور منع کرتا ہے بے حیائی کے کاموں سے اور منکرات اور نافرمانی کرنے سے ،وہ نصیحت کرتا ہے تمہیں تاکہ تم نصیحت پکڑو۔"

اس طرح حج کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِى الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰٓا اُولِى الْاَلْبَابِ﴾[2]

"معلوم ہیں حج کے مہینے، سو جو کوئی ان مہینوں میں نیت کرے حج کی تو اسے خبردار ہونا چاہیئے اس بات سے کہ دورانِ حج اس سے بے حیائی کا کوئی کام یا گناہ اور لڑائی جھگڑے نہ ہو جائے اور عمل کرے کوئی خیر میں سے تو وہ اللہ کے علم میں ہوگا۔ حج سفر کے لئے زاد راہ ساتھ لے کر نکلو اور سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ (سوال کرنے سے بچنا) ہے۔ پس اے عقل مندو! میری نافرمانی سے پرہیز کرو۔"

اللہ تعالیٰ نے عبادات کا مقصد انسانی اعمال و کردار کی تربیت قرار دیا ہے جو کہ قرآنی تعلیمات کی رو سے واضح ہے اور تمام تر عبادات میں حیا اور پاکیزگی کا حصول بھی شامل ہے۔

تزکیۂ نفس کے ذریعے حیا کا حصول:

معنی و مفہوم

لفظ نفس کو اردو میں بلا اعراب کے لکھا جاتا ہے جبکہ لفظ نفس کے معنی ذات، باطن اور روح کے آتے ہیں، اسکی جمع نفوس اور انفس آتی ہے۔[3]

قرآن کریم میں نفس کے لفظ کو اللہ تعالیٰ نے "ذات" کے لیے بیان کیا، ایک آیت میں آتا ہے:

۱-سورۃ النحل:۱۶/ ۹۰

۲-سورۃ البقرہ:۲/ ۱۹۷

۳-فرہنگ آصفیہ، سید احمد دہلوی، اردو سائنس بورڈ، لاہور، سن ن، ص:۳/ ۸۵۱

﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَه﴾[1]

"اور اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔"

جو لوگ تزکیۂ نفس کے ذریعے منکرات اور گناہوں سے خود کو پاک رکھے وہی کامیاب قرار دیئے گئے ہیں۔

تزکیہ نفس اور حیا:

حیا تزکیۂ نفس میں معاون بھی ہے اور اس کی محافظ بھی۔ حیا کا اثر ایک صاحبِ ایمان شخص کے کردار میں اوراس کے سر کی چوٹی سے لے کر اور گردن سے نیچے پاؤں کے تلوؤں تک کے سارے اعضا و جوارح پر ہوتا ہے۔ جو کوئی آخرت کا طلب گار ہو تو وہ دنیا کی دلکشیوں اور رغبتوں کو چھوڑ کے حیا اور تقویٰ والی زندگی اپناتا ہے اور تزکیہ نفس کا محاسب رہتا ہے، جس نے یہ کر کے دکھایا اس نے گویا اللہ سے حیا کی جیسا حیا کرنے کا حق ہے۔ سر کی حفاظت یہ کہ نہ باطل کے سامنے جھکے اور نہ ہی کوئی تکبر و ظلم کرے اور اس کے ساتھ دماغ، کانوں، ناک اور زبان پر حیا کا پہرا نہ ہو تو دماغ میں باطل سوچیں جنم لیتی ہیں لہٰذا انسان کی نگاہ میں حیا کا ہونا سب سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ نگاہ چاہے حسد کی ہو یا ہوس و شہوت کی، یہ بے شمار اخلاقی اور سماجی مفاسد کو جنم دیتی ہے۔ کانوں کو بے ہودہ اور گھٹیا اور شرمناک آوازوں سے نہ بچایا جائے تو ان کے راستے فحش اور گھٹیا پیغام دل کو جاتے اور پاک بازانہ زندگی میں فساد پیدا کرتے ہیں۔ ناک بدبو کی عادی ہو جائے تو نفاستِ طبع اور ذوقِ سلیم کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ حیا نہ رہے تو زبان سے حق اور سچ کا کوئی کلمہ نہیں نکلتا اور یہ سب وہ صفات ہیں حیا کے جو انسان کو تزکیہ نفس اور حصولِ تقویٰ سے ملتے ہیں اور تزکیہ نفس تمام اسلامی عبادات کی اصل ہے، حیا اور تقویٰ انسان کو محتاط اور چوکس رکھتی ہے کہ پیٹ میں حرام کے لقمے نہ جانے پائیں، دل وسوسوں اور فحش جذبات و احساسات سے پاک رہے، ہاتھ نیکی کے کاموں کے لیے استعمال ہوں اور قدم راہِ حق ہی میں اٹھیں، برائی کے راستے پر نہ پڑیں۔ شرم گاہ کی پوری حفاظت کی جائے۔

انسان کے نفس میں اچھائی اور برائی دونوں کے بارے میں آگہی کو فطری طور پر عنایت فرمایا گیا ہے، نفس کی نشو و نما ان قوانین کے تحت ہوتی ہے جو خاص من جانب اللہ ہوتے ہیں۔ان قوانین سے آگاہی ہمیں قرآن و سنت ہی کے ذریعے سے ہوتی ہے۔اس کے برعکس اگر انسان صرف ظاہری دنیا اور اس کے نفع و نقصان کے پیش نظر اپنا معاملہ اختیار کرتا ہے تو وہ آخرت کو بھول جاتا ہے، اس بارے میں قرآن پاک میں انسان کو غفلت سے بیدار کرنے کے لیے فرمان باری تعالیٰ ہے:

۱۔سورۃ الاعمران:۳/۳۰

﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًامِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَاوَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غَافِلُوْنَ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِى اَنْفُسِهِمْ﴾ [1]

"وہ جانتے ہیں ظاہر کو محض اس دنیا کی زندگی کے متعلق اور وہ غفلت میں ہیں آخرت کے بارے میں، کیا وہ اپنے نفس میں غور نہیں کرتے۔"

اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر انسان کے نفس میں خیر و شر کی پہچان کا مادہ رکھا ہے، حیا کے اثرات صرف نفسِ انسانی ہی پر نہیں پڑتے۔ جب حیا کا ماحول تشکیل پاتا ہے تو اجتماعی زندگی پر بھی اس کا رنگ چڑھتا ہے۔ یہ فرد کی تطہیر کے علاوہ معاشرے کی اصلاح و تطہیر کا بھی وسیلہ ہے۔ ہمارے نفس میں ہر دم خیر و شر کی کشمکش برپا ہے۔ مہد سے لے کر لحد تک ہمیں زندگی کے ہر ہر مرحلے میں خیر و صلاح اور شر و فساد میں سے کسی ایک چیز کا انتخاب کرنا پڑتا ہے۔ گھر کے معاملات ہوں یا کاروبار اور منڈی کا لین دین، دفتری امور ہوں یا باہمی روابط کے عام تقاضے، ہر صورت میں فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ نیکی کی راہ اختیار کی جائے یا بدی کی۔ زندگی کی یہی کشمکش ہے، جہاں دین چاہتا ہے کہ مسلمان کے نفس میں نیکی کا داعیہ اور جذبہ قوی تر اور برائی کا رجحان اور اس کی طرف میلان کمزور ہو جائے، بلاشبہ جس نے ایسا کیا وہی کامیاب ہوا۔

انسان جب برائیوں کی راہ چھوڑ کر نیکیوں کا راستہ اختیار کر لیتا ہے اور جن لوگوں کا دل اپنے رب سے راضی اور مطمئن رہتا ہے اللہ تعالیٰ روز محشر انہیں نفس مطمئنہ کے خطاب سے نوازیں گے اور ان کو جنت میں جگہ دی جائے گی۔ نفوس مطمئنہ جنت کے اطمینان اور اللہ تعالیٰ کی رضا جیسی نعمتوں سے سرفراز ہوں گے۔ غرض کہ تزکیۂ نفس کا عمل جب اپنے نقطۂ کمال کو پہنچتا ہے تو بندۂ مومن دنیا میں نفس مطمئنہ کی منزل پالیتا اور آخرت میں وہ بادشاہی اس کا نصیب بن جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوَّاهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا﴾ [2]

"اور گواہ ہے نفس اور جس طرح اسے سنوارا۔ پھر اس میں نافرمانی اور پرہیز گاری کے داعیات رکھ دیں۔"

قرآن مجید کے نزدیک انسان کا اصل مسئلہ اور مقصدِ حیات آخرت کی تیاری ہے۔ وہ ہمیں متنبہ کرتا ہے کہ توقف اور تامل سے کام لیں، غور و فکر کریں اور یہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ جنت پانے کا راستہ کیا ہے۔ یہ آیت ہمیں

1۔ سورہ الروم: ۳۰/ ۷

2۔ سورۃ الشمس: ۹۱/ ۷

بتاتی ہے کہ جنت اسی کا مقدر بنے گی، جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور اسے برائیوں سے پاک کر لیا، اس لیے کہ جنت پاکیزہ نفوس کا ٹھکانا ہے۔

تقویٰ اور خشیتِ الٰہی کے ذریعے حیا کا فروغ:

تقویٰ سے مراد ہے بچنا اور پرہیز گاری اختیار کرنا، یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور اس ڈر کی وجہ سے ناجائز خواہشات اور تمام قسم کے منکرات و معاصی اور فواحش سے بچنا۔[1]

اللہ تعالیٰ کا خوف اور تقویٰ ہی انسان کے اندر برائی اور بے حیائی کے کاموں سے بچنے کا احساس اور صحیح، غلط میں فرق سکھاتی ہے، اور پھر عبادات کے ذریعے انسان میں تقویٰ اور گناہوں سے بچنے کی قوت آجاتی ہے-جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لَّايَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْاَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓ اُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [2]

"کہہ دیں کہ برابر نہیں ہے پاک اور ناپاک اور اگرچہ تمہیں متاثر کریں ناپاک کی کثرت پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو (تقویٰ اختیار کرو) عقل والوں تاکہ تم کامیاب ہو سکو۔"

تقویٰ کے باعث انسانی اعمال میں حیا و پاک دامنی اور جائز ناجائز کا اسلامی شعور آجاتا ہے، چونکہ اسلام نہایت نفیس دین ہے اور اس میں بہت وسعت ہے، اسلام میں صفائی اور پاکیزگی بنیادی صفت ہے پھر چاہے وہ ظاہری جسمانی ہو یا قلبی و اخلاقی، ہر طرح سے اسلام پاکیزگی کو پسند فرماتا ہے اور ایسے معاشرے کی تشکیل پر توجہ دیتا ہے جو اعلیٰ اخلاق سے مزین ہو اور ایسے پاکیزہ اخلاقِ حسنہ سے مزین تعلیمات و راہنمائی دی ہے جن سے بے حیائی اور غیر اخلاقی کاموں کا موقع ہی نہ مل سکے اور سماج میں خیر کی روایات کو آگے بڑھنے کے لئے پوری طرح کوشش کرتا ہے۔ اسلام جہاں ظاہری طور پر باوقار لباس زیبِ تن کرنے کا حکم دیتا ہے وہیں اللہ تعالیٰ خوف رکھنے، تقویٰ اختیار کرنے کا بھی حکم دیتا ہے۔ اسلام نے جہاں ظاہری لباس سے ستر پوشی کا حکم دیا وہیں تزکیہ نفس کے ذریعے تقویٰ کا لباس اختیار کرکے فواحش امور اور باتوں سے اجتناب کی تلقین شرعی بھی کی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰبَنِىٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِىْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ﴾ [3]

۱-تقویٰ کے ثمرات، شیخ محمد بن صالح، مکتبہ رشیدیہ سلفیہ، لاہور، س ن، ص:۱۸

۲-سورۃ المائدہ:۱۰۰/۵

۳-سورۃ الاعراف:۷/۲۶

"اے اولادِ آدم بے شک ہم نے نازل کیا تم پر لباس کو جس سے تم چھپا سکو اپنے قابل ستر اعضاء کو اور تا کہ آرائش بھی کر سکو اور سب سے بہتر لباس تقویٰ کا ہے۔"

ایک عملی مسلمان ہمیشہ عبادات، تزکیہ نفس اور تقٰوی کے ذریعے اپنی حیا اور عفت کی حفاظت کر تا ہے، یہی وہ بنیادی روحانی قواتیں ہے جو انسان کی خطاؤں کو مٹا کر گناہوں اور برائیوں سے پاک کرتی ہے۔تقویٰ یعنی پاک دامنی و پرہیز گاری کا لباس در حقیقت خوفِ خدا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ نے حقوق و فرائض، حلال و حرام اور معیشت و معاشرت میں حدود واضح کئے ہے اور ان سے اگے بڑھ جانے کو 'عدوان' یعنی سرکشی قرار دیا جب کہ ان کی پاس داری میں زندگی گزارنے اور خوف خدا کے ساتھ معاملات انجام دینے کو تقویٰ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ یہ بات اس آیت میں بہت صراحت سے بیان ہوئی ہے، جس میں عدوان اور تقویٰ کے الفاظ تقابل کے اسلوب میں آئے ہیں:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلاَ تَعَاوَنُوْا عَلَی الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾[2]

"اور تم باہم مدد کرو نیکی اور تقویٰ میں اور نہ کیا کرو مدد گناہوں اور ظلم کے کاموں میں۔"

لہٰذا عبادات، تزکیہ نفس اور تقویٰ کے ذریعے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی روحانی بیماریوں اور کمزوریوں کو کنٹرول کرنے اور ایک پاک، باوقار ایمانی زندگی گزارنے کا علاج دیا ہے۔بشریت کے تقاضے سے ایمانی لیول میں جو بھی کمی بیشی آئے تو بجائے اس پر قائم رہنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ اور عبادات و تزکیۂ نفس کی طرف رجوع کریں، مثلاً اگر بد نظری یا بے حیائی کا کوئی بھی فعل سرزد ہو جائے تو صلوٰۃِ توبہ پڑنا بھی خود پر لازم رکھے، ایسی طرح اگر کوئی مستقل طور پر کسی بے حیائی یا برائی کے کچھ عادات و افعال کا عادی ہو، جس سے نکلنا مشکل لگتا ہو تو صلوٰۃِ توبہ کے ساتھ روزہ اور دیگر عبادات کے ذریعے تقویٰ کے حصول کی کوشش جاری رکھے اور اپنے نفس کے لیے سزا اور تنبیہ کے طور پر روزہ، کثیر تعداد میں نوافل اور مالی صدقہ اپنے اوپر بطورِ جرمانہ رکھا کریں جو اس کے نفس کو شاک گزرے، تاکہ دوبارہ وہ آسانی سے وہ فعل سرزد نہ ہو بلکہ نفس کی اصلاح ہوتی رہے۔

۱-فضائل اعمال، مولانا محمد زکریا، کتب خانہ فیضی لاہور، سن ن، ص:۳۷۳

۲-سورۃ المائدہ:۵/۶

فصل دوم

تربیت اور قرآن وسیرت

عصر حاضر میں ہر طرف بے حیائی اور فحاشی کی اشاعت کھلے عام ہو رہی ہے جس میں اسلامی تربیت ایک ایسی بنیادی ضرورت ہے جو نئی نسل میں حیا کی ترویج اور بقا کے لیے اوّلین ترجیحات پر رکھنا ضروری ہے۔ چونکہ اسلام میں تصورِ حیا شخصیت کا ایک اہم جز ہے اور بنیادی اخلاقی صفت ہے۔ اخلاق میں سب سے اہم ترین عنصر تربیت ہے جو کہ فرائض نبوت کا ایک جامع مظہر ہے، اسلام کا تربیتی نظام درجہ ذیل مراحل پر مشتمل ہے:

پہلا مرحلہ: جنین میں روح پھونکنے سے ولادت تک:

اولاد کے نیک اور صالح واقع ہونے کے لیے تمام انبیاء کرام علیہ السلامؑ اور صالحین کا اللہ تعالی سے خصوصی دعائیں طلب کرنا ثابت ہے، اولاد کی دینا میں آنے سے پہلے ہی اس کی فکر اور اللہ تعالیٰ سے ان کے نیک ہونے کی دعائیں مانگنا والدین کا فریضہ ہے، جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کی نیک اولاد کے لیے دعا جو قرآن میں یوں آتی ہے:

﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ﴾ [1]

"اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطاف فرمادیں"

ذکریا علیہ السلام کی دعا کے الفاظ ہے:

﴿قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ﴾ [2]

"کہا اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔"

لہٰذا اسی طرح تمام مؤمنین کو تلقین کی گئی ہے کہ اولاد کی پیدائش سے پہلے اور ہمیشہ نیک صالح ہونے کی اللہ تعالیٰ سے دعاوں کا اہتمام کیا جائے، اسی طرح ولادت کے بعد غیر شرعی رسومات کے بجائے والدین کو چاہیئے کہ انہیں اچھا نام دیں اور شیطان سے حفاظت کے لئے قرآنی آیات و دعاؤں کا اہتمام کریں، جیسا کہ امِ مریم کا عمل قرآن مجید میں بیان ہوا:

﴿وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَامَرْيَمَ وَانِّى اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾ [3]

"اور اس کا نام میں نے مریم رکھا اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان ناپاک سے۔"

۱-سورۃ الصافات:۳۷/۱۰۰

۲-سورۃ الاعمران:۳/۳۸

۳-سورۃ الفرقان:۲۵/۳۶

اس آیت میں بہت گہرا سبق ہے ایمان والوں کے لیے کہ کس طرح حضرت مریم کی ماں نے ان کے دنیا میں آتے ہی نہ صرف اپنی اولاد کو بلکہ اس کی بھی آنے والی اولاد کو شیطان سے حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ کے حوالے کیا۔

دوسرا مرحلہ: مرحلہ رضاعت

اولاد کی پرورش کا دوسرا مرحلہ رضاعت یعنی دودھ پلانے کا ہے جو دو سال کی عمر تک حق ہے، قرآن مجید میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ [1]

"اور ماؤں کو دودھ پلانا چاہیئے ان کی اولاد کو مکمل دو سال تک اور یہ ان ماؤں کے لیے ہے جو رضاعت کی مدت کو پورا کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔"

اس مرحلے میں ماں کو خصوصی طور پر ذکر واذکار اور درود شریف اور دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہیئے کیونکہ اگر ماں نیک ہوگی اور اس کی نیت اولاد کو شیطانی زندگی سے اللہ تعالیٰ کے حوالے ہر وقت رکھنا ہو تو ان کی نیت اور دعاؤں کا ان کی اولاد پر نیک اثر مرتب ہوگا۔

تیسرا مرحلہ: تیسرے سال سے سات سال تک

بچوں کی تربیت میں اگر بچپن سے شرم وحیا کا عنصر نمایاں رکھا جائے تو وہ جوانی میں بھی بے حیائی کے عادات وافعال میں مبتلا ہونے سے دور رہ سکے گے، اگر شروع سے ہی گھر میں اچھی تربیت اور معاشرہ میں اچھے ساتھی میسر آجائیں تو وہ ایمان واخلاق میں اسوہ نمونہ اور کامل انسان بن جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے:

((قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم"مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلاَّ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ)) [2]

نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایاہے کہ ہر نومولود کی پیدائش فطرت سلیمہ پر ہوتی پس اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا پھر مجوسی بنادیتے ہیں۔"

۱-سورۃ البقرہ:۲/۲۳۳

۲- صحیح البخاری، کتاب الجنائز، حدیث:۱۳۵۸، ص:۱/۳۷۷

یعنی جو ماحول اور تربیت میسر ہو گی بچہ اسی کے مطابق زندگی گزارتا اور عادات و مذہب اپناتا ہے اگر ایمانی تربیت ملے گی تو وہ یقینا معاشرہ میں حقیقی باحیا مسلمان بن کر ابھرے گا لیکن اگر اس کی تربیت صحیح اسلامی ماحول میں نہ ہو تو وہ باحیا و باکردار زندگی گزارنے سے نا آشنا رہ جائے گا۔بچوں کی تربیت کا کام والدین کی اصل ذمہ داری ہے۔

چوتھا مرحلہ: سات سال سے بلوغت تک:

گھروں میں نوعمری کے دوران ہی لڑکے لڑکیوں کی نشست و برخاست کا انتظام علیحدہ ہونا چاہیے۔ان کو نماز کی پابندی اور کردار کی نشو و نما اور لڑکا، لڑکی کی جسمانی و ذہنی تربیت میں جو فطری اختلاف ہے اس کے مطابق ان کی تربیت کی جائے، اس مرحلے میں تربیت اولاد سے متعلق نبی کریم ﷺ کی تعلیمات موجود ہیں، جیسا کہ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

((مُرُواأَوْلادَكُمْ بِالصَّلاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُسَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَاوَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ))[1]

” تمہاری اولاد جب عمر میں سات سال ہو جائے تو تم ان کو نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انہیں اس پر (یعنی نماز نہ پڑھنے پر) مارو، اور ان کے لیٹنے کی جگہیں جدا کر دو۔"

اگر اس حدیثِ پاک کی تفصیل دیکھی جائے تو سیرتِ طیبہ کی روشنی میں بچوں کی مکمل جنسی تربیت کا پہلو ملحوظ رکھا گیا ہے، کیونکہ دس سال کی عمر سے بلوغت کا آغاز ہوتا ہے، جس میں جسامت میں بھی تبدیلیاں لڑکیوں اور لڑکوں کی جنس مخالف کی وجہ سے قوت و کشش کا ظاہر ہونا بھی شامل ہے، اس لیے ان کے بستر الگ کر دینے کی تعلیمات میں دراصل درپردہ ان تمام خطرات او محرکات کا انتظام فرمایا جس کے لئے موجودہ الیکٹرانک دور میں لبرل ممالک حتیٰ کہ پاکستان جیسے اسلامی ملک میں بھی کوشش کی جارہی کہ بچوں کی جنسی تعلیم کا اہتمام کیا جائے، جب کہ اگر سیرتِ طیبہ سے راہنمائی لی جائے تو اس کے عملی اقدامات کو نہایت ہی مہذب اور شائستہ انداز میں، اس ایک حدیث مبارکہ میں ہی پاسکتے ہیں۔نیز بلوغت کے بعد بچوں کے لیے گھروں میں جانے سے پہلے اجازت طلب کرنے کی تلقین ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾[2]

۱۔ سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب متیٰ یومر الغلام بالصلاۃ، حدیث:۴۹۵ ص:۱/ ۹۳

۲۔ سورۃ النور:۲۴/ ۵۹

"اور جب پہنچ جائے بلوغت کی عمر کو تمہارے لڑکے تو انہیں بھی اجازت لے کر آنا چاہیے جس طرح کہ ان سے پہلے لوگ اجازت لے کر آتے ہیں-"

محرم اور غیر محرم کا وہ شعور جو قرآن و سنت میں بتایا گیا ہے اس کو بتدریج اجاگر کیا جائے۔ عریانی، فحاشی، مردوزن کا اختلاط، حیا سے عاری گفتگو، ستر سے بے نیاز لباس، بدکاری کو فیشن کے طور پر اپنانا ایسی اخلاقی بیماریاں ہے کہ عصر حاضر میں جس کی کوئی انتہا نہیں رہی، لہذا ان بیماریوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے اپنے بچوں کو ایک اسلامی اسپرٹ کے ساتھ پرورش کرنا اہم وضروری فریضہ ہے۔ اس کو ایک مہم کے طور پر جاری رکھنا ضروری ہے-

پانچواں مرحلہ: بلوغت سے نکاح تک:

اسلامی تعلیمات کی رو سے ہر کسی کو چاہیئے کہ جس طرح اپنی اصلاح کی فکر کرے اسی طرح اپنے اہل وعیال اور معاشرے کی اصلاح کے لئے بھی ایسی ہی کوشش کرے-اولاد کی حیا اور ایمان کی حفاظت کا اہتمام کیا جائے، بالغ ہونے کے بعد اسلام نے نکاح میں جلدی کی ترغیب دی تا کہ اولاد اپنی فطری ضروریات کے لئے ناجائز اسباب اور بے حیائی کے اجتناب سے بچ سکے اور جہنم کی آگ سے محفوظ رہ سکے- حضور ﷺ نے فرمایا:

((يَامَعْشَرَالشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ))[1]

"اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو شخص نان ونفقہ کی طاقت رکھے تو وہ شادی کرلے، اس لیے کہ اس سے نگاہیں زیادہ نیچی رہتی ہیں، اور شرمگاہ کی زیادہ حفاظت ہوتی ہے، اور جو نان ونفقہ کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کو چاہیئے کہ روزے رکھے کہ روزہ شہوت کو ختم کرتا ہے-"

اسی طرح اسلامی تعلیمات کی رو سے نہ اپنی اصلاح کی فکر ضروری ہے بلکہ اپنے اہل واعیال اور معاشرے سب کی فکر کرنی چاہیئے، جیسا کہ رسول پاک ﷺ کا ارشاد ہے:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤول عَنْ رَعِيَّتِهِ الإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْؤولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْؤولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْؤولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا))[2]

۱- صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم، حدیث:۵۰۶۶، ص:۲/ ۳۳

۲- صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، باب الجمعہ، حدیث:۸۹۳، ص:۱/ ۳۶۱

ہر کوئی تم میں سے نگہبان ہے اور اس سے اس کی متعلقات کے بارے پوچھ گچھ ہو گی۔ امام ذمہ دار ہے اور اپنے ماتحتوں کے بارے میں جواب دہ ہے۔ آدمی ذمہ دار ہے اور اپنے گھر والوں کے بارے میں جواب دہ ہے عورت اپنے خاوند کے گھر میں ذمہ دار ہے اور اپنی رعیت کے متعلق جواب دہ ہے"

معاشرہ ان برائیوں کا عادی ہوتا چلا جائے تو تباہی کے گڑھے میں گرنے سے پہلے کوئی رکاوٹ نظر نہیں آتی۔ ان پانچ مراحل میں کم و بیش عمر کی مناسبت سے جن وسائل سے استفادہ حاصل کیا جاسکتا ہے وہ اہمیت کے واعتبار سے اس طرح بیان کیے جاسکتے ہیں: قرآن وحدیث (تلاوت، حفظ، فہم، عمل)، اخلاق و آداب، تعلیم وتربیت، اخبارات ورسائل، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ۔[1]

ان تمام مراحل میں سب سے اولین مدرسہ ماں کی گود ہے اور پھر گھر کا ماحول اہم کردار ادا کرتا ہے تیسرے مرحلہ پر معاشرہ جس میں مسجد، سکول، کالج، کھیل کے میدان وغیرہ شامل ہو سکتے ہیں۔ اسلام نے ان تمام مراحل میں باقاعدہ رہنمائی عطا کی ہے- ہمارے معاشرہ میں جو اولاد کی نافرمانی کے پہلو اور مشاہد نظر آتے ہیں اس کی بنیادی وجہ والدین کا اولاد کی تربیت کا مکمل طور پر اہتمام نہ کرنا ہے کہ جسمانی، تعلیمی تربیت کو اتنی اہمیت دی جائے کہ روحانی ودینی واخلاقی تربیت کا پہلو نظر انداز ہو جائے۔ اولاد کی نافرمانی میں بنیادی سبب یہی ہے۔ تربیتِ اولاد میں فہم قرآن اور دینی علم کو اہتمام اوّلین مقاصد میں شامل ہو، کیونکہ بہتر انسان وہی بن سکتا ہے جو ان اسلامی تعلیمات سے آگاہ ہو جس کو مسلمانوں کے لئے کردار میں حیا اور عفت وپاک دامنی اخیار کرنے کے لازمی قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ ایک حدیث ہے:

((قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِنَّ أَفْضَلَكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ)) [2]

"آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں بہتر وہ شخص ہے قرآن مجید پڑھے اور پڑھائے۔"

خواتین کے لئے مکمل طور پر حیا وعفت کی تعلیمات اور تربیت کے تمام پہلو کا اخاطہ ان آیات میں موجود ہے۔جس میں پردہ، احکامِ پردہ، اس کے خدود، زیب وزینت کے حدود وغیرہ سب تربیتی پہلو کو واضح کردیئے گئے ہیں۔ اسلام میں ایمان اور اخلاق الگ چیزیں نہیں ہیں۔ ایک مسلمان کی پہچان ہی اخلاق سے ہے۔ اگر اخلاق نہیں تو مسلمان نہیں۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ ایک مسلمان ایمان کا تو دعویٰ کرے مگر اخلاقیات سے عاری ہو۔ اسلامی تعلیمات کا

۱- اولاد کی تربیت، محمد فیض الابرار، محدث فورم، مجلس التحقیق الاسلامی، ۳۰ نومبر ۲۰۱۳

۲- صحیح بخاری، کتاب فضائل قرآن، باب خیر کم من تعلم القرآن، حدیث: ۵۰۲۷، ص: ۲/ ۱۲۴

تقاضہ ہے کہ ہم ایک اچھا مسلمان بننے کی کوشش کرتے ہوئے حیاوپاک دامنی کو اپنا طرز زندگی بنائے اور نظام زندگی اُس طرح سے گزاریں جس طرح قرآن وسنت میں ہمیں تلقین کی گئی ہے۔ والدین اپنی اولاد اور گھر کے سربراہ اپنے اہل و اعیال اور رشتہ داروں کی اصلاح کی کوشش کریں، بلاشعبہ اگر ہر انسان اپنی استطاعت اور اپنے ماتحت اور زیر نگرانی کی سطح تک کوشش کو جاری رکھے تو اس کا اثر بہت جلد ایک اسلامی باحیا معاشرے کی صورت میں ممکن ہے۔

فصل سوم

حکومتی اور تعلیمی اداروں کی خدمات

اقوام کی زندگی سنوارنے میں تعلیم وتربیت اور ریاست و حکومت کا کردار بہت اہم ہے، اقوام کی ساری زندگی کی عمارت اسی بنیاد پر تعمیر ہوتی ہے اور اپنے تعلیمی فلسفہ کے ذریعے ہی اپنے نصب العین مقاصد حیات تہذیب وتمدن اور اخلاق ومعاشرت کا اظہار کرتی ہیں۔ آج یورپی دنیا کے ساتھ ساتھ اکثر اسلامی ممالک اور پاکستانی معاشرہ بھی ثقافتی واخلاقی طور سے کمزور ہوتا جارہا ہے۔ سرکاری اور غیر سرکاری، ملکی اور بین الاقوامی اداروں کی اسلامی اقدار سے غفلت اس بگاڑ کو بڑھانے کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں، بے حیائی وعریانیت جیسی اخلاقی بیماریوں کو ختم کرنا ہر حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے، اس سلسلے میں حکومت اور تعلیمی ادارے اگر مندرجہ ذیل امور میں اپنا کردار ادا کرے تو بامقصد وباحیا معاشرے کی تشکیل حیا کے فقدان کو کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔

مثبت سرگرمیوں اور کھیلوں کا فروغ:

دنیا بھر میں کھیلوں کو فروغ دیا جاتا ہے تاکہ نوجوان طبقہ مثبت سرگرمیوں میں حصہ لے کر ملک کی تعمیر اور ترقی میں کردار ادا کرے مگر پاکستان میں ایسا کچھ نہیں کیا جارہا بلکہ یہاں کھیل کے میدانوں پر قبضہ کرکے پلازے بنا دیئے جاتے ہیں، کھیلوں کے میدان اجاڑ دیے گئے ہیں، پاکستان میں تفریحی سرگرمیوں پر ایک مذہبی طبقے کی جانب سے قدغن لگانے کی باتیں سامنے آتی ہیں تو دوسری جانب حکومتی پالیسیاں بھی انسان یا نوجوان دوست نہیں۔

کھیلوں اور تعلیمی وعملی سرگرمیوں کو توجہ دینے سے نئی نسل میں ملک وقوم کی خدمت کا جذبہ اور ان کی توانائی کا مثبت استعمال کیا جاسکتا ہے۔[1]

دنیا بھر کی حکومتیں اپنے اس مستقبل کو صحیح رخ پر ڈالنے کے لئے ہر طرح کی کوشش کرتی ہیں جبکہ پاکستان میں حکومت، انتظامیہ اور دیگر قانون نافذ کرنے والے ادارے "پابندی" کا ہتھیار استعمال کرتے ہوئے ان کی سرگرمیاں روکنے کی کوشش کرتے ہیں جو فضول ہی ثابت ہوتی ہے کیونکہ نوجوانوں کو کچھ نہ کچھ کرنا ہوتا ہے اس لیے مثبت سرگرمیوں کی عدم دستیابی کی وجہ سے وہ سینما ہاؤس اور بے حیائی کے بے کار افعال کے عادی ہو جاتے ہیں، حکومت، انتظامیہ اور معاشرے کو سوچنا چاہیئے کہ ان سے تربیت میں کہاں کمی رہ گئی ہے، نوجوانوں کو اس طرح کی غیر اخلاقی سرگرمیوں سے بچانے کی لیے ملک میں حکومتی سطح پر کھیلوں اور دیگر مثبت سرگرمیوں کا انعقاد کرنا چاہیئے۔

سینما ہاؤس اور ناچ گانے پر پابندی:

آج اگر دیکھا جائے تو اسلامی مملکت ہونے کے باوجود پاکستان میں بھی سینما کا رواج بہت فروغ پارہا ہے حتیٰ کہ اس کو برا سمجھا ہی نہیں جاتا، بلکہ بغیر کسی جھجک کے بہن بھائی اور کزنز کا ایک ساتھ باقاعدہ مویز کے لیے راتوں کو

۱-اردو پوئنٹ، اسلام آباد، ۱۵ستمبر ۲۰۱۸

جانا اب معمول بن گیا ہے۔اور افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ ان سینماؤں میں صرف ناچ گانے اور فحاشی و بے حیائی کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ایسے میں ملک کے نوجوان سینما گھروں میں جانا، بے حیائی کے افعال میں مشغولیت یا منشیات کا استعمال نہیں کریں گے تو اور کیا کریں گے ؟ جب نوجوان نسل کے لئے مثبت تفریحی راستے بند کر دیے جائیں۔[1]

پاکستان بھر میں سینما ہاؤس میں کھلے عام دیکھائے جانے والے غیر قانونی انڈین اور دوسرے فحش فلموں اور چینلوں کو بند کیا جائے، اس کے برعکس بامقصد قومی و اصلاحی پروگراموں اور مثبت تفریحی مواد کو فروغ دیا جائے جس سے نوجوانوں کو تفریحی ماحول بھی میسر ہو ساتھ میں ان کی ذہنی نشوونما اور کردار سازی کا عنصر بھی ہو اور اپنے ملک و قوم کے کلچر اور روایات سے آشنا ہو سکے۔

تحفظِ نسواں اور حکومت کی ذمہ داری:

پاکستان میں خواتین کو برابری اور آزادی کے دھوکے میں یہ احساس دلایا جارہا ہے کہ ان کے حقوق و تحفظ کا استحصال کیا جارہا ہے، جبکہ آزادی کے نام پر مغربی تہذیب اور حیا سے خالی بے باک ماحول کو فروغ دیا جارہا ہے۔

پاکستان کا آئین تمام شہریوں کو قانون کی نظر میں برابری کا حق دیتا ہے۔ جس کی بنیاد پر کوئی امتیازی قانون نہیں، عورت کا تحفظ مملکت کی ذمہ داری ہے۔ حالیہ دور میں پاکستان میں کام کرنے کی جگہوں اور یونیورسٹیوں میں خواتین کو جنسی طور پر ہراساں کیا جانا، استحصال اور تفریق عام ہو گئی ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق ۲۰۰۹ سے ۲۰۱۴ تک، یعنی صرف پانچ سال کے عرصے میں خواتین سے زیادتی کے کل ۱۴،۵۸۳ کیسز درج ہوئے۔[2]

موجودہ دور میں خواتین بحیثیت ایئر ہوسٹس، مخلوط تعلیم گاہوں میں بحیثیت طالبات اور ٹیچر، تھیٹروں میں بحیثیت اداکارہ یا گلوکارہ، مختلف ذرائع ابلاغ میں بحیثیت اناؤنسر بٹھادیا گیا، جہاں وہ نامحرم نگاہ کا مرکز بن گئی، فحش رسائل واخبارات میں مارکیٹنگ کا وسیلہ بنایا گیا، ہر جگہ آزادی نسواں کے فریب میں عورت کی عزت اور ان حقوق کا استحصال ہو رہا ہے جس کا تعین کرنے کے لیے آج سے چودہ سو سال پہلے اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام اور تعلیماتِ سنت کے ذریعے دلوائے ہے۔[3]

۱۔نوجوانوں کی اخلاقی بربادی، ذمہ دار کون، ڈاکٹر اویس فاروقی، روزنامہ خبریں، ۶ جولائی ۲۰۱۷

۲۔تحفظ حقوق نسواں، کائنات احمد، روزنامہ نوائے وقت، ۱۹ ستمبر ۲۰۱۸

۳۔تحریک آزادئ نسواں محض ایک ڈھونگ، مشتاق احمد کریمی، ۲۷ جولائی ۲۰۰۷، https://islamhouse.com/

غیر اخلاقی چینلز پر پابندی اور پیمرا کی ذمہ داری:

پاکستانی ٹی وی چینلوں اور پرنٹ والیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ جو غیر اخلاقی ڈرامے فلمیں اور تصاویر کھلے عام دیکھائے جارہے ہیں ان سب کے حیا پر منفی اثرات واقع ہورہے کیونکہ بچوں اور نوجوانوں کا زیادہ تر وقت اس کے آگے ہی گزرتا ہے اور اپنی عملی زندگی میں بھی وہی طرزِ عمل اپناتے ہیں جو میڈیا پر دن رات دیکھتے ہیں۔

اس سلسلے میں پیمرا کی ذمہ داری اور اس کا فعل کردادر بہت اہم ہے، ضروری ہے کہ جو ضابطہ اخلاق مرتب کیا جائے، پھر اس پر عملدرآمد کرانے کا نظام بھی ساتھ ہی وضع ہونا چاہیئے، جو حکومت کی زیر نگرانی اور اسلامی ریاست کے قوانین اور شان کے مطابق ہو۔

پیمرا کی ویب سائٹ پر شکایات کے لیے ایک حصہ مخصوص کیا جائے جہاں شہری کسی بھی پاکستانی چینل پر نشر ہونے والے مواد سے متعلق اپنے اعتراضات جمع کرواسکے، چونکہ اس نظام کی جزئیات خود میڈیا کو ترتیب دینی ہیں اس لئے اس پر عملدرآمد کرانا بھی اسی کا فرض ہونا چاہیئے۔ پیمراء جیسی ریگولیٹری اتھارٹی اس میں صرف ریفری کا کردار ادا کرے اور اس کی خلاف ورزی کی صورت میں تعزیر کے لئے ایک کمیشن کی تشکیل دی جائے جو میڈیا کے سب طبقوں پر مشتمل ہو۔ اس کمیشن کو عدم عمل درآمد کی صورت میں احتساب کرنے اور تعزیر نافذ کرنے کا اختیار ہو۔ یہی وہ اصول اور طریقے ہیں جو اس شعبے کو موجودہ بحران سے نکال سکتے ہیں۔[1]

حیا اور حجاب کے کلچر کو حکومتی سطح پر فروغ دینا:

حیا کو فروغ دینے کے لیے ہر سال ۴ ستمبر کا دن پوری دنیا میں "عالمی یوم حجاب" کے طور پر منایا جاتا ہے۔ یہ دن فرانس میں حجاب پر پابندی کے بعد لندن میں ایک کانفرنس کے موقع پر عالم اسلام کے ممتاز راہنماؤں نے ۲۰۰۴ میں طے کیا تھا، جس کا مقصد حجاب کا استعمال عام کرنا نہیں بلکہ اس کی اہمیت اور افادیت کو بھی اجاگر کرنا ہے۔ ہر گزرتے سال کے ساتھ ساتھ یہ دن منانے والوں کا بھی کئی گنا اضافہ ہوا جب کہ بے شمار ایسی خواتین جو باقاعدہ حجاب نہیں کرتی اس دن کی مناسبت سے آئندہ مستقبل میں باحجاب رہنے کا عہد بھی کر رہی ہیں۔ شاید اسی لیے دنیا بھر کی خواتین میں حجاب کی مقبولیت بھی تیزی سے بڑھتی چلی جارہی ہے۔ لہٰذا حکومتِ پاکستان کو بھی حیا کلچر کو حکومتی سطح پر فروغ دینے کے سلسلے میں ۱۴ فروری کو بطورِ حیا ڈے یا یوم حیا متعارف کروانا چاہیئے جو بلاشبہ بہت قابل تحسین ہے، جیسا کہ اس سال پاکستان میں پیمرا کی جانب سے ویلنٹائن ڈے کی پرموشن پر مکمل طور پر پابندی لگاتے ہوئے

۱۔ پاکستان میڈیا اپنے ارتقائی تناظر میں، بابر خان ناصر، روزنامہ پاکستان، ۱۶ جولائی ۲۰۱۴

تمام الیکٹرونک میڈیا کو نوٹس جاری کر دیا گیا تھااور اس کے برعکس حکومتی ادارے پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی نے اس سال ۱۴ فروری کو قومی سطح پر یوم حیا منانے کی حمایت کا اعلان کر دیا۔[1]

بے حیائی کے روک تھام کے سلسلے میں چیف جسٹس ثاقب نثار نے خواتین کے بیہودہ فیشن پر پابندی عائد کرنے اور پاکستانی اداکاروں کو لباس میں بے حیائی کے حدود پار کرنے پر شدید تنقید کی انہوں نے کہا کے انٹرٹیمنٹ کے نام پر ٹی وی چینل شو میں جو لباس اور پہناوے دیکھائے جارہے ان کا حیا پر شدید اثر ہو رہا اور انتہائی قابل اعتراض ہے جو ہمیں کسی صورت بھی قابل قبول نہیں۔[2]

اسلامی ریاست ہونے کے ناطے حکومتِ پاکستان کو میڈیا پر بھی حجاب کے دن کے مناسبت سے خصوصی پروگرامز، ٹاک شوز اور خاص طور پر مارنگ شوز دکھائے جائے اور تعلیمی ادواروں اور پبلک مقامات پر خواتین کے کھلے عام بے حجاب اور غیر مناسب لباس میں گھومنے پر پابندی عائد کرنی چاہیئے۔

مخلوط تعلیمی نظام کے حیا پر اثرات:

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارا موجودہ تعلیمی نظام بہت زیادہ زوال اور تنقید کی زد پر ہے اور اس زوال کے ازالے میں مغربی تہذب کی نقالی اوران کے نظام تعلیم کو بنا سوچے سمجھے، منصوبے اور بغیر پلاننگ اپنایا جارہاہے اور مخلوط تعلیم کا نظام بھی اس میں شامل ہے، اس نظامِ تعلیم کو اپنانے سے معاشرے میں بے حیائی کا کلچر عام ہونے کے منفی اثرات سے بحثیتِ مسلمان کوئی بھی نہیں کر سکتا۔

وہ لوگ جو اس کے حق میں دلیل دیتے ہیں اور چاہتے ہیں اسے سکول کالج میں متعارف کروایا جائے وہ سمجھتے ہیں یہ بہت فائدہ مند ہے، ان کے نزدیک پاکستان جیسے غریب ملک میں اس کے وسائل کو دیکھتے ہوئے یہ بات ناممکن ہے کہ لڑکیوں کے لئے الگ کالجز اور یونیورسٹیز کے اخراجات اٹھائے جاسکیں۔ دوسری دلیل یہ دی جاتی ہے کہ یہ ایک موقعہ فراہم کرتا ہے ایک دوسرے کو سمجھنے اور اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا کہ جہاں مرد وعورت ملی زندگی میں ایک دوسرے کے شانہ بشانہ ملک کی ترقی کے لئے فعال کردار ادا کریں گے ان میں خود اعتمادی پیدا ہو گی۔ مگر ہر بات کے جہاں مثبت پہلو ہوتے ہیں وہیں منفی پہلو بھی سامنے آتے ہین۔ آج ہم جس نظام کو اپنے معاشرے پر رائج کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، ۳۰ برس قبل ہی وہاں کے اہل دانش اس نظام کے حوالے سے سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں، اس کے تباہ کن نقصانات سامنے آئے ہیں۔ ان کے خاندانی اور معاشرتی نظام کا شیرازہ بکھر گیا ہے۔

۱- 14 فروری، یوم حیا پاکستان، دنیا نیوز، ۱۴ فروری، ۲۰۱۸

۲-نیو ٹی وی نیٹ ورک نیوز ہیڈلائنز، ۱۲ مئی ۲۰۱۸

اسلامی ریاست ہونے کے ناطے پاکستان میں بھی سعودی عرب و ایران کی طرح خواتین کی الگ تعلیم گاہیں اور اسکول وکالج اور یونیورسٹیوں کو قیام عمل میں لایا جائے، جو صرف اور صرف خواتین کے لیے مخصوص ہوں، مخلوط تعلیم نہ ہو اور مردوں کا ان تعلیم گاہوں میں آنا جانا اور عمل دخل ہرگز نہ ہو۔[1]

اگر موجودہ دور اور پاکستان کے وسائل اور حالات کے تناظر میں دیکھا جائے تو الگ الگ درس گاہوں کا قیام ممکن نہیں مگر ضروری ہے کہ طلباو طلبات میں اسلامی تعلیمات واقدار کی روشنی میں مخلوط معاشرت کے حدود اور محرم ونا محرم کا اسلامی تصور وشعور اجاگر کیا جائے، اس سلسلے میں ہر ڈیپارٹمنٹ میں سیمینارز اور ورک شاپس کا انعقاد ہر سمسٹر کے آغاز میں لازم ہو، جس میں تعلیمی یافتہ عصرِ حاضر کے اسلامک سکالرز اور اساتذہ کرام کو نوجوان طلبہ کی اخلاقی تربیت اور کردار و پاکیزگی سے متعلق ان کی خدمات لی جائے، طلبہ کو باقاعدہ ٹرینگ دی جائے کہ کس طرح مخلوط تعلیمی نظام میں رہتے ہوئے معاصی اور بد نگاہی سے حفاظت اور ایمان کا بچاؤ کرنا ہے، عموما طلبہ کو محرم و نا محرم اور اسلامی معاشرت و آداب کا شعور ہی نہیں ہو تا اس لیے ان اقدامات کو انعقاد بے حد ضروری ہے۔

نصابِ تعلیم میں اسلامی تعلیمات کا فقدان:

پاکستانی تعلیم کے نصاب میں اسلامی تعلیمات کے کمی کو دور کیا جائے، کیونکہ تعلیمی نصاب میں اسلامی تعلیم و تربیت ہی کا سبب ہے کہ مخلوط تعلیمی اداروں میں محرم و نا محرم کا تصور نہیں اور دین سے دوری اور بے حیائی کو فروغ مل رہا ہے۔

اسلامی تعلیمات کی آفاقیت اور جامعیت نیز پاکستانی معاشرے کے دینی، تاریخی، ثقافتی اور معاشرتی تقاضوں سے نصاب سازی کے اصولوں (توازن، تسلسل، لچک، قابل فہم، قابل عمل وغیرہ) کے مطابق نصاب سازی کی جائے۔ جس اسلام کو بطور ضابطہ حیات متعارف کرایا جائے، اور قابل فہم بنا کر پیش کیا جائے، جید علمائے کرام، ماہرین تعلیم اور اسلامیات کے دانشور افراد کے ساتھ باہمی مشاورت سے اہداف و ترجیحات اور معاشرتی تقاضوں نیز طلبہ کی فطری رجحانات کے مطابق مختلف مراحل اور مضامین پر مبنی تعلیمی و تربیتی پروگرام شروع کیا جائے۔ نصاب میں معاشرے کی خواتین، نوجوان نسل اور بچوں کی بہتر اور مؤثر تعلیم و تربیت کے لیے تبلیغی و تربیتی شارٹ کورسز متعارف کرائے جائیں اور مبلغین، ائمہ جمعہ و جماعت، خطباء، اساتذہ، شرعی ججز (قاضی)، اور محققین کے لیے تربیتی (پروفیشنل) کورسز کئے جائیں۔

۱۔ مخلوط تعلیم اور اس کے مضمرات، ام عندلیب، ص:۸۹

تعلیمی اداروں میں غیر اخلاقی سرگرمیوں کی روک تھام:

تعلیمی اداروں میں کنسرٹس اور اس طرح کے دیگر غیر اخلاقی سرگرمیوں کو ختم کیا جائے، ڈرامہ فیسٹول اور مختلف قسم کے کلچر شوز وغیرہ جن میں ڈانس، ناچ گانا اور عمومی طور پر سب غیر اخلاقی سرگرمیاں ہوتی ہیں جو حیا پر منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔

ملک کے تمام سرکاری ہی نہیں، بلکہ نجی اسکولوں میں بھی ہر قسم کی تقریبات میں بچوں سے ڈانس کرانے پر پابندی عائد کر دی جائے، کسی تقریب میں بچوں کو ڈانس کی اجازت دینے یا زبردستی ڈانس کرانے پر اس اسکول کا لائسنس معطل کر دیا جائے اور اس طرح اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ہر قسم کی غیر اخلاقی سرگرمیوں پر پابندی نافذ کرنا تمام تعلیمی اداروں کی بنیادی قوانین و مقاصد کا حصہ بنادیا جائے۔[1]

غیر اسلامی لباس پر پابندی، حیاو حجاب کو فروغ دینا:

پنجاب حکومت نے مارچ ۲۰۱۸ کے ایک ہدایت نامے کے ذریعے اساتذہ کے جینز پہننے پر پابندی عائد کر دی ہے۔ اس سے پہلے مختلف یونیورسٹیوں کی جانب سے طالبات کے جینز پہننے پر پابندی کی خبریں آتی رہی ہیں۔ گزشتہ چند برسوں میں نیشنل یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، نیشنل ٹیکسٹائل یونیورسٹی آف فیصل آباد، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد، فاسٹ نیشنل یونیورسٹی اسلام آباد، کنیئرڈ کالج اور ایسے دیگر بڑے تعلیمی اداروں کی جانب سے مختلف وجوہات کی بنیاد پر طالبات کے جینز پہننے پر پابندی کی خبریں آتی رہی ہیں۔ اس طرح کے عملی اقدامات کی ضرورت ہے کہ ہر تعلیمی ادارے میں اسلامی جمہوری ملک ہونے کے سبب کم از کم غیر اسلامی لباس پر پابندی، حیاو پردہ کا اہتمام اور کالجز اور یونیورسٹیوں میں حجاب کو لازمی قرار دیا جائے، پردہ و حجاب کو فروغ کے طور پر غیر اسلامی لباس پر جرمانہ اور جو لڑکیاں حجاب پہنیں گی ان کو اضافی انعامات دیئے جائیں، تعلیمی اداروں میں حیا کی ترغیب و تربیت کا اہتمام کیا جائے۔

کردار سازی اور تعلیمی ادارے:

کردار سازی نہ ہونے کے سبب اور ذہنی ناپختگی کے باعث عصر حاضر کے نوجوان اس نہج پہ چلے جاتے ہیں کہ جہاں معاشرہ اور مذہب انہیں جانے سے روکتا ہے۔ نوجوان نسل قوم کا سرمایہ ہیں مگر وہ جھاڑیوں کی طرح بڑھ رہے ہیں ان کی کوئی سمت متعین نہیں ہے سوچ اور فکر سے عاری ہیں ان کے رویوں میں تعمیری انداز فکر نہیں ہے۔ ان

۱۔ تعلیمی اداروں میں عریانی و فحاشی اور معاشرتی بے حسی، حامد ریاض، ہفتہ روزہ، فرائیڈے اسپیشل، ۱۶ مارچ ۲۰۱۸

کے رویوں میں تعمیری سوچ لانے کے لئے ضروری ہے ان کی کردار سازی کی جائے،ایک مسلمان ہونے کے ناطے زندگی کا مقصد، اسلامی تعلیمات سے آگاہی اور علم و تعلیم مع اخلاقی تربیت لازمی ہو۔

مسائل کے حل کے لئے خصوصی اقدامات کا انعقاد:

دنیا کی ترقی یافتہ قومیں اپنے کامیابی، امن اور عالمی ترقی کے سلسلے میں اپنے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت پر اور ان کی مشکلات کے حل کے لئے خصوصی بندوبست و اہتمام کرتے ہیں، کیونکہ اگر ملک کے نوجوان طبقے کی وقت پر صحیح راہنمائی نہ کی جائے تو معاشرہ عدم استحکام کا شکار ہو جاتا ہے۔ پاکستان میں بھی بدقسمتی سے کئی دیگر حساس معاملات کی طرح نوجوانوں کے مسائل کے حل کے لئے واضح راہنمائی اور کوئی پالیسی نہیں ہے اگرچہ پاکستان میں لبرل ازم اور بے پردگی و بے حیائی بہت تیزی سے پھیل رہی، تاہم اسلامی مملکت ہونے کے اعتبار سے ملک میں ایسی بہت سے تنظمیں بھی موجود ہے جو نوجوان طبقے میں فحاشی اور بے حیائی کے بارے میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بیداری اور اسلامی نقطہ نظر سے اس کی ضرورت و اہمیت اور عملی استحکام کے لیے بھرپور کوشش کر رہیں ہیں، مثلا جماعت، اسلامی، الہدیٰ اور یوتھ کلب کے خدمات اس سلسلے میں قابل ذکر ہیں-جو ہر وقت کسی نا کسی صورت مختلف تعلیمی ادوروں اور ملک کے نوجوانوں میں حیا کے فروغ اور اسلامی اقدار کی اشاعت کے لیے کنسرٹز اور پروگرامز کا انعقاد کرتے ہیں-اس کے علاوہ ہر یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات کے اساتذہ، وطالبات اور دیگر فیکلٹی ممبرز مختلف تقاریب وسیمنارز کا انعقاد کرتے رہتے ہیں۔

ایک تندرست اور باشعور قوم بننے کے لئے ضروری ہے کہ ملک کے نوجوانوں کی وقت پر اور صحیح جانب راہنمائی کی جائے، ان کے مسائل وضروریات کی طرف خصوصی توجہ دی جائے، زندگی کی بنیادی ضروریات، تعلیم و کردار اور ان کے توانائی کے مثبت استعمال کے لیے منصوبہ بندی اور مناسب اقدامات کئے جائے،اس کے لئے حکومتی اداروں، والدین، اساتذہ، سول سوسائٹی کے اداروں کے ساتھ ساتھ تمام مکاتب فکر کو اپنی ذمہ داری ادا کرنا بہت ضروری ہے۔

اساتذہ اور انتظامیہ کی ذمہ داریاں:

قوموں کی تعمیر وترقی میں اساتذہ کا رول اہمیت کا حامل ہوتا ہے، اساتذہ کو نئی نسل کی تعمیر وترقی، معاشرے کی فلاح وبہبود، جذبہ انسانیت کی نشوونما اور افراد کی تربیت سازی کی وجہ سے جو مقام حاصل ہے وہ معاشرے میں اور کسی کا نہیں ، والدین اپنی اولاد کو اسکول اور مدرسہ کے حوالہ کرتے ہیں یہ گویا کہ ایک امانت ہے، اساتذہ اور ادارہ ان کا امین ہوتا ہے اگر وہ امانت کے سلسلہ میں کوتاہی کریں گے تو یقینا مجرم قرار دیئے جائیں گے۔ اسلام میں استاد کا مقام ومرتبہ بہت اونچا ہے، تعلیم و تعلم کو اسلام میں ایک عظیم ذمہ داری کے طور پر پیش کیا ہے، اسلام نے بہت پہلے

ہی استاد کی عظمت کو اجاگر کیا، اس کے مقامِ بلند سے انسانوں کو آشنا کیا اور خود اس کائنات کے سب سے بڑے داعی اور محسن اور معلم نے اس شعبے کو اپنی ذاتِ اقدس کے ساتھ منسوب کرتے ہوئے فرمایا:

((وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا)) [1]

"اور بلا شعبہ میں معلم (استاد) کی حیثیت سے بھیجا گیا ہوں۔"

استاد کا اہم اور بنیادی فریضہ انسان سازی ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کام میں نصاب تعلیم اور تعلیمی اداروں کے اثرات بھی شامل ہوتے ہیں لیکن یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ پورے تعلیمی نظام کا مرکز و محور ایک استاد ہی ہوتا ہے۔ ایک مسلمان معلم پر عام اساتذہ سے دوگنی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، نامساعد حالات میں بھی مسلم اساتذہ کا منشاء و مقصد نسل نو کی اسلامی تعلیم و تربیت ہوتا ہے۔ پیشہ تدریس سے وابستہ افراد کے لئے چار عملی میدان ہوتے ہیں (۱) تعمیر ذات (۲) اپنے علم میں مسلسل اضافہ (۳) طلباء کی شخصیت و کردار سازی اور (۴) تعلیم گاہ اور استاد۔ [2]

موجودہ دور میں بڑھتی ہوئی بے حیائی کے بارے میں نوجوان نسل کی کوتاہیاں اپنی جگہ ،والدین کا تغافل نصاب تعلیم اور تعلیمی اداروں کی خامیاں بھی اپنی جگہ مگر اساتذہ اگر کارِ پیغمبری سے وابستہ ہونے کی وجہ سے اور قوم و ملت کے ایک ذمہ دار منصب پر فائز ہونے کی بناء اس بحران کا جائزہ لیں اور خود اپنی کمیوں اور کوتاہیوں کا تعین کریں، سینکڑوں مسائل اور اسباب و علل کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف اپنی کوتاہیوں کا تھوڑا سا بھی ادارک کر لیں تب یقیناً یہ احساس قوم و ملت کی ترقی کی جانب پہلا قدم ہو گا کیونکہ اساتذہ ہی تعلیمی ادارجات اور نصاب تعلیم کو بلند مقصد حیات اور فکر سازی کے رجحان سے آراستہ کر سکتے ہیں۔

۱- سنن ابن ماجہ، کتاب مقدمہ، باب الفضل العلماء، حدیث: ۲۲۹، ص: ۱/ ۲۳

۲- معاشرے کی تعمیر میں اساتذہ کا کردار، فاروق طاہر، https://www.jasarat.com/blog/2018/08/31/

فصل چہارم
فحاشی و بے حیائی کے اسباب کی روک تھام

موجودہ دور میں بے حیائی کے بنیادی اسباب و عوامل میں سے ذرائع ابلاغ کا غلط استعمال، جدید فیشن، مخلوط کلچر، بد نظری اور خاص طور پر جدید ٹیکنالوجی (جس میں سوشل میڈیا، الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا، فیس بک، وٹس ایپ، ٹیلی وژن اور انٹرنیٹ سے وابستہ یہ سب اسباب شامل ہیں) ہے جو مختلف صورتوں میں کسی نہ کسی طرح حیا پر اثر انداز ہو رہے، ان سب اسباب کے حیا پر منفی اثرات اور معاشرے میں فحاشی و بے حیائی کے فروغ میں ان کا کردار تحقیقی مقالہ ھذا کے باب سوم میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ان اسباب کی مناسب روک تھام کیسے کی جائے کہ ان کے ذریعے پھیلنے والی بے حیائی اور دیگر منفی اثرات کو کنٹرول کیا جائے، اس کے برے اثرات سے بچنے کی تدابیر اختیار کی جائے۔حیا اللہ کی بارگاہ میں بے حد محبوب ہے، ہر مذہب اور ہر معاشرہ حیا کو تسلیم کرتا ہے حصولِ پاکستان کا مقصد ہی یہ تھا کہ یہاں شریعت کو نافذ کیا جائے مگر پاکستان کا شمار بھی ان ممالک میں ہوتا جہاں بے حیائی اور بے پردگی بہت دیکھنے میں آتی ہے چنانچہ یہ امر ہم سب کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ اگر ہم آخرت کے عذاب سے بچنا چاہتے ہیں تو دین اسلام کی طرف سچے دل سے پلٹ آنا چاہیئے۔ شریعت اسلامیہ یعنی قرآن وحدیث کو اپنے جسم، گھر اور اپنے وطن پر عملاً نافذ کرنے اور مسلمانوں کے اخلاقی اقدار میں حیا کو بطور اسلامی وصف اجاگر کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ایک اسلامی ملک کا شہری اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمیں اس ناسور فحاشی و بے حیائی اور اس کے بنیادی اسباب کے روک تھام کے لئے عملی اقدامات کرنے چاہیے۔

اسلامی تعلیمات کی رو سے بے حیائی کا سدباب:

اسلامی تعلیمات سے حیا کی اہمیت اور بے حیائی کی مذمت اور دین اسلام میں اس کی حرمت بخوبی واضح ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ پاک میں بے حیائی کو شیطانی وصف اور بدکاری قرار دیا، بے حیائی کے تمام امور کو خواہ ظاہر ہو یا باطن، چھوٹے ہو یا بڑے، ہر طرح کی کو مسلمانوں کے لیے جائز نہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾[1]

کہہ دیں کہ بے شک میرے رب نے حرام قرار دیا ہے فواحش کو خواہ وہ علانیہ ہوں یا پوشیدہ"

اس آیت کے تناظر میں وہ سب امور شامل ہے جو بے حیائی کا سبب ہے جس میں بد نظری، فحش مواد کا دیکھنا، بے ہودہ اور غیر اخلاقی گفتگو اور فیشن، ایسی مخلوط محافل جس میں پردے اور اسلامی حدود کا اہتمام نہ ہو اور نگاہ کی غیر محرم سے حفاظت کا اہتمام نہ ہو، ایسے تمام امور جو بے حیائی اور زنا میں مبتلا کرنے کے اسباب مہیا کرتے ہیں ان سب سے اجتناب کو حکم دیا گیا، صرف یہ نہیں کہا کہ بے حیائی کے کام نہ کرو بلکہ دوسری جگہ حکم دیا ہے کہ بے حیائی

۱-سورۃ الاعراف:۷/۳۳

کے قریب بھی نہ جاؤ یعنی جو اس کے قریب چلا گیا تو اس کا معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ اس میں مبتلا ہو گیا ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾[1]

"اور نہ جاؤ تم بے حیائی کے قریب بھی، چاہے وہ ظاہری ہوں یا پوشیدہ۔"

اللہ تعالیٰ نے بے حیائی کو شیطانی عمل اور گمراہی قرار دیں کر خبر دار کیا خود کو شیطان کی پیروی میں بے حیائی کے امور سے محفوظ رکھنے کے بارے میں اور ارشاد فرمایا:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَاِنَّه يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾[2]

"اے اہل ایمان! شیطان کے نقش قدم کی پیروی مت کرو۔ اور جو کوئی شیطان کے نقش قدم کی پیروی کرے گا تو بلاشہ شیطان تو بے حیائی اور گناہ کے کاموں کا حکم دیتا ہے۔"

آپ ﷺ کی ذات مبارکہ اور اخلاق ہمارے لیے قرآن کا عملی نمونہ ہے کہ کس قدر اہتمام کے ساتھ شرم وحیا کی تعلیمات دی، اس کی قدر ومنزلت کو بیان فرمایا، اور ہر ایک کی اس سلسلہ میں کیا ذمہ داریاں ہیں اس کو اجاگر کیا، مرد وعورت دونوں کو باحیا بننے اور بااخلاق ہونے کی ترغیب دی، حیا کی قدر ومنزلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ))[3]

" ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔"

آپ ﷺ نے حیا کو دینِ اسلام کا خلق، خیر و بھلائی اور ایمان کی شاخ و تکمیلِ ایمان تک ٹھہرایا اور اس سلسلے میں روایت میں منقول ہے:

((إِنَّ لِكُلِّ دِينٍ خُلُقًا , وَخُلُقُ الْإِسْلَامِ الْحَيَاء))[4]

"ہر دین کا ایک اخلاق ہوتا ہے اور اسلام کا اخلاق حیا ہے۔"

۱- سورۃ الانعام:۶/۱۵۱

۲- سورۃ النور:۲۴/۲۱

۳- صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب ظلم دون ظلم، حدیث:9، ص:۱/۲۷

۴- سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الحیاء، حدیث:۴۱۸۰، ص:۵/۴۵۷

خود نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زندگی میں حیا کا عنصر جتنا غالب تھا اس سے ظاہر ہے کہ مسلمان کے اخلاق و کردار میں حیا کا ہونا کتنا ضروری ہے۔ آپ کی حیا کے بارے میں صحابہ کرامؓ کا ارشاد ہے:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا)) [1]

"آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پردہ نشیں کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ شرمیلے (حیادار) تھے۔"

بے حیائی کو اسلامی تعلیمات کی رو سے فعلِ قبیح اور حرام ہونے کے ساتھ سنتِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں بھی اس کی ممانعت اور نقصانات کو واضح فرما کے اپنی امتِ محبوبہ سے بھی بے حیائی سے پاک رہنے کی تلقین فرمائی۔ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کبھی بھی کسی کو فحش گوئی اور بے ہودہ گوئی کا کوئی لفظ نہ تو کلام میں سننے کو ملا، نہ ہی اعمال و افعال میں کسی نے بے باکی کا کوئی عنصر دیکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اخلاقی خوبیوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَلَا صَخَّابًا فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِي بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَصْفَحُ)) [2]

"آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فحش گو، بدکلامی کرنے والے اور بازار میں چیخنے والے نہیں تھے، آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے، بلکہ عفو و درگزر فرمادیتے تھے"

آج اگر غور کیا جائے تو ہماری قومی معاشرت نے بھی اس آیت کے مصداق ترکِ اعمال صالحہ کو اپنا شیوہ اور فحاشی و بے حیائی کو اپنی فطرت ثانیہ بنالیا ہے۔ اور ہم اللہ کی وعید کا مصداق بن رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ،إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا﴾ [3]

"پھر اس کے پیچھے ایسے نالائق آئے جنھوں نے نمازوں کو زائل کر دیا اور دلی خواہشات میں لگ گئے، تو ان کی گمراہی ضرور ان کے سامنے آئے گی، مگر جو کوئی توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھے کام کرے تو ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور ان پر کچھ ظلم نہ ہو گا۔"

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، حدیث: ۳۵۶۲، ص: ۱/ ۹۵۷

۲۔ سنن ترمذی، ابواب البر والصلۃ عن رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، باب ماجاء فی خلق النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، حدیث: ۲۰۱۶، ص: ۲/ ۲۳

۳۔ سورۃ مریم، ۱۹/ ۵۹۔ ۶۰

اپنا ایمان قوی کرنے کیلیے واجب امور کی ادائیگی اور منکرات سے بچنا اور قرآن و سنت کا سمجھنا بنیادی ہے۔ اس کے لیے عبادات نماز، اور قرآن کریم سے راہنمائی حاصل کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَاَقِمِ الصَّلَاةَ اِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ﴾ [1]

"پڑھا کرو اس کتاب کو تیری طرف وحی کی گئی اور نماز کو قائم رکھو، بے شک نماز بے حیائی اور منکرات سے روکتی ہے اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے، اور اللہ تعالیٰ باخبر ہے جو اعمال تم کرتے ہو۔"

اس آیت کی روشنی میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے صریح الفاظ میں بے حیائی و فواحش کا روحانی علاج بتا دیا جو کہ قران مجید کی تلاوت، فہم و سمجھ، اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز ہے۔

میڈیا اور جدید ٹیکنالوجی کا مثبت استعمال:

معاشرے میں بے حیائی اور فحاشی کی روک تھام میں جدید ٹیکنالوجی اور میڈیا کا کردار سب سے زیادہ ہے کیونکہ عصر حاضر کو ڈیجیٹل دور اور میڈیا کی حکمرانی کا دور گردانا جاتا ہے۔ لہٰذا معاشرے کی اصلاح کے لیئے میڈیا کو ذمہ دارانہ کردار ادا کرنا ہوگا۔

یہ امر نہایت افسوسناک اور قابل تشویش ہے کہ اس ضمن میں میڈیا منفی کردار ادا کر رہا ہے۔ بالخصوص الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے حیاسوز اشتہارات، لغویات، رقص و سرور پر مشتمل مارننگ شوز، اخلاقی حدود کو پامال کرتی نشریات کے نتیجے میں معاشرہ میں بے راہ روی، جنسی ہیجان کی عدم اعتدالی اور اخلاق باختگی کو فروغ مل رہا ہے۔ جب تک نشریات کو اخلاقی حدود کا پابند نہیں کی جاتا، معاشرہ میں عدم توازن اور بے حیائی کی بیخ کنی نہیں کی جاسکتی اور اس گھناؤنے جرم میں متعلقہ حکام برابر کے شریک ہیں۔ [2]

میڈیا سے متعلق اس کے مثبت استعمال کے فروغ پر زور دیا جائے، بے حیائی اور فحش مواد دیکھنے اور پھیلانے والوں کو اللہ تعالیٰ کے احکامات سے روشناس کروانا ضروری ہے، جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

۱-سورۃ العنکبوت:۲۹/۴۵

۲-معاشرے کی اصلاح کے لیے میڈیا کی ذمہ داری، دردانہ صدیقی، جماعت اسلامی پاکستان آفیشل، ۲۳ فروری ۲۰۱۵

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ اَن تَشِيعَ الفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ اٰمَنُوا لَهُم عَذَابٌ اَلِيمٌ فِي الدُّنيَا وَالاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعلَمُ وَاَنتُم لَا تَعلَمُونَ﴾ [1]

"بے شک لوگوں میں سے جو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے اندر بے حیائی و فواحش پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں سخت عذاب ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلاَ اللَّعَّانِ وَلاَ الفَاحِشِ وَلاَ البَذِيءِ)) [2]

"مسلمان لعنت کرنے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی فحش گوئی اور غلط باتیں کرنے والا ہوتا ہے۔"

لہٰذا میڈیا کے بارے میں بھی اس کے حدود اور جائز استعمال کے بارے میں معاشرتی آگاہی و تربیت کا اہتمام ضروری ہی، اس سلسلے میں اہل علم و دانش اور درسگاہوں کی ذمہ داری ہو کہ وہ عوام الناس اور طلبہ و طلبات کو جدید ذرائع ابلاغ اور انٹرنیٹ کے فتنوں سے بچاؤ اور اسلامی شرعی حدود میں رہتے ہوئے اس سے استفادہ کرنے کا شعور دیں۔ کوئی بھی ایجاد بذاتِ خود بری نہیں ہوتی جب تک اس کے غلط و صحیح حدود کا شعور و ادراک عام نہ کیا جائے۔ سوشل میڈیا یا انٹرنیٹ کے استعمال کرنے یا نہ کرنے کے حوالے سے دینی حلقوں میں شروع ہی سے بحث چلی آرہی ہے۔ بعض کے مطابق انٹرنیٹ چونکہ بدنظری کا باعث بنتا ہے اور اس کے استعمال کے معاشرے پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں لہٰذا اس کو استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ انٹرنیٹ غیر مسلموں کی ایجاد ہے اور وہ اس کو اسلام کے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔ اور دوسرا موقف یہ بھی ہے کہ انٹرنیٹ یا سوشل میڈیا کے استعمال سے بدنظری عنصر نمایاں ہے جبکہ اہل دانش علماء کے نزدیک دیگر مواصلاتی نظام، گاڑیاں ہوائی جہاز یہ سب بھی تو غیر مسلموں ہی کی ایجادات ہیں۔ اور اگر کوئی انٹرنیٹ کو اسلام کے خلاف اور فحاشی پھیلانے کے لئے استعمال میں لایا جارہا ہے تو، اسی انٹرنیٹ کو اسلام کی تبلیغ، ترویج اور تشریح کے لئے استعمال کرنے میں بھی کوئی ظاہری ممانعت نہیں ہے۔ ہم اس انٹرنیٹ اور اس پر موجود سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کو مثبت انداز میں بھی تو استعمال کرسکتے ہیں انہیں دین کی ترویج کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ سورۃ النور: ۲۴/۱۹

۲۔ سنن ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی اللعنۃ، حدیث: ۱۹۴۱، ص: ۲/ ۲۱۷

انٹرنیٹ کے ذریعے فحاشی اور بدنظری کا سدباب:

انٹرنیٹ کی خاص برائیوں میں فحش قسم کے ناچ گانے، فلمیں، بے حیائی کے مناظر، اشتہارات کے نام پر بے پردگی عریانیت اور فحش پیغامات و فحش مواد دوسروں کو بھیجنا وغیرہ شامل ہے، نئی نسل غیر ملکی فلمیں دیکھ کر ان کی طرز زندگی کو اپنا آئیڈیل تصور کرتی ہیں اور خود کو فیشن ایبل بنانے کے لیے نازیبا لباس کا انتخاب کرتی ہیں۔ انٹرنیٹ کے غلط استعمال اور اس کے حیا پر منفی اثرات جو اس مقالے کے باب سوم میں تفصیل سے بیان کردیں ہے جن میں انٹرنیٹ کے ذریعے پھیلنے والی برائیوں کی فہرست طویل ہے۔ بدنظری سے لے کر زنا تک کے اسباب انٹرنیٹ کے صرف ایک کلک پر محیط ہو گیا ہے۔

ہر چیز کا جہاں اگر منفی پہلو ہو تو مثبت پہلو بھی ضرور ہوتا ہے، اس لیے چاہیئے کہ معاشرے میں انٹرنیٹ کے مثبت استعمال کو فروغ دیں کر زندگیوں میں آسانیاں پیدا کر سکیں کیونکہ کوئی چیز اچھی یا بری نہیں ہوتی بلکہ اس کا استعمال اور نیت اچھی یا بری ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کے صحیح استعمال سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت پر مثبت اثرات، معلومات میں اضافہ کیا جا سکتا ہے، یہ تعلیمی میدان میں بہت مفید ہے، اس کے ذریعے تعلیم اور تربیتی اور دینی مقاصد کا حصول زیادہ سے زیادہ ممکن بنا دیا جائے، جدید ٹیکنالوجی اور انٹرنیٹ کے مفید استعمال کے بارے میں عوام کو تربیت و شعور دیں کر کے منفی استعمال اور معاشرتی بگاڑ کی مناسب روک تھام کی جائے۔

اسلامک الیکٹرونک میڈیا کا فروغ:

انٹرنیٹ کے ذریعے فحاشی اور عریانیت کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے قوانین کافی نہیں ہیں اس کے لیے شرعی حدود اور اخلاقی قدروں کے احترام کے جذبے کو ابھارنا ضروری ہے جو کہ قرآن و سنت اور دینی تعلیمات سے آگاہی کے ذریعے ممکن ہے۔ اسلامک الیکٹرانک میڈیا کو فروغ دیا جائے۔ قرآن و سنت کی تعلیمات کے لیے زیادہ سے زیادہ میڈیا کا استعمال ممکن بنایا جائے تاکہ جس طرح منکرات کا فروغ میڈیا کے ذریعے کیا جا رہا ہے تو اس کے برعکس اسلامک الیکٹرانک میڈیا کے اثرات سے دینی تعلیمات تک بھی رسائی عام ہو جائے۔

جواب دہی کا احساس اور فکرِ آخرت:

کوئی فرد، معاشرہ، تنظیم اور حکومت جب ذمہ دار اور جواب دہ ہو تو اس سے حسن عمل اور اچھی کارکردگی کی توقع ہوتی ہے۔ یوں بھی اس کی تعبیر کی جاتی ہے کہ جو شخص یا معاشرہ جتنا ذمہ دار اور جواب دہ ہوتا ہے اتنا ہی اس کی جانب سے خیر کی توقع ہوتی ہے۔ وہ ہر قدم پھونک پھونک کر رکھتا ہے۔ جب میڈیا کے ذمہ داروں میں اس زندگی کے بعد کی زندگی کا یقین تازہ اور عقیدہ مستحکم ہو جائے تو وہ اپنی ذمہ داریوں کے لحاظ سے حساس ہوں گے، برائیوں سے مجتنب ہوں گے اور اچھائیوں کے فروغ کی کوشش کے ذریعے خدمت انسانیت کا حق ادا کریں گے، کیونکہ اللہ

تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس کسی کو بھی اعمالِ صالحہ کی انجام دہی میں متحرک وفعال رکھنے میں بہت معاون اور ضروری ہے، اس جواب دہی کے بارے میں قرآن مجید میں انسان کو خبر دار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ثُمَّ اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى﴾ [1]

"پھر تیرے لیے افسوس پر افسوس ہے سو کیا خیال کرتا ہے انسان کہ اس سے ایسے ہی چھوڑ دیں گے۔"

ایک اور مقام پر انسان کو اللہ نے خبر دار کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾ [2]

"سو کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ تم کو بے مقصد تخلیق کیا ہم نے اور یہ کہ ہماری طرف کبھی بھی پلٹ کے نہیں آؤ گے؟"

اگر وسائل ترسیل اور ذرائع ابلاغ کے ذمہ داران اس جہت سے اپنے آپ کو تیار کر لیں اور اس دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی ابدی اور لازوال مسرتوں کے طلب گار بن کر لائحہ عمل طے کریں تو یقینی طور پر خوش گوار تبدیلیاں وقوع پذیر ہوں گی۔

اختلاطِ مردوزن سے بچاؤ:

موجودہ مروج مخلوط ماحول میں مردوزن باہم مخلوط انداز میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وہ باہم اس قدر قریب ہو چکے ہیں کہ انہیں ایک دوسرے کے نجی اسرار ورموز کا بھی علم ہوتا ہے۔ یہی قربت اور نزدیکی لاقانونیت کی راہیں بالکلیہ طور پر کھول دیتی ہے۔ ہمارے ماحول میں دوست احباب، سرپرستوں اور رشتہ داروں وغیرہ کی جانب سے بوائے فرینڈ اور گرل فرینڈ کے تعلقات کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ مخلوط سوسائٹی میں یہ فطری امر ہے کہ صنفوں کے اندر یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ جنس مخالف کے لیے زیادہ سے زیادہ پر کشش بنے خصوصی طور پر عورت کے مقابلے میں مرد صنف نازک کی جانب زیادہ مائل ہوتے ہیں جو کہ بے حیائی سے متعلق ایک بنیادی خطرناک محرک ہے۔ ارشاد فرمایا ہے:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ﴾ [3]

۱-سورۃ القیامہ:۷۵/۳۵-۳۶

۲-سورۃ المؤمنون:۲۳/۱۱۵

۳-سورۃ الاعمران:۳/۱۴

"مزین کر دی گئی ہیں لوگوں کے لئے مرغوب کرنے والی چیزوں کی محبت ،جیسا کہ عورتیں(عورتوں کی طرف مائل ہونا)"

مخلوط معاشرت میں خواتین کا نیم برہنہ لباس زیب تن کرنا، چست اور برہنگی کا اظہار کرنے والے کپڑے، مردوں کو راغب کرتے ہیں اور عورتوں کے بہ نسبت مرد ان کی جانب زیادہ مائل ہوتے ہیں، نبی پاک ﷺ نے خواتین کو بڑا فتنہ و آزمائش قرار دیا اپنی امت کے لیے،اس بارے میں روایت ہے:

((مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنْ النِّسَاءِ))[1]

"میں نے اپنے بعد عورتوں سے بڑھ کر نقصان دینے والا اور کوئی فتنہ مردوں کے لیے نہیں چھوڑا ہے۔"

اسلام نے مسلمان عورتوں کو بغیر ضرورت کے گھر سے نکلنے سے اس لیے منع فرمایا تاکہ خود بھی ان کا ایمان محفوظ ہو اور مرد بھی ان کے فتنے سے بچ سکے، چنانچہ اختلاطِ مرد وزن اور اس کے فتنے سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى﴾[2]

"اور اپنے گھروں میں رہو اور سابقہ زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو"

قرآن میں جنت کی بہترین حوروں کی بھی یہ خوبی بیان فرمائی گئی ہے کہ وہ پاکیزہ اور خیموں میں (اپنے محل اور مقام) میں ٹھہرنے والی ہوگی:

﴿حُوْرٌ مَّقْصُوْرَاتٌ فِى الْخِيَامِ﴾[3]

جس طرح مسلمان خواتین کو پردہ و حجاب اور احتیاطی تدابیر کی تلقین ہے،ایسے ہی اسلام میں مسلمان مردوں کو وعظ و نصیحت اور تلقین کی گئی ہے کہ خود کو عورتوں کے فتنے سے بچا کے رکھے، حدیث پاک میں آیا ہے:

((الدُّنْيَاحُلْوَةٌخَضِرَةٌ وَ إِنَّ اللَّهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَافَيَنْظُرُكَيْفَ تَعْمَلُونَ فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ))[4]

۱- صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب ما یتقی من شوم المراۃ، حدیث:۵۰۹۶، ص:۲/ ۳۱

۲-سورۃ الاحزاب:۳۳/ ۳۳

۳-سورۃ الرحمٰن:۵۵/ ۷۲

۴- صحیح مسلم، کتاب الرقاق، باب أکثر أھل الجنۃ الفقراء وأکثر أھل النار النساء، حدیث:۶۹۴۸، ص:۲/ ۱۲۴

"دنیا شیریں اور سرسبز وشاداب ہے، اللہ اس میں تمہیں یکے بعد دیگرے بھیجنے والا ہے اور وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ لہذا دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو، کیونکہ بنی اسرائیل میں رونما ہونے والا پہلا فتنہ عورتوں کا ہی تھا"

لہٰذا اس کلچر کا اسلامی تعلیمات سے سدباب ممکن بنایا جائے- موجودہ دور میں بازاروں، ہسپتالوں، جامعات وغیرہ اکثر جگہوں پر مردوخواتین کا اختلاط عام ہے، جس کی درجہ ذیل بنیادی وجوہات ہو سکتے ہیں:

ا۔ ہم نے خود مرضی سے اختیار نہیں کیا، اور نہ اس پر راضی ہیں، اور خاص طور پر دینی دروس، اور اسلامی اداروں کی مجلسِ ادارہ میں اسے پسند بھی نہیں کرتے ہیں۔

۲۔ مصلحت کو مد نظر رکھتے ہوئے اختلاط سے بچنے کیلئے وسائل کو بروئے کار لانا چاہیں، جیسے کہ مردوں اور خواتین کیلئے علیحدہ جگہ ، دونوں کیلئے الگ دروازے، آواز پہچانے کیلئے جدید آلات، اور تعلیمِ نسواں کیلئے خواتین معلمات کا بندوبست، وغیرہ۔

۳۔ اپنی وسعت اور طاقت کے مطابق اللہ سے ڈرنا اور نظریں جھکا کر، اپنے نفس پر قابو پانے کی کوشش کرنی چاہیں۔

پردہ وحجاب اور غضِ بصر کا اہتمام:

پردہ وحجاب سے متعلق اسلامی حدود وتعلیمات سے لاعلمی بھی عصر حاضر میں حیا پر بہت منفی اثرات مرتب کرنے کی بنیادی وجہ ہے، اس لیے ضروری ہی کہ معاشرت اور روز مرہ زندگی سے متعلق اسلامی تعلیمات اور پردہ و حجاب سے متعلق قرآن وسنت کی تعلیمات کو عام کیا جائے، تعلیمی درس گاہوں اور والدین کو نئی نسل کی اخلاقی تربیت اور نشوونما میں اسلامی تعلیمات سے آگاہی کی طرف توجہ دینے کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیئے۔

مخلوط محافل خاندان کے ساتھ معاشرت اور لین دین میں جو آداب وقیود اسلامی تعلیمات کی رو سے متین کردہ ہے، اس کا بھرپور اہتمام کرنا ضروری ہے جیسا کہ ملاقات میں غضِ بصر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے باقی احکامات کے برعکس مردوعورتوں کو الگ الگ مخاطب فرما کر غضِ بصر کا حکم فرمایا کیونکہ اگر انسان نظر پر کنٹرول کرنے کے قابل ہو گیا تو سب برائیوں پر کنٹرول کیا جا سکتا ہے، اس لیے نگاہ کی حفاظت کا بھرپور حیال رکھنا اور پردے کے اصول و آداب کا احترام کرنا ضروری ہے۔اس کے لیے لباس کے انتخاب میں اسلامی شرعی قوانین کی پابندی اور حجاب وپردہ کی ضرورت واہمیت کو اجاگر کرنا ضروری ہے۔[1]

ا- عصمت ریزی کے بڑھتے واقعات، چند اسباب اور ان کے حل، ۲/۱۷/۲۰۱۹ http://www.askislampedia.com/

قرآن و سنت کی تعلیمات کی رو سے اللہ تعالیٰ نے سوسائٹی میں مردوں اور عورتوں کے آپس میں تعلق کے ضمن میں ایسے آداب مقرر کر دئے جس سے ایک طرف جنسی طور پر آزادانہ اور اخلاق باختہ معاشرہ بھی فطری طور پر اپنے معاشرت میں کہی نہ کہی اپنائے ہوئے ہو اور دوسری طرف معاشرے کی ضروریات اور سوشل زندگی کی دلچسپیوں کا خیال رکھا جائے اور خواتین پر بے جا پابندیاں بھی نہ لگائی جائیں۔ چنانچہ مخلوط معاشرت کے سلسلے میں کچھ آداب ہیں، انہی آداب کو اسلام کا تصور حجاب کہا جاتا ہے۔

کسی بھی خاتون کے اعتبار سے تمام مردوں کو تین حلقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا حلقہ قریب ترین رشتہ داروں کا ہے جن سے کسی خاتون کا ہر وقت بے تکلفانہ میل جول ہوتا ہے۔ مثلاً شوہر، بیٹے، بیٹیاں، بھائی، باپ، خسر، دادا، نانا، چچا، بھتیجا، بھانجا وغیرہ وغیرہ۔

دوسرا حلقہ ان رشتہ دار خاندانوں اور دوستانہ تعلق رکھنے والے خاندان کا ہے جن سے غمی شادی اور سوشل تعلقات میں میل ملاقات کی ضرورت اکثر و بیشتر پڑتی ہے۔ گویا اس میں دور و نزدیک کے وہ سب رشتہ دار اور دوست گھرانے آجاتے ہیں جن سے کوئی گھرانہ اپنا خاندانی تعلق رکھنا چاہتا ہو۔ ایک خاتون کے لئے اس میں وہ مرد بھی شامل ہیں جن سے اس کا دینوی معاملات و کاروبار میں تعلق ہو۔ مثلاً کسی دفتر یا ادارے میں اکٹھے کام کرنے والے ملازمین، استاد شاگرد، کلاس فیلو، بعض قریبی ہمسائے، ڈاکٹر، ایک ہی گاڑی یا جہاز میں سفر کرنے والے، گھریلو ملازم وغیرہ۔ تیسرا حلقہ ان مردوں کا ہے جن سے کسی خاتون کا عام حالات میں کوئی تعلق نہ بنتا ہو۔

جگہوں کے حوالے سے بھی ایک خاتون کیلئے تین حلقے بن جاتے ہیں۔ سب سے مرکزی حلقہ اس کا اپنا گھر اور اس کے بیٹوں، بیٹیوں، باپ، دادا، خسر، چچا، بھتیجے اور بھانجے وغیرہ کا گھر ہے۔ دوسرے حلقے میں اس کے باقی رشتہ دار خاندانوں اور خاندانی دوستوں کے گھر اور وہ جگہیں بھی شامل ہیں جہاں کسی خاتون کو کام کرنا پڑتا ہو، مثلاً تعلیمی ادارہ، کاروباری ادارہ، ہسپتال، ہوٹل، ریسٹورانٹ، گاڑی، جہاز، وغیرہ۔ تیسرا حلقہ ان جگہوں کا ہے جو کسی خاتون کے لیے نئی، انجانی اور غیر محفوظ ہوں۔

ان تمام کیٹیگریز اور حلقوں کے لئے اسلام نے ایسے معقول آداب سکھائے ہیں جن سے ایک طرف کسی خاتون کی زندگی میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو اور دوسری طرف معاشرہ بدکاری سے محفوظ رہے۔

ناچ گانا، فضول کلام و محافل سے اجتناب:

جس طرح زنا بے حیائی کا سبب ہے اور حرام ہے، اسی طرح ہر وہ فعل جو زناکاری کا سبب بنے حرام ہو گا مثلا ناچ گانے، فضول کلام اور مخلوط اور لغو قسم کے محافل، کسی غیر محرم عورت کو دیکھنا، خلوت میں اس سے کلام کرنا، عورت کا بے پردہ ہو کر بن سنور کر گھر سے باہر نکلنا، عورت کے گانے سننا وغیرہ، ان سب افعال کی وجہ سے دل

زنگ آلود ہو کر اللہ کی یاد سے دور ہو جاتے ہیں، بے حیائی، نفاق اور دیوثی کو فروغ ملتا ہے، شہوانی وحیوانی جذبات بھڑکتے ہیں، اس طرح کے لغویات میں پڑھنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿وَمِنَ النّاسِ مَن يَشتَرى لَهوَ الحَديثِ لِيُضِلَّ عَن سَبيلِ اللَّهِ بِغَيرِ عِلمٍ وَيَتَّخِذَها هُزُوًا أُولٰئِكَ لَهُم عَذابٌ مُهينٌ﴾[1]

"اور لوگوں میں سے جو کوئی ایسا ہو جو لغو کلام خرید کر لاتا ہو تا کہ اس کے ذریعہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے علم کے بغیر بھٹکادے اور اس کو محض مذاق سمجھے تو ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

لہوالحدیث سے مراد وہ بات شغل، کھیل یا تفریح ہے جو انسان کو اللہ کی یاد سے غافل رکھے۔ خواہ یہ شغل گانا بجانا ہو یا دلچسپ ناول اور ڈرامے ہوں یا کلب کی تفریحات ہوں یا ٹی وی کا شغل ہو یا ڈرامے اور سینما بینی ہو۔ غرض لہو الحدیث کا اطلاق عموماً مذموم اشغال پر ہوتا ہے ۔اسلام میں موسیقی اور گانے بجانے کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ گانا بجانا تو شدید قسم کی لغویات میں سے قرار دیا گیا ہے اور اس کے بارے میں سخت ناپسندیدگی ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَيَكونَنَّ مِن أُمَّتي أقْوامٌ،يَسْتَحِلُّونَ الحِرَ والحَرِيرَ،والخَمْرَ المَعازِفَ))[2]

"ایسے برے لوگ پیدا ہو جائیں گے میری امت میں سے جو زناکاری، ریشم کا پہننا، شراب پینا اور گانے بجانے کو حلال بنالیں گے۔"

اس روایت میں گانے بجانے کو ان چیزوں کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا جو حرام ہے اور لوگ اس حرام کو حلال کر دینگے گویا اس سے یہ ظاہر ہے کہ شریعت میں تو یہ بھی حلال نہیں جیسا کہ شراب وریشم حلال نہیں، اس لیے مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو اس طرح کے ناچ گانوں اور لغوی بے مقصد محافل سے دور رکھے جن کے حیا اور ایمان پر ذرا بھی منفی اثرات مرتب ہو اور خود کو نماز اور عبادات اور تقویٰ کے ذریعہ پاک رکھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ اَلَّذِيْنَ هُمْ فِىْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْن﴾[1]

---

[1]-سورۃ لقمان:۳۱/۶

۲- صحیح بخاری، کتاب الاشربۃ، باب ماجاء فی من یستحل الخمر، حدیث:۵۵۹۰، ص:۲/۶۹

"بے شک کامیاب ہے وہ ایمان والے جو نماز کے بارے میں عاجزی کرنے والے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں اور لغویات سے اجتناب کرنے والے ہیں-"

بے مقصد اور لغویات والی محافل اور امور سے اجتناب کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں تعریف کی:

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَلاوَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴾[۲]

"اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو کذب اور باطل کاموں میں (قولاً اور عملاً دونوں صورتوں میں) حاضر نہیں ہوتے اور جب بیہودہ کاموں کے پاس سے گزرتے ہیں تو (دامن بچاتے ہوئے) نہایت وقار اور متانت کے ساتھ گزر جاتے ہیں-"

نکاح میں جلدی اور آسانی کو رواج دینا:

اسلام میں نکاح کی اہمیت اور موجودہ حالات میں اس کی سخت ضرورت ہے۔ فحاشی و عریانی کے اس خطرناک دور میں نوجوانوں کے لئے سب سے بہترین حفاظتی حصار نکاح ہی ہے، نکاح کا اہتمام اور اس کو آسانی سے دین اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں رواج دیا جائے۔ شادیوں میں کی جانے والی تاخیر کی وجہ سے مرد وخواتین اپنی خواہشات پر قابو رکھنے میں ناکام ہورہے ہیں اور اس طرح شیطانی جال میں پڑ کر اس بھیانک جرم کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں، چنانچہ نکاح کو رواج دے کر معاشرے میں بے حیائی کو کنٹرول کیا جاسکتا ہے اور یہی جائز طریقہ ہے اپنی فطری ضروریات کو پورا کرنے کی، اسلام میں جلد از جلد بلوغت کے بعد نکاح کی تاکید ہے تاکہ حیا اور ایمان محفوظ رہے یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیا اور استطاعت ہوتے ہوئے بھی نکاح سے اجتناب پر ناراضگی کا اظہار فرمایا، جیسا کہ آپ ﷺ سے روایت میں منقول ہے:

((وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ)) [۳]

"اور میں بھی نکاح کرتا ہوں عورتوں کے ساتھ (یعنی یہ میری سنت وطریقہ ہے) پس جو کوئی عراض کرے گا میری سنت سے تو وہ مجھ سے (میری امت سے) نہیں-"

۱-سورۃ المؤمنون:۲۳/۱۔۳

۲-سورۃ الفرقان:۲۵/۷۳

۳- صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، حدیث:۵۰۶۳، ص:۲/۳۲

اس روایت کی رو سے جہاں نکاح کا سنتِ رسول پاک ﷺ ہونا ثابت ہے تو قرآن مجید میں اس سے دیگر تمام رسولوں کی سنت کہا گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً﴾[1]

"اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے رسول آپ سے قبل اور انہیں عطا کی تھی بیویاں اور اولاد۔"

دوسری جگہ حدیث میں نوجوانوں کو نکاح کی تلقین یوں کی گئی اور فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ)) [2]

"اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو بھی استطاعت رکھتا ہو تو نکاح کریں کیونکہ یہ نگاہ کی حفاظت اور شرم گاہوں کی حفاظت کا بہتریں ذریعہ ہے، اور جو استطاعت نہ رکھے نکاح کی تو وہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ اس کی خواہشات نفسانی کو توڑ دے گا۔"

احادیثِ طیبہ سے اور قرآن کی تعلیمات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نکاح کے ذریعہ ایمان اور حیا جانے کا اندیشہ نہیں رہتا اور انسان ہر قسم کی بے حیائی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

عبادات اور صحبتِ صالحین:

بے حیائی کی زندگی و افعال سے نکلنے یا محفوظ رہنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنے اوپر فرض عبادات لازم کر لے جس میں نماز سب سے پہلے نمبر پر آتی ہے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات سے ثابت ہے کہ نماز آنکھوں کی ٹھنڈک، بلاؤں کو ٹالنے کا اور بے حیائی و فواحش سے دور کرنے کا وسیلہ ہے۔ دوم یہ کہ انسان اپنی غلطیوں پر ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید و رجاء رکھتے ہوئے سچی توبہ کرتا رہے جب بھی کوئی غلطی سرزد ہو تو فوری طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے جس کا بہترین طریقہ نماز، ذکر اللہ اور عبادت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْاوَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِاللّٰهِ اَلَابِذِكْرِاللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾[3]

"جو لوگ ایمان لے آئے اور جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے سکون ملتا ہے، خبردار! اللہ تعالیٰ کی یاد ہی سے تو دلوں کو سکون ملتا ہیں۔"

۱-سورۃ الرعد:۱۳/ ۳۸

۲- صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم، حدیث:۵۰۶۶، ص:۲/ ۳۱

۳-سورۃ الرعد:۱۳/ ۲۸

اللہ تعالیٰ کی یاد اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی صحبت میں ملتی ہے انسان کا تعلق اگر غفلت والے ماحول میں ہو تو دلوں میں یادِ الٰہیٰ سے دوری اور بے سکونی آجاتی ہے جبکہ ذکر اللہ اور صحبت اہل اللہ کو اپنانے سے انسان غفلت میں نہیں رہتا، جتنے بھی گناہ ہو جائیں انسان نیکی کے کاموں کو جاری رکھے کیونکہ نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں اور صالحین کی صحبت میں زیادہ تر رہا جائے کیونکہ صحبت ہی سے انسان کا اچھا اور برا کردار بنتا اور تشکیل پاتا ہے، اس لیے قرآن مجید میں صالحین کی صحبت اپنانے کی تلقین کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ [1]

"اے لوگوں جو ایمان لائے ہو تم اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقین کی صحبت اپناؤ"

عصر حاضر میں اب صحبت کے اور انسان کے معاشرتی تعلقات کی نوعیت بدل کر زیادہ تر سوشل میڈیا، ای میل، چیٹنگ، فیس بک، ٹویٹر، اسکائپ اور دیگر ٹولز کے ذریعے انٹرنیٹ، اسی طرح موبائل پر بات چیت، ایس ایم ایس، ایم ایم ایس اور دیگر ذرائع ہے جن کے توسط انسان اپنی صحبت و ملاقات اور میل جول رکھتا ہے، اور اس میں ٹی وی پروگرامز، ایف ایم ریڈیو، ڈی وی ڈی مویز، انٹرنیٹ، بلاگز، اخبارات ورسائل وغیرہ سب شامل ہیں جس میں آج کل لوگ زیادہ تر وقت گزارتے ہیں چنانچہ اس بات کا جائزہ لیناضروری ہے کہ ہم کس قسم کی صحبت میں اپنا وقت گزارتے ہیں اگر ہمارے ساتھی قرآن کی تفسیر و تلاوت، پاکیزہ ای میلز، ستھرے ایس ایم ایس، ایمان افروز پوسٹس، ایمان سنوارنے والے پروگرامز اور نفس کی تربیت کرنے والی محفلیں ہیں تو اس اچھی صحبت کا پاکیزہ اثر شخصیت پر ہوگا۔ دوسری جانب اس کے برعکس بے اخلاق پروگرامز، عریاں ویب سائیٹس اور فلمیں، فیس بک کی لایعنی پوسٹس اور نفس پرستی کرنے والے لوگوں کے ساتھ گزرتا ہے تو ان کی صحبت ہماری حیا و ایمان کے لیے بہت نقصان دہ ہے اور اس کے بارے میں قیامت کے دن صرف افسوس ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ﴾ [2]

"اس دن (بروز قیامت) دوست بھی آپس میں دشمن ہوگے سوائے پرہیزگار لوگوں کے۔"

نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کی انسان جہاں تک ممکن ہو خود کو سکرین اور سوشل و الیکٹرانک میڈیا سے دور رکھے، کھانے پینے اور سونے جاگنے کی روٹین کو درست رکھ اور زیادہ دیر کے لیے خلوت میں بیٹھنا ترک کر دینا، باوضو رہنے کی عادت ڈالنے اور مشکوک چیزوں کو بھی چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ

۱۔ سورۃ التوبہ: ۹/ ۱۱۹

۲۔ سورۃ الزخرف: ۶۷/ ۴۳

مشتبہات اکثر اوقات حرام کا دروازہ ثابت ہوتی ہیں۔اسلام نے ہمارے سامنے انسان کی زندگی کا مقصد واضح کیا ہے اور ہر طرح کے حدود و آداب کو بیان کر دیا ہے کہ کس طرح انسان کی معاشرتی زندگی کو حیا کے وصف سے مزین کر کے حیوانی معاشرت سے منفرد بنایا جا سکتا ہے اس لیے حیا کو ایمان کا جزو لاینفک جانتے مانتے ہوئے ہمت کر کے، اللہ پر توکل کرتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیے اور ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ باحیا زندگی ہی دنیوی و آخروی کامیابی کی ضامن ہے۔

نتائج مقالہ:

اس تحقیقی مقالے کو پائے تکمیل تک پہنچانے پر میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بے حد مشکور ہوں کہ مجھے اس حساس موضوع پر اللہ تعالیٰ نے لکھنے اور تحقیقی کاوش کی توفیق عطا فرمائی، اگرچہ تحقیقی میدان میں اس موضوع اور موجودہ دور کے تناظر سے دیکھا جائے تو یہ ایک بہت احقر سی کوشش شمار کی جاسکتی ہے لیکن بطورِ مقالہ نگار ایک ایم فل طلبہ میں نے اپنی طرف سے بھرپور کوشش کی ہے کہ ممکن حد تک اس تحقیقی مقالے کے ذریعے اسلامی اقدار میں حیا کے مقام اور تحفظ کی تدابیر سے متعلق تمام بنیادی مسائل اور اخلاقی برائیوں کے بنیادی وجوہات واسباب کو اجاگر کر سکوں جو بے حیائی کے فروغ کا سبب بن رہی ہے، چنانچہ میری اس ریسرچ سے جو بنیادی عوامل واسباب واضح ہوئے اس سے مختصر الفاظ میں یوں لکھا جاسکتا ہے:

☆ موجودہ دور میں حیا کی کمی اور بے حیائی و فواحش کا عام ہونا تمام معاشرتی اور اخلاقی برائیوں کا نتیجہ ہیں۔

☆ مسلمانوں کے کردار میں حیا کی کمی، فواحش کا بڑھ جانا اسلامی تعلیمات سے دوری اور لاعلمی کا نتیجہ ہے۔

☆ مسلمانوں کی اخلاقی پستی اور بے حیائی عام ہونے سبب دین سے دوری کے علاوہ جدید ٹیکنالوجی کے غلط استعمال اور مغربی قوتوں کی یرغمال کا نتیجہ ہے۔

☆ مخلوط معاشرت کا عام ہونا، حکومتی و تعلیمی اداروں، ماحول، والدین اور دوست واحباب کی طرف سے تربیت میں سستی و کوتاہی کا بھی اس میں عمل دخل شامل ہے، جس کی وجہ سے مناسب اسلامی تربیت اور شعور کا ملنا ناپید ہوتا جارہا ہے۔

اس تحقیقی ریسرچ کی رو سے اسلامی اقدار و تعلیمات میں حیا کی جو بنیادی حیثیت ہے اس لحاظ سے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کے وہ اپنے کردار واخلاق میں حیا کا وصف برقرار رکھنے کی ہر حال میں کوشش کریں، اسی طرح مقالہ ھذا اسلامی اقدار میں حیا کا مقام اور تحفظ کی تدابیر سے متعلق جس تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ پر مشتمل ہے اس کی رو سے میری ریسرچ سے درجہ ذیل چند بنیادی نتائج واضح ہوتے ہیں:

ا۔ مختلف لغات کے حوالے سے اس ریسرچ میں حیا کی معنی "شرم وندامت" کے مفہوم میں ثابت ہے اور اس کی ضد بے حیائی (فاحشہ) ہے۔ "الحیاء بمعنیٰ توبہ اور الحشمۃ (وقار، شرافت) اور حیی سے حیاء اور استحیا واستحی (بمعنیٰ شرم وحیا)، یہ وہ صفت ہے جو انسان کو اللہ کی نافرمانی اور منکرات و فواحش جو گناہ و معاصی کا سبب بنتے ہیں، اس سے انسان کو روک کر ایمان کی حفاظت اور بقا کا باعث بنتی ہے۔

۲۔ مقالے کی رو سے ثابت ہے کہ اسلام میں حیا کو ایمان کا جزو اور نصف ایمان ٹھہرا کر قرآن و سنت کی روشنی میں ضرورت واہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔

۳-اس تحقیقی مقالہ سے اسلام میں بے حیائی کی حرمت کو بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح قرآنی تعلیمات کی روسے اللہ تعالیٰ نے صریح طور پر ہر قسم کی بے حیائی کو شیطانی فعل، گناہِ کبیرہ، بدکاری اور حرام قرار دیا ہے- حیا کو سابقہ انبیاء کرامؑ کی سنت اور دین اسلام کی بنیادی اخلاقی خوبی وصف قرار دیا گیا ہے، چنانچہ تمام سابقہ شریعتوں میں بھی حیا کی وہی اہمیت اور تعلیمات ہے جو دین اسلام اور قرآن مجید میں بیان ہوئے، جیسا کہ اس مقالہ میں حیا سے متعلق تعلیماتِ لوطؑ، موسیٰؑ، یوسفؑ وغیرہ کے ہاں پائے جانے والی تعلیمات کا تذکرہ کیا گیا ہے-

۴-اس ریسرچ کی روسے حیا کی کئی بنیادی و ذیلی اقسام اور تقاضے قرآن و سنت اور علماء کرام کی تعلیمات کی روسے واضح کئے گئے، جیسا کہ حیا فطری، کسبی و شرعی حیا، حیا الجنایہ، حیا الکرم، حیا العبودیہ، حیا المراءِ من نفسہ، تنہائی میں حیا وغیرہ جس سے واضح ہے کہ حیا کے احکام و تقاضات کی روسے اسلامی شریعت میں حیا سے مراد صرف انسانوں سے حیا نہیں بلکہ یہ ضروری ہے کہ انسان جب اللہ تعالیٰ کی ذات سے حیا کرے گا تو ہی حیا کے تمام تقاضے و احکامات پورا کر سکے گا-کامل ایمان کی نشانی ہی یہی ہے کہ انسان ہر قسم کے منکرات و فواحش سے ہر حال میں مکمل اجتناب کریں-

۵-رسول پاک ﷺ کی سنت و تعلیمات میں حیا کی ضرورت و اہمیت اور مقام سے متعلق اس تحقیق کے نتائج کے رو سے احدیثِ نبوی ﷺ میں حیا کو تکمیلِ ایمان، اسلام کا بنیادی خوبی و وصف، بھلائی و خیر کا منبع، بے حیائی کی مزمت اور حیا کو ایمان کی شاخ قرار دیا گیا ہے-

۶-ریسرچ سے اخذ شدہ نتائج میں یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے اپنے عہد رسالت میں حیا کی تحفظ و فروغ کے لئے پردہ و حجاب، غضِ بصر، عورتوں کے لئے عفت و حیا کے عملی اقدامات، محرم کے بغیر سفر اور بلا ضرورت گھر سے نکلنے کی ممانعت، محرم و نامحرم اور زیب و زینت کے حدود وغیرہ جیسے تمام عملی اقدامات اپنائیں تھے جو عصرِ حاضر کی بھی بنیادی ضرورت ہے-

۷-میری یہ ریسرچ اس بات کا احاطہ کرتی ہے کہ موجودہ دور کے مسلمانوں کے لئے سیرت اسلاف، صحابہ کرام و صحابیات کی سیرت میں حیا کا بہترین نمونہ موجودہ ہے کیونکہ ان کی تربیت عہد نبوی ﷺ کے حیا سے متعلق تعلیمات و عملی اقدامات کے زیر اثر رہی جیسا کہ اس مقالے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کی شرم و حیا کا تذکرہ کیا گیا ہے-

۸-اسی طرح موجودہ دور میں بے حیائی کے بنیادی رجحانات، محرکات و اسباب جو اس تحقیقی مقالے سے واضح ہوتے ہیں، ان میں سے ذرائع ابلاغ کا غلط استعمال، بد نظری، فیشن اور جدت لباسی اور مخلوط کلچر، مغربی میڈیا کی یلغار، جدید الیٹرانک میڈیا کا غلط استعمال، نکاح میں تاخیر، مرد و زن کا بے حجابانہ اختلاط، صحت مند تفریح کا فقدان، تربیت کے

نظام کا ختم ہو جانا اور مسائل کا حل نہ ہونا وغیرہ سرفہرست ہیں جن کے حیا پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں اور مجموعی طور پر معاشرے سے حیا کی جڑیں اکھاڑنے کا باعث ہے۔

۹-اس تحقیقی مقالے سے ثابت ہوتا ہے کہ عصرِ حاضر میں حیا کو معاشرے میں بحیثیت اخلاقی قدر اجاگر کرنے اور ان تمام اسباب و محرکات کا سدباب کرنے کے عملی اقدامات و تدابیر اپنانے کی اشد ضرورت ہے۔

۱۰-موجودہ دور میں حیا کے فروغ اور بڑھتی ہوئی بے حیائی کے بارے میں جو تدابیر اس تحقیق میں تجویز کردہ ہیں ان میں سے اسلامی تعلیمات سے آگاہی، میڈیا، انٹرنیٹ، جدید ٹیکنالوجی اور سوشل میڈیا کا مثبت استعمال، اسلامک الیکٹرانک میڈیا کا فروغ، ٹیلی وژن، موسیقی اور فحش رسائل کے منفی اثرات سے بچاؤ، اختلاطِ مرد و زن سے بچاؤ، پردہ و حجاب اور غضِ بصر کا اہتمام، نکاح میں جلدی و آسانی کو رواج دینا اور عبادات و صحبتِ صالحین وغیرہ یہ تمام امور ہیں جن کا سدباب ایک باحیا و باکردار معاشرے کی بنیاد ہے۔

اس تحقیقی مقالے کی مجموعی نتائج کی رو سے یہ واضح ہوتا ہے کہ فحاشی و بے حیائی کے اسباب کی مناسب روک تھام ،اسلامک الیکٹرانک میڈیا کا فروغ، تربیت، قرآن و سیرت اور تزکیۂ نفس اسلامی تعلیمات کے ذریعے ہی ممکن ہے اور اسلامی تعلیمات و قرآن و سنت کی رو سے حیا کی ضرورت و اہمیت اور تحفظ سے متعلق اقدامات بحیثیتِ مسلمان ہر کسی کا انفرادی و مذہبی فریضہ ہے۔

سفارشات:

اس تحقیقی مقالے میں حیا کے اسلامی اقدار میں مقام اور تحفظ کی تدابیر اور موجودہ دور میں بے حیائی کے اسباب و محرکات کو تفصیل سے مرتب کرنے کی بھرپور کوشش کرنے کے بعد اس کا مکمل احاطہ کرنے کے لیے اسلامی محققین و سکالرز کی درجہ ذیل بنیادی سفارشات کی طرف توجہ مبذول کرنے اور اس پر مزید تحقیق کرنا عصر حاضر کی اشد ضرورت ہے۔

۱- علوم اسلامیہ کے طلبہ کے ساتھ دیگر تمام طلبہ و تعلیمی اداروں میں اس امر کی ضرورت ہے کہ نوجوان نسل میں حیاو کردار اور اخلاقی تربیت کا مناسب انتظام ہو، اسلامی تعلیم وتربیت کو بھی نصاب کالازمی جزبنایا جائے تاکہ طلبہ میں موجودہ دور کے تقاضوں اور اخلاقی اسلامی اقدار، حرام و حلال، حدود شرعی کو سمجھنے کا شعور ہو اور وہ باکردار شہری بن سکے۔

۲- محققین وریسرچرز اس حوالے سے اپنے موضوعات وریسرچ میں اس کے دینی و دنیاوی نقصانات کو اجاگر کریں۔اس سلسلے میں موجودہ معاشرے میں سے عملی مثالیں،اور بے حیائی و فواحش کے سنگین دنیوی و آخروی نقصانات سے متعلق آگہی وتعلیمات کو فروغ دیاجاناضروری ہے۔

۳- اسلامک سکولرز اور محققین کو واضح کرناچاہیئے کہ موجودہ دور میں نوجوان امت کو بے حیائی کے حوالے سے کون کون سے چیلنجز درپیش ہے، تاکہ صحیح وقت پر ان سے بچاؤ کی تدابیر اختیار کرسکیں۔

۴- معاشرے میں بے حیائی اور فحاشی کی روک تھام میں انٹرنیٹ، جدید ٹیکنالوجی اور میڈیا کا کردار سب سے زیادہ ہے چنانچہ میڈیااور جدید ٹیکنالوجی کے مثبت استعمال کو فروغ دینا، ناچ گانے اور غیر اخلاقی چینلز پر پابندی اوراسلامک الیکٹرونک میڈیا کا فروغ یہ وہ بنیادی اقدامات ہیں جس کے ذریعے معاشرے میں بڑھتی ہوئی بے حیائی کا سدباب ممکن ہے۔

۵- عفت و عصمت اور حیا پر مبنی سلف کی زندگیوں کے پہلوؤں کو میڈیا و ذرائع ابلاغ کے ذریعے اجاگر کرنا چاہیئے۔علماء اور دینی شخصیات کو میڈیا کا مثبت استعمال عام کرکے عوام الناس میں میڈیا کے منفی اثرات سے بچنے کی ترغیب دینی چاہیئے۔

۶- اسلامی تعلیمات بالخصوص نماز جو کہ ارکان اسلام سے اہم فریضہ و رکن ہے اور اسکی مشروعیت کی حکمتوں میں ایک بنیادی حکمت فحاشی و بے حیائی کا سدباب بھی ہے لہٰذا نوجوانوں کو اس کے قریب لانے کی بھرپور کوشش و محنت کی ضرورت ہے۔

۷- مخلوط تعلیم و معاشرت اور جدید فیشن میں اسلامی حدود و تعلیمات، پردہ و حجاب اور غضِ بصر کے متعلق اسلامی تعلیمات و شعور کو معاشرے میں اجاگر کرنا ضروری ہے۔اگرچہ موجودہ دور میں مخلوط کلچر کو بلکل ختم کرنا ناممکن ہے لیکن مخلوط محافل کے بارے میں اسلامی حدود و آداب اور نکاح میں جلدی و آسانی کو فروغ دینا بحیثیتِ اسلامی ریاست حکومتی ترجیحات میں شامل ہونا لازمی ہے۔

۸- تعلیم و تربیت کا فقدان ایک بنیادی مسئلہ ہے اور اس سلسلے میں ماں باپ، علماء اور دانش وروں کو چاہیئے کہ مربیانہ کردار ادا کریں تاکہ نوجوان طبقہ مستقبل میں ملت اور سماج کی تعمیر اور اصلاح کے لیے مؤثر کردار ادا کر سکے۔ اس حوالے سے سنتِ رسول ﷺ کا تربیتی منہج سامنے رکھنا چاہیے جس کی بدولت نوجوانوں کی ایک بہترین ٹیم تیار کی تھی۔

۹-نوجوان طبقہ کو ان کے مسائل کا مناسب حل، بنیادی اقتصادی، تعلیم، اخلاقی و معاشرتی ضروریات، مثبت سرگرمیوں اور کھیلوں کا فروغ اور مناسب تفریحی و علمی راہنمائی دینا ضروری ہے۔آج کے نوجوان ایک طرف غیر متوازن نظام تعلیم کے مسائل تو دوسری طرف اقتصادی مسائل سے دوچار ہے۔ ایک طرف اگر وقت پر نکاح نہ ہونے کے مسائل تو دوسری طرف بے روزگاری کے مسائل ، حیا سوز مغربی فکر و تہذیب کے پیدا کردہ مسائل علاوہ ازیں نت نئے افکار کے پیدا کردہ مسائل اور الجھنوں کا حل نہ ہونا۔ یہ ذمہ داری ریاست، والدین اور تعلیمی اداروں کی ہے۔

۱۰-نظامِ تعلیم میں رائج نقائص کو دور کرنے اور اسلامی نظام تعلیم کی بنیادوں کو استوار کرنے کی اشد ضرورت ہے۔عصر حاضر میں رائج مخلوط تعلیمی اداروں میں درپیش مسائل مثلا اخلاقی بے راہ روی اور عورت کا استحصال، نوجوانوں میں بڑھتے ہوئے جرائم، منشیات کا فروغ اور سٹیٹس کا شکار ہونا، احساس، کمتری نیز خودکشی کے گراف میں اضافہ جیسے مسائل اور ان کے اثرات سے بچاؤ کی تدابیر اختیار کی جائے۔

۱۱-اس حوالے سے سیمینارز اور کانفرنس منعقد کی جائیں بالخصوص والدین اور اساتذہ اپنی ذمہ داریاں ادا کریں۔

فہرست آیات مبارکہ

نوٹ: آیات کی فہرست قرآن مجید کی سورتوں کی ترتیب کے مطابق مرتب کی گئی ہے جس میں سورت نمبر، آیت نمبر اور مقالہ کا صفحہ نمبر دیا گیا ہے۔بعض آیات مکمل جبکہ اکثر آیات کے صرف اجزاء کو ذکر کیا گیا ہے۔

آیات	سورۃ اور آیت نمبر	صفحہ نمبر
إِنَّ اللَّهَ لاَ يَسْتَحْيِي أَن يَّضْرِبَ مَثَلاً	البقرۃ	۱۱
اِنَّمَا يَامُرُكُم بِالسُّوءِ وَالفَحشَاءِ	البقرۃ	۱۴
يأَيُّهَا الَّذينَ امَنوا كُتِبَ عَلَيكُمُ الصِّيامُ	البقرۃ	۱۳۵
اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ	البقرۃ	۱۳۸
وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ	البقرۃ	۱۴۸
الشَّيطٰنُ يَعِدُكُمُ الفَقرَ وَيَامُرُكُم بِالفَحشَاءِ	البقرۃ	۱۴
زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ	آل عمران	۱۷۸
وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَه	آل عمران	۱۳۸
قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً	آل عمران	۱۴۷
لَقَدْمَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	آل عمران	۱۶۵
وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى	المائدۃ	۱۴۵
لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكَاةَ	المائدۃ	۱۳۷
يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ	المائدۃ	۸۹
فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا	المائدۃ	۸۹
قُلْ لَّايَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ	المائدۃ	۱۴۳
وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ	الانعام	۱۶۹-۱۲
فَدَلَّاهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ	الاعراف	۲۰
يَا بَنِى اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا	الاعراف	۱۴۴
يَا بَنِى اٰدَمَ لَايَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ	الاعراف	۱۱۹
قُل اِنَّ اللّٰهَ لَا يَامُرُ بِالفَحشَاءِ	الاعراف	۱۷

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ	لاعراف	۱۱۸
قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ	الاعراف	۱۶۸_۱۲
اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ	الاعراف	۲۱
يَا بَنِی اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ	الاعراف	۱۱۷
يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ	الانفال	۱۴۳
يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا	التوبۃ	۱۸۸
فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا	ہود	۲۳
وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ	یوسف	۲۹
وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَيْتِهَا	یوسف	۲۵-۱۷
الْاٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ	یوسف	۲۵
إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ	یوسف	۱۴۰
اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْاوَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ	الرعد	۱۸۷
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ	الرعد	۱۸۷
جَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ	النحل	۱۱۳
اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُبِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ	النحل	۱۳_۱۳۷
مَّنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَايَهْتَدِیْ لِنَفْسِه	الاسراء	۱۴۱
وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّه كَانَ فَاحِشَةً	الاسراء	۱۵
إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَوَالْفُؤَادَ	الاسراء	۱۰۸
فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ	مریم	۱۷۰
قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ اَلَّذِيْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ	المؤمنون	۱۸۶
اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا	المؤمنون	۱۷۷
اِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ اَن---	النور	۱۱۰_۱۷۲
يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا	النور	۱۴_۱۶۹
يَوْمَ تَشْهَدُعَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ	النور	۳۸

يٰٓ ايُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا	النور	۶۲
قل لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ	النور	۱۰۳_۶۵_۱۸۳
وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ	النور	۱۸۱-۶۶-۷۴ ۱۰۴-۱۲۹
وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ	النور	۱۲۸
وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ	النور	۱۵۰
وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَامَرْيَمَ وَاِنِّى اُعِيْذُهَا	الفرقان	۱۴۸
وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ	الفرقان	۱۸۶
رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ	الفرقان	۱۴۷
اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِيْنَ	الشعرا	۲۲
وَلُوطًا اِذقَالَ لِقَومِہٖ ---	النمل	۱۴
فَجَآءَتْهُ اِحْدَاهُمَا تَمْشِىْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ	القصص	۱۱_۲۷
وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ	العنكبوت	۱۶
وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ	العنكبوت	۱۳۴
اُتْلُ مَآ اُوْحِىَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ	العنكبوت	۱۷۱
اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَاتَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ	الاحزاب	۱۳۰-۱۷۶
يٰٓ ايُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ	الاحزاب	۲۶
مَن يَّاتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ	الاحزاب	۱۵
يَا نِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ	الاحزاب	۱۲۹_۷۷
وَقَرْنَ فِىْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ ---	الاحزاب	۱۲۹_۷۱
اِنَّ ذٰلِكُم كَانَ يُؤذِى النَّبِىَّ ---	الاحزاب	۶۱_۳۰_۲۱
يٰٓ ايُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوتَ النَّبِيِّ	الاحزاب	۵۸
يايُّهَا النَّبِىُّ قُل لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ	الاحزاب	۱۸۱-۵۹-۱۵۳
اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ	فاطر	۱۵۴
وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ	يسين	۱۰۸

وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ	یسین	۱۰۸
رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنَ	الصافات	۱۴۷
یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْیُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ	غافر	۷۰۔۱۰۵
حَتّٰیٓ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَیْهِمْ سَمْعُهُمْ	فصلت	۱۰۹
یَا بَنِی اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا	فصلت	۱۱۲
وَالَّذِینَ یَجتَنِبُونَ ---	الشوریٰ	۱۷
اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ	الزخرف	۱۸۸
وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ---	ق	۳۱
اَلَّذِینَ یَجتَنِبُونَ کَبٰٓرَ الاِثمِ وَالفوَاحِشَ	النجم	۱۶
حُوْرٌ مَّقْصُوْرَاتٌ فِی الْخِیَامِ	الرحمان	۱۷۹
اَلَمْ تَرانَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمَاوَاتِ و---	المجادلہ	۳۰
یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوا اَنْفُسَکُمْ ---	التحریم	۱۴۹-۱۷۵
اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ	القلم	۱۵۵
ثُمَّ اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ	القیامۃ	۱۷۷
وَنَهَی النَّفسَ عَنِ الْهَوَی	النازعات	۱۴۱
یآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اِرْجِعِی---	الفجر	۱۴۲
وَهَدَیْنَاهُ النَّجْدَیْنِ	البلد	۱۴۰
وَنَفْسٍ وَّمَا سَوَّاهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوَاهَا	الشمس	۱۳۹

فہرست احادیث مبارکہ

نوٹ: احادیث کی فہرست میں اطراف احادیث کو ذکر کیا گیا ہے جس میں الف بائی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے، یہ صرف ایک اشاریہ ہے جبکہ حدیث کے مکمل معلومات حوالہ جات میں موجود ہے۔

نمبر شمار	طرف حدیث	مآخذ	صفحہ نمبر
١.	الِاسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ، فَإِنْ أُذِنَ لَكَ	سنن الترمذی	٦٣
٢.	لَمْ يَكُنْ فَاحِشًاوَلَا مُتَفَحِّشًاو	سنن الترمذی	٤٨
٣.	يَامَعْشَرَالشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ	صحیح بخاری	١٤٨
٤.	كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤول عَنْ رَعِيَّتِهِ	صحیح بخاری	١٤٨
٥.	يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ	صحیح بخاری	١٨٧
٦.	إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَا	صحیح مسلم	١٨٤
٧.	لَيَكونَنَّ مِن أُمَّتي أقْوامٌ،يَسْتَحِلُّونَ الحِرَ والحَرِيرَ	صحیح بخاری	١٨٥
٨.	وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِىْ فَلَيْسَ مِنِّىْ	صحیح بخاری	١٨٦
٩.	لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلاَ اللَّعَّانِ وَلاَ الفَاحِشِ	سنن الترمذی	١٧٢
١٠.	الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً، وَالْحَيَاءُ	صحیح بخاری	١٦٩
١١.	لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَلَا صَخَّابًا فِي	سنن الترمذی	١٧٠
١٢.	كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ حَيَاءً ---	صحیح بخاری	١٧٠،٤٦
١٣.	إِنَّ لِكُلِّ دِينٍ خُلُقًا , وَخُلُقُ الْإِسْلَامِ الْحَيَاء	سنن ابن ماجہ	١٦٩
١٤.	إِنَّ أَفْضَلَكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ	صحیح بخاری	١٥٢

۱۵.	مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ	صحیح بخاری	۱۷۸
۱۶.	يَرْحَمُ اللَّهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ	صحیح بخاری	۷۵
۱۷.	وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا	سنن ابن ماجہ	۱۶۵
۱۸.	إِذَا شَهِدَتْ إِحْدَاكُنَّ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمَسَّ طِيبًا	صحیح مسلم	۷۶
۱۹.	وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ	صحیح بخاری	۱۵۴
۲۰.	كُلُوا وَاشْرَبُوا، وَتَصَدَّقُوا وَالْبَسُوا	سنن ابن ماجہ	۱۱۶
۲۱.	صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا	صحیح مسلم	۱۲۱
۲۲.	إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا بَلَغَتْ الْمَحِيضَ	سنن ابی داؤد	۱۲۲
۲۳.	مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ ---	صحیح بخاری	۱۳۶
۲۴.	الصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَلاَ يَرْفُثْ وَلاَ يَجْهَلْ	صحیح بخاری	۱۳۶
۲۵.	مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْجَهْلَ وَالْعَمَلَ	ابن ماجہ	۱۳۷
۲۶.	لَعَنَ اللهُ الْمُتَشَبهِينَ مِنَ الرّجَالِ	سنن ابی داؤد	۱۲۲
۲۷.	مُرُواأَوْلادَكُمْ بِالصَّلاةِ	سنن ابی داؤد	۱۵۰
۲۸.	مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلاَّ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ	صحیح بخاری	۱۴۸
۲۹.	مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ	سنن ابی داؤد	۱۲۳
۳۰.	لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَ	سنن الترمذی	۱۲۳

۳۱.	سُبْحَانَ اللَّهِ، مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الفِتَنِ	صحیح بخاری	۱۲۰
۳۲.	إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الجَمَالَ،	سنن الترمذی	۱۱۷
۳۳.	لاَ تُقْبَلُ صَلاَةٌ لِامْرَأَةٍ تَطَيَّبَتْ	سنن ابی داؤد	۷۶
۳۴.	سُبْحَانَ اللَّهِ مَاذَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ	صحیح بخاری	۷۷
۳۵.	إِنَّ نِسَاءَ الْعَجَمِ يَكْشِفْنَ صُدُورَهُنَّ	صحیح بخاری	۶۸
۳۶.	مَثَلُ الرَّافِلَةِ فِي الزِّينَةِ فِي غَيْرِ أَهْلِهَا	سنن ترمذی	۷۲
۳۷.	احْفَظْ عَوْرَتَكَ	سنن ابی داؤد	۱۱۱
۳۸.	لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عُرْيَةِ الرَّجُلِ	سنن ابی داؤد	۱۱۳
۳۹.	يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ	سنن ابی داؤد	۱۰۹
۴۰.	لاَ يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ	سنن ابی داؤد	۷۲
۴۱.	لاَتَلِجُوا عَلَى الْمُغِيبَاتِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي	سنن الترمذی	۷۳
۴۲.	أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ وَأَشَدُّهُمْ	سنن الترمذی	۸۱
۴۳.	أَلاَ أَسْتَحِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحِي مِنْهُ الْمَلاَئِكَةُ	صحیح مسلم	۸۲
۴۴.	إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَا	صحیح مسلم	۱۰۵
۴۵.	فَأَتَتْهُ فَوَجَدَتْ عِنْدَهُ حُدَّاثًا فَاسْتَحْيَتْ	سنن ابی داؤد	۸۴
۴۶.	إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ	سنن الترمذی	۷۳

۴۷.	أُوصِيكُمْ بِأَصْحَابِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ	سنن الترمذی	۷۴
۴۸.	لاَ تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ مَسِيرَةَ يَوْمَيْنِ إِلاَّ وَمَعَهَا زَوْجُهَا	صحیح بخاری	۷۲
۴۹.	إِيَّاكُمْ وَالجُلُوسَ بِالطُّرُقَاتِ	صحیح بخاری	٦۷
۵۰.	نَظْرَةِ الْفُجَاءَةِ فَأَمَرَنِي أَنْ أَصْرِفَ بَصَرِي	سنن الترمذی	٦۸
۵۱.	احْتَجِبَا مِنْهُ	سنن الترمذی	٦۹
۵۲.	لَا تُتْبِعْ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَكَ الْأُولَى وَلَيْسَت	سنن الترمذی	٦۸
۵۳.	لاَيَنْظُرُالرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلاَ الْمَرْأَةُ	صحیح مسلم	۷۱
۵۴.	احْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلاَّ مِنْ زَوْجَتِكَ	سنن الترمذی	۷۱
۵۵.	وَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ	سنن ابی داؤد	۷۰
۵٦.	إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا	سنن ابی داؤد	٦۴
۵۷.	مَنِ اطَّلَعَ فِي دَارِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ فَفَقَئُوا	سنن ابی داؤد	٦۴
۵۸.	إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلاَمِ النُّبُوَّةِ الأُولَى	صحیح بخاری	۲۰
۵۹.	أَنَّ أَزْوَاجَ، رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ---	صحیح مسلم	۵۸
٦۰.	المَرْأَةُ عَوْرَةٌ، فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ	سنن الترمذی	۵۹
٦۱.	إِنَّ مِنْ أَخْيَرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ خُلُقًا	صحیح بخاری	۴۷
٦۲.	إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَقْرَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ،	صحیح بخاری	٦۰

۶۳.	ابْنُكِ لَهُ أَجْرُ شَهِيدَيْنِ	سنن ابی داوٗ	۶۱
۶۴.	الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ	مسلم	۴۳
۶۵.	الْحَيَاءُ مِنْ الْإِيمَانِ وَالْإِيمَانُ فِي الْجَنَّةِ	سنن الترمذی	۴۹
۶۶.	إِنَّ اللَّهَ يَغَارُ وَإِنَّ الْمُؤْمِنَ يَغَارُ وَغَيْرَةُ اللَّهِ	صحیح مسلم	۵۰
۶۷.	لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّابًا---	صحیح بخاری	۵۰
۶۸.	مَا كَانَ الْفُحْشُ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا شَانَهُ	سنن ابن ماجہ	۵۱
۶۹.	إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ عَبْدًا ---	سنن ابن ماجہ	۵۱
۷۰.	يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ خَمْسٌ	ابن ماجہ	۵۲
۷۱.	لَوْ رَأَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ	صحیح بخاری	۵۳
۷۲.	قلَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنْ اللَّهِ	صحیح مسلم	۴۹
۷۳.	قَالَ لَا أَحَدَ أَغْيَرُ مِنْ اللَّهِ وَلِذَلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ	سنن الترمذی	۴۹
۷۴.	فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنْ الْإِيمَانِ	سنن نسائی	۴۳
۷۵.	إِنَّ لِكُلِّ دِينٍ خُلُقًا وَخُلُقُ الْإِسْلَامِ الْحَيَاء	سنن ابن ماجہ	۴۴
۷۶.	مَنْ وَجَدْتُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ فَاقْتُلُوا	سنن ابن ماجہ	۱۶
۷۷.	الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ ---	صحیح بخاری	۴۲
۷۸.	اللَّهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَا مِنْهُ مِنْ النَّاسِ	سنن ابی داوٗد	۳۱

۷۹.	اسْتَحْيُوا مِنْ اللَّهِ حَقَّ الْحَيَاءِ	سنن الترمذی	۳۵
۸۰.	الحياءُ و العَيُّ شُعبتانُ من الإيمانِ	سنن الترمذی	۳۵
۸۱.	لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ	سنن ابی داؤد	۳۶
۸۲.	فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ،وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَاالِاسْتِمَاعُ،	صحیح مسلم	۳۷
۸۳.	وَمَنْ اسْتَمَعَ إِلَى حَدِيثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ	صحیح بخاری	۳۷

فہرستِ اعلام و شخصیات

نوٹ: اس فہرست میں صرف ان اعلام و شخصیات کے نام درج کیے گئے ہیں جن کا ذکر اس مقالے میں کیا گیا ہے، معروف شخصیات اور راویان مصنفین کے تذکرے سے اجتناب کیا گیا ہے۔

نمبر شمار	اعلام و شخصیات	صفحہ نمبر
۱	ابن منظور	۳
۲	احمد بن فارس	۵
۳	ابن مکتوم	۶۴
۴	ام خلاد	۷۵
۵	امام نووی	۵
۶	بہز بن مالک	۹۹
۷	جریر بن عبد اللہ	۶۳
۸	حسن بصری	۶۲
۹	خلیل بن احمد الفراھیدی	۴
۱۰	زرعہ بن عبد الرحمٰن	۶۵
۱۱	صفوان بن معطل	۵۶
۱۲	علامہ راغب اصفہانی	۴
۱۳	علامہ جرجانی	۴
۱۴	قتادہ	۶۲
۱۵	مولانا وحید	۶
۱۶	مغیرہ	۵۰

فہرست مصادر و مراجع

قرآن مجید

کتب تفاسیر:

- انوار التنزیل واسرار التاویل، ناصر الدین بن محمد البیضاوی، دار لکتب العلم، بیروت، ۱۴۰۸
- تفسیرِ عثمانی، مولانا شبیر احمد عثمانی، پاک کمپنی، لاہور، یکم دسمبر ۱۹۹۹ء
- تفسیر القرآن العظیم، حافظ عماد الدین ابن کثیر، دار الحدیث، القاہرۃ، ۱۴۲۶ھ
- تفسیر المحیط الاعظم، سید حیدر آملی، سازمان چاپ وانتشارات وزارت ارشاد اسلامی، تہران، ۱۴۲۲ق
- تفسیر کشاف، علامہ محمود ابو القاسم زمخشری، مکتبہ العبیکان، ریاض، ۱۴۱۸ھ
- تفہیم القرآن، ابو علی الا مودودی، آرمی ایجوکیشن پریس، لاہور، ۱۹۹۹ء
- قرآن حکیم کامل، مولانا سید شبیر احمد، قرآن آسان تحریک، لاہور، نومبر ۲۰۱۶ء
- معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ادارہ معارف القرآن، کراچی، ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

کتب احادیث:

- السنن، ابی داوٗد، سلیمان بن الاشعث، دار السلام، ریاض، ۱۴۱۶
- السنن، نسائی، احمد بن شعیب، دار السلام، ریاض، ۱۴۲۰ھ
- السنن، ابن ماجہ، محمد بن یزید، دار السلام، ریاض، ۱۴۱۶ھ
- السنن، ترمذی، عیسیٰ محمد بن سورہ بن شداد، دار السلام، ریاض، ۱۴۱۶ھ
- انعام المعبود، مولانا خورشید حسن، مکتبہ العلم، لاہور، س ن
- ریاض الصالحین، یحییٰ بن شرف النوی، کتب خانہ فیضی، لاہور، ۷۸۷ھ
- شعب الایمان، احمد بن حسن البیھقی، اردو مترجم، مولانا محمد اسماعیل، دار الاشاعت، کراچی، ۲۰۰۷ء
- صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل،، دار السلام، ریاض، ۱۴۱۹ھ
- صحیح مسلم، ابو الحسن مسلم بن الحجاج، قشیری، دار السلام، ریاض، ۱۴۱۶ھ
- مرقاۃ المفاتیح، علامہ قاری علی بن سلطان، مکتبہ رحمانیہ لاہور، س ن
- مظاہرِ حق جدید، علامہ عبد اللہ جاوید، دار الاشاعت، لاہور، مارچ ۲۰۰۹ء
- نزھۃ القاری، علامہ زید المدخلی، المیراث النبوی، ۱۴۲۱ھ

کتب لغات:

- المفردات فی غریب القرآن،امام حسین بن محمد المعروف براغب اصفہانی ،کارخانہ تجارت، آرام باغ، کراچی،۵۰۲ھ
- القاموس الوحید، مولانا وحید الزمان، ادارہ اسلامیات، لاہور، جون ۲۰۰۱ء
- المعجم الوسیط، احمد حسن الزیاد، دار الدعوۃ، استنبول، ترکی،۱۴۲۵ھ
- تھذیب الاسماء والغات،علامہ محی الدین بن شرف ،المعروف امام النوی،دارالکتب العلمیہ، البیروت،۲۰۰۸
- علمی اردو لغات، وارث سرہندی، علمی کتب خانہ لاہور، فروری۱۹۷۹ء
- فرہنگ آصفیہ، سید احمد دہلوی، اردو سائنس بورڈ، لاہور، س ن
- قاموس آکسفورڈ المحیط انجلیزی و عربی، جویس، م، ھوکنز، جون وستون، محمد بندوی، بیروت، لبنان، س ن
- لسان العرب، علامہ ابی الفضل جمال الدین محمد بن مکرم (ابن منظور) دار البیروت، لبنان، ۱۴۱۴
- معجم مقابیس الغۃ، احمد بن فارس، دار الفکر، البیروت، لبنان،۲۰۰۹
- مصباح اللغات، مولانا عبد الحفیظ بلیلاوی، قدیمی کتب خانہ، کراچی،۱۹۹۹ء

دیگر کتب:

- اتحاف السادۃ، علامہ مرتضیٰ الزبیدی، المطبۃ المیمنیہ، البیروت،۱۳۱۱ھ
- اسد الغابہ، عزالدین بن الاثیر، المیزان پبلی کیشنز، لاہور، س ن
- اسلام اور تربیت اولاد، شیخ عبد اللہ ناصح علوان، علم الدین پبلی کیشنز، لاہور،۱۶ فروری ۲۰۱۸ء
- اسلام کا معاشرتی نظام، ڈاکٹر خالد علوی، الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، لاہور،۲۰۰۵ء
- اسلامی لباس کیا ہے، عابد الرحمٰن مظاہری، محدث فورم،۲۱ دسمبر ۲۰۱۲
- اصلاحی خطبات، مفتی تقی عثمانی، میمن اسلامک پبلیشرز، کراچی، س ن
- اللہ سے شرم کیجئے، مفتی محمد سلیمان، مکتبہ رحمانیہ لاہور، س ن
- اللہ کے احکام، محمد شریف اشرف، الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب لاہور، مئی ۲۰۰۰
- اولاد کی تربیت، محمد فیض الابرار، محدث فورم، مجلس التحقیق الاسلامی،۳۰ نومبر ۲۰۱۳
- آزادی نسواں کا فریب، الحاد، الحاد جدید کا عالمی محکمہ،۱۳ نومبر ۲۰۱۴ء

- آفات نظر اور ان کا علاج، ارشاد الحق اثری، ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد، اپریل ۲۰۰۸
- باحیا نوجوان، محمد الیاس عطار قادری، مکتبہ المدینہ، کراچی، س ن
- بچوں کی تربیت کیسے کریں، سراج الدین ندوی، دار الابلاغ پبلیشرز، لاہور، نومبر ۲۰۰۱
- بد نظری اور عشقِ مجازی کی تباہ کاریاں اور اس کا علاج، مولانا شاہ حکیم محمد اختر، کتب خانہ مظہری، کراچی، سن ن
- بدنظری کے چودہ نقصانات، مولانا شاہ حکیم محمد اختر، کتب خانہ مظہری، کراچی، سن ن
- بد نظری ایک سنگین اور خطرناک گناہ، حضرت مولانا مفتی محمد سلمان زاہد، علم الدین پبلی کیشنز، لاہور، س ن
- بد نگاہی کا وبال اور اس کا علاج، مولانا اشرف علی تھانوی، ادارہ اسلامیات ممبئی، ۱۴۳۰ھ
- بیان اللسان، قاضی زین العابدین، دار الاشاعت، کراچی، سن ن
- پردہ اور حقوقِ زوجین، محمد کمال الدین، المیزان ناشران و تاجرانِ کتب، لاہور، سن ن
- پردہ پوشی اور حیا، نعیم یونس، اردو مجلس ڈاٹ، ستمبر ۲۰۱۲ء
- پردہ، سید ابو الاعلیٰ مودودی، اسلامک پبلی کیشنز (پرائیوٹ) لمٹیڈ، اپریل ۲۰۱۴ء
- تحفتہ النساء مولانا محمد کمال الدین، المیزان ناشران و تاجرانِ کتب، لاہور، سن ۲۰۰۷
- تربیت اولاد میں حیا کا عنصر، نگہت حسین، جماعت اسلامی ویمن ونگ، سن ن
- تعلیمی ادارے اور کردار سازی، ڈاکٹر آمین، عزیز بک ڈپو اردو بزار، لاہور، مئی ۱۹۹۷
- تقوی کے ثمرات، شیخ محمد بن صالح، مکتبہ رشیدیہ سلفیہ، کراچی، سن ن
- تنبیہ الغافلین، ابولیث سمر قندی، دار الکتاب العربی، بیروت، ۲۰۰۵ء
- جامع السعادات، محمد مہدی النراقی، دار نشر اسماعیلیاں، ایران، ۱۴۲۸ھ
- حفظ حیا اور کنواری لڑکیاں، ام عبد منیب، مشربہ علم و حکمت، دار الشکر، لاہور، س ن
- حیا کے پیکر سید نا عثمان غنی" محمد تبسم بشیر، ۱۳۱ اکتوبر ۲۰۱۲
- حیا اور پردہ، مولانا محمد یحیٰی انصاری، شیخ الاسلام اکیڈمی، حیدر آباد، مارچ ۲۰۱۰ء
- حیا نہیں، اسلام نہیں، خالد بیگ، اسلامک ریسرچ اکیڈمی، اسلام آباد، یکم فروری، ۲۰۰۷ء
- حیاء و پاک دامنی، مولانا ذو لفقار احمد نقشبندی، مکتبہ الفقیر، لاہور، ستمبر ۲۰۰۴ء
- حیاء خیر ہی لاتی ہے، اسلامی جمعیت طالبات پاکستان، سن ن

- دور جدید میں مسلمان عورت کا کردار، افضل الر حمن، (مترجم)، محمد ایوب منیر، فیروز سنز لمیٹڈ، کراچی۔ ۱۹۹۴
- ذرائع ابلاغ اور تحقیقی طریقے، کنور محمد دلشاد، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، سن ۱۹۹۹ء
- ذرائع ابلاغ کا کردار اور اس کی حدود!، مولانا محمد اعجاز، جامعتہ العلون الاسلامیہ، شبعان المعظم ۱۴۳۵ھ
- سیرت النبی ﷺ، سید سلمان ندوی، مکتبہ قاسمیہ، کراچی، سن ن
- شرم وحیا، مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مد ظلہ العالی، مکتبۃ الفقیر، فیصل آباد، ۲۰۰۹ء
- عورت اسلامی معاشرہ میں، مولانا سید جلال الدین انصر عمری، اسلامک پبلیکشنز لمیٹڈ، لاہور، اکتوبر ۲۰۰۲
- عورت عہدِ رسالت میں، عبد الحلیم ابو شقہ، نشریات میٹروپرنٹرز لاہور، سن ۲۰۰۷ء
- عورت قرآن وسنت اور تاریخ کے آئینے میں، پروفیسر ڈاکٹر عابدہ علی پبلیشر قرآن منزل، لاہور، س ن
- عورت قرآن وسنت کے آئینے میں، ڈاکٹر عابدہ علی، قرآن منزل پبلشر، لاہور، س ن
- فضائل اعمال، مولانا محمد زکریا، کتب خانہ فیضی لاہور، سن م
- فیضانِ عائشہ صدیقہ، مجلس المدینۃ العلمیہ، مکتبہ المدینہ کراچی، دسمبر ۲۰۱۳ء
- کتاب العین، حلیل ابن احمد فراھیدی، دار الھجرۃ، ایران، ۱۴۰۵ق
- کتاب و سنت کے حوالے سے مسائل کا حل، مفتی نذیر احمد قاسمی، دارالافتاء دارالعلوم، رحیمیہ بانڈی پورہ، ۸ دسمبر ۲۰۱۷
- کتاب و سنت کی روشنی میں حیا کا مقام، شیخ ابو اسامہ سلیم بن عبد الھلالی، (محمد اسلم حنیف)، الفاروق پبلی کیشنز شارع الفاروق، رحیم یار خان، سن ن
- لباس کے اسلامی آداب ومسائل، مفتی محمد سلمان، علم الدین پبلیشرز، لاہور، سن ن
- لباس وحجاب کی کتاب، حافظ عمران ایوب، فقہ الحدیث پبلی کیشنز، لاہور، نومبر ۲۰۱۱ء
- لباس، ستر، حجاب اور زینت ونمائش، ڈاکٹر طارق ہمایوں شیخ، فہم قرآن انسٹی ٹیوٹ، جنوری ۲۰۱۰ء
- محبوب بغل میں، خواجہ شمس الدین عظیمی، مکتبہ عظیمیہ، لاہور، ۲۰۱۳ء
- مخلوط تعلیم اور اسکے مضمرات، ام اندلیب، مشربہ علم وحکمت دار الشکر، لاہور، شعبان، ۱۴۲۹ھ
- مخلوط تعلیم کے مہلک اثرات، سید احمد ومیض ندوی، ۳۱ مئی ۲۰۱۶
- مخلوط معاشرہ، ام عبد منیب، مشربہ علم وحکمت دار الشکر، لاہور، شعبان ۱۴۲۹ھ
- مستورات کی عملی زندگی، قاری عبد الرحمٰن، عمر پبلی کیشنز، لاہور، سن ن

- مغربی نظام معاشرت کی ابتری، محمد اسجد قاسمی، اسلامک ریسرچ اکیڈمی، یکم جنوری ۲۰۰۷ء
- ہمارا تعلیمی نظام، مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ، میمن اسلامک پبلیشرز کراچی، سن ن

آرٹیکلز و مضامین:

- انٹرنیٹ کا غلط استعمال معاشرے کے لئے ایک کینسر، بہاؤالدین قادری، ۱۳ اکتوبر ۲۰۱۷ء
- انٹرنیٹ کی مختصر تاریخ، محب علوی،، ۴مارچ ۲۰۱۲ء
- پاکستان کے نظام تعلیم میں غیر ملکی مداخلت، ڈاکٹر عمیر صدیقی، ۱۳/ ۰۳/ ۲۰۱۸ء
- تحریک آزادی نسواں محض ایک ڈھونگ، مشتاق احمد کریمی، ۲۷ جولائی ۲۰۰۷ء
- تاریخ انٹرنیٹ حقیقت کے آئینے میں، طحہٰ حسین شاہ، ۱۶ اکتوبر ۲۰۱۶ء
- تاریخ انٹرنیٹ حقیقت کے آئینے میں، طحہٰ حسین شاہ، ۱۶ اکتوبر ۲۰۱۶ء
- ذرائع ابلاغ، ارتقاء حیات، تحریم طارق، ۷ اگست ۲۰۱۳ء
- معاشرے کی تعمیر میں اساتذہ کا کردار، فاروق طاہر، ۳۱ اگست ۲۰۱۸

اخبار جرائد و رسائل:

- انسانیت کا لباس، شرم و حیا، ڈاکٹر ساجد خاکوانی، ماہنامہ دختران اسلام، مارچ ۲۰۱۵
- انٹرنیٹ موبائل اور کمپیوٹر کی تباہ کاریاں۔۔۔ لمحہ فکریہ، عین الحیاترمذی، روزنامہ نوائے وقت، ۳۱ مارچ ۲۰۱۷
- انٹرنیٹ کا غلط استعمال اور مضر اثرات، طحہ عالم صدیقی، روزنامہ دنیا پاکستان، ایڈیٹر انچیف، اجمل شاہ دین، جمعۃ المبارک، ۲۲ ستمبر ۲۰۱۷
- آن لائن پورن گرافی نوجوانوں کے روزہ مرہ معمولات کا حصہ: رپورٹ، وائس آف امریکہ، ۲۴ اگست ۲۰۱۴
- پاکستان میڈیا اپنے ارتقائی تناظر میں، بابر خان ناصر، روزنامہ پاکستان، ۱۶ جولائی ۲۰۱۴
- تحفظ حقوق نسواں، کائنات احمد، روزنامہ نوائے وقت، ۱۹ ستمبر ۲۰۱۸
- تعلیمی اداروں میں عریانی و فحاشی اور معاشرتی بے حسی، حامد ریاض، ہفتہ روزہ، فرائیڈے اسپشل، ۱۶ مارچ ۲۰۱۸
- جو نوجوان انٹرنیٹ پر فحش فلمیں دیکھتے ہیں، لندن (مانیٹرنگ ڈیسک)، روزنامہ پاکستان، ۱۹ اگست ۲۰۱۷

- ذرائع ابلاغ کا آزادانہ کردار اور اسلام، مولانا ابرار احمد اجراوی قاسمی، ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ ۶، جلد: ۹۷، شعبان ۱۴۳۴ ہجری مطابق جون ۲۰۱۳ء
- ریڈیو کل آج اور کل، محمد عاطف شیخ، ایکسپریس نیوز، اتوار ۱۲ فروری ۲۰۱۷
- سوشل میڈیا اور ابلاغ فحش کی لامحدود سرحدیں، سلمان علی، جسارت سنڈے میگزین، ۴ فروری ۲۰۱۸
- شرم و حیا سے فحاشی و عریانی تک، اوریا مقبول جان، پیر ۲۷ جون، ۲۰۱۶
- صرف شرم و حیا، چوہدری غلام غوث، جیو اردو، جنوری، ۲۶، ۲۰۱۷.
- فحش مواد کا نشہ، طیبہ ضیاء، روزنامہ نوائے وقت، ۱۳ دسمبر ۲۰۱۷
- فیس بک اور ٹوئٹر کا تعارف، طاہر عمران، ڈبلیو ڈبلیو ڈاٹ بی بی سی ڈاٹ کام
- کیا اسلام میں فیشن ایبل کپڑے پہننے کی اجازت ہے؟، نیوز ڈسک، روزنامہ پاکستان، ۲۷ اپریل ۲۰۱۶
- معاشرے کی اصلاح کے لیے میڈیا کی ذمہ داری، دردانہ صدیقی، جماعت اسلامی پاکستان آفیشل، ۲۳ فروری ۲۰۱۵
- میڈیا کے مثبت اور منفی اثرات، عائشہ صدیقہ، روزنامہ بشارت، جمعرات، ۲۰ جولائی، ۲۰۱۷
- نماز سے نفسیاتی امراض کا علاج، آفاق احمد، عبقری میگزین، اسلام آباد، جنوری ۲۰۱۰ء
- نیو ٹی وی نیٹ ورک نیوز ہیڈ لائنز، ۱۲ مئی ۲۰۱۸
- نوجوانوں پر میڈیا کے اثرات اور اُن کا تدارک، غزالہ عزیز، جماعت اسلامی پاکستان حلقہ خواتین
- نوجوانوں کی اخلاقی بربادی، ذمہ دار کون، ڈاکٹر اویس فاروقی، روزنامہ خبریں، ۶ جولائی ۲۰۱۷
- واٹس ایپ کب اور کس نے ایجاد کی، امجد علی چوہدری، پیر ۹ اکتوبر ۲۰۱۷، روزنامہ کماس لاہور
- ہمارا میڈیا، غلامانہ ذہنیت اور بے حیائی، انصار عباسی، ترجمان القرآن، شمارہ جولائی ۲۰۱۲، الابلاغ ٹرسٹ ترجمان القرآن البرکہ، لاہور
- 14 فروری یوم حیا پاکستان، دنیا نیوز، ۱۴ فروری، ۲۰۱۸

Websites:

- Cambridge.org/dictionary/English/Cambridge university press
- https://islamhouse.com/ur/articles/48017/
- idealmusl:mah.com/modesty /328-hayaa-shyness.html-3 Zahra Abdul haseeb
- https://Islam greatreligion.wordpress.com/Haya[shyness],KING-Slave of ALLAH, June03,2010.
- Encyclopedia Britannica,General,Vol:4,page576,edition.No.15th,2010
- https://dictionary.cambridge.org
- https://daleel.pk/2017/10/13/61086
- https://www.urduweb.org
- https://daleel.pk/2018/03/13/77910
- https://islamhouse.com
- http://sciencekidunya.com
- https://tehreemtariq.wordpress.com
- https://www.urdupoint.com/women/article
- https://www.jasarat.com/blog/2018/08/31
- https://urdu.starnews.today